ایسی کتاب جسے بارہ سال کی عمر میں پڑھ کر بوٹا سنگھ نامی سکھ نوجوان نے اسلام قبول کیا اور پھر وہ اُفقِ عالم پر امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ بن کر چمکا

تحفۃ الہند

—— : تالیف : ——

مولانا محمد عبید اللہؒ (سابق) اننت رام

مکی دار الکتب
غزنی سٹریٹ یوسف مارکیٹ
اردو بازار۔ لاہور
فون : 7241778

حوالہ نمبر م - د / 97 - 13/ 39

کتاب	:	تحفۃ الہند
مصنف	:	مولانا عبید اللہ مالیر کوٹلوی
اہتمام	:	محمد عباس شاد
ناشر	:	محبوب الرحمٰن انور
مطبع	:	حاجی حنیف اینڈ سنز' لاہور
کمپوزنگ	:	فراز کمپوزنگ سنٹر' لاہور
اشاعت	:	ستمبر 1997ء
قیمت	:	-/150 روپے

بسمہ تعالیٰ

فہرست تحفۃ الہند

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار

گزارش احوالِ واقعی

اسلام ایک ابدی اور سدا بہار دین ہے۔ اس کے عالمگیر اصول رہتی دنیا تک انسانیت کی راہنمائی کرتے رہیں گے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بھی اسی دین کو انسانیت کے لیے پسند کیا' ان الدین عند اللہ الاسلام۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مختلف ادوار میں بہت سے غیر مسلموں نے دین اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسے قبول کیا اور دین و دنیا کی نجات اور فلاح و کامرانی کی منزل کو پا لیا۔

یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے عقل و خرد کی راہ سے گزر کر اور اپنی بصیرت سے اسلام کو قبول کیا۔ ان کی کیفیت ایمان اور احوال زندگی موروثی مسلمانوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ ان کا اسلام محض سنی سنائی باتوں پر نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ حق پر مبنی ہوتا ہے۔

انہی لوگوں میں سے مولانا عبید اللہ مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر "تحفۃ الہند" لکھ کر ایک ایسی شمع جلائے رکھی جس کی روشنی میں بہت سے لوگ منزل اسلام تک پہنچ گئے۔

تاریخ اسلامی کے نامور مفکر امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں لوگوں میں سے ایک ہیں' جنہیں "تحفۃ الہند" کی بدولت ہی اسلام تک رسائی ہوئی۔ چنانچہ امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ اپنی آپ بیتی "ذاتی ڈائری" میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوا۔ اور ہندو نومسلم کی کتاب "تحفۃ الہند" میں نے دیکھی' جو ایک برہمن کے واسطے سے مجھے ملی تھی۔ اس کے مطالعہ کے بعد اسلام کی حقانیت پر یقین کر کے سولہ برس کی عمر میں مسلمان ہوا (ذاتی ڈائری صفحہ 49 مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی لاہور)

اسی طرح پروفیسر غازی احمد سابق کرشن لعل اپنی آپ بیتی ”من الظلمت الی النور“ میں اسی کتاب کے متعلق فرماتے ہیں۔

ایک بار میرے ایک مسلمان ہم جماعت نے مولانا عبید اللہ مالیر کوٹلوی ؒ کی کتاب ”تحفہ الہند“ مجھے مطالعہ کے لیے دی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے میرے ذہن میں کچھ تحرک و اضطراب سا رونما ہونے لگا اور مذہب کی طرف میرا میلان بڑھتا گیا۔ (من الظلمت الی النور ص 15 مطبوعہ مکی دار الکتب لاہور)

الغرض یہ کتاب ”تحفہ الہند“ جو ہزاروں لوگوں کو اسلام میں لانے کا ذریعہ بنی آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے لکھی گئی تھی اتنے عرصے میں اردو زبان نے جو ارتقائی سفر کیا ہے اس کے نتیجہ میں یہ کتاب اپنے اسلوب اور محاورات کے اعتبار سے مشکل ہوگئی تھی۔ لہٰذا اب اسے ہم نے عام فہم اردو اور اسلوب جدید کا جامہ پہنایا ہے جس سے کتاب ایک عام پڑھے لکھے آدمی کے لیے بھی آسان ہوگئی ہے ہم اسے طباعت اور جلد بندی کے حسن کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔

محمد عباس شاد

اردو بازار لاہور' 18 اگست 1997ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنا

اس ذات پاک کا شکر کسی زبان سے ادا نہیں ہوسکتا جس نے رنگا رنگ خلقت کو پیدا کرکے آدمی کو سب سے اشرف بنایا اور اس کو عقل کا ایسا روشن چراغ عنایت فرمایا کہ جس کے وسیلہ سے وہ حق کو ناحق سے جدا کرکے اپنے مالک کی معرفت حاصل کرسکتا ہے اور اگر اس نورانی چراغ کو گرد و غبار اور خواہش نفسانی سے بچا کر اس کی روشنی میں طرح طرح کے ادیان اور مذہبوں پر نظر کرے اور غور و فکر اور انصاف سے دیکھے تو بے شک جھوٹے ادیان اور کھوٹے مذہبوں سے بیزار ہوکر سچا دین حاصل کرکے مرضی پروردگار کا مطیع ہوجائے گا۔ چونکہ انسان کی بنیاد میں غفلت ہے' لہٰذا عقل کے سچے موتی کا نفسانیت کی تاریکی سے جدا ہونا مشکل ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے بموجب حضرات انبیاء علیہم السلام کو سب کا مرشد اور رہنما بنا کر بھیجا تاکہ دین پاک کو سب گندے ادیان سے جدا کرکے عام و خاص کی رہنمائی کریں اور ہر فرد و بشر کو شرک اور کفر سے نکال کر مومن اور دین دار بنائیں۔ خصوصاً" ہمارے پیشوا جناب سید المرسلین رحمۃ للعالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کی ہدایت کے لیے بھیجا تاکہ ہم سب کو باپ اور دادا کی رسموں کے اندھیرے سے نکال کر سیدھی راہ پر ہدایت کریں اور آپ نے ماں باپ سے زیادہ مہربانی فرماکر دین و دنیا کا ادنیٰ سے ادنیٰ نفع و نقصان بتلادیا۔ میں ایسے اولین مربی و مہربان پر قربان ہوں کیونکہ اس جیسا نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا--------

اللھم صل وسلم علیہ وعلی الہ و ازواجہ و اصحابہ اجمعین

ہدایت کی ابتداء

میرا نام محمد عبیداللہ ؒ ہے ---- میرے والد کا نام منشی کوٹے مل ہے ---- ہمارا وطن قصہ پائل ؒ ہے--- میں اپنے باپ کی زندگی میں بت پرستی کے دین میں گرفتار رہا کہ رحمت الٰہی نے ہاتھ پکڑ کر کھینچا یعنی دین اسلام کی خوبیاں اور ہندوؤں کے دین کی قباحتیں میرے دل پر کھل گئیں اور میں نے دل و جان سے دین اسلام کو اختیار کیا اور اپنے آپ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرماں بردار بندوں میں گن لیا اور پھر دوبارہ عقل خداداد نے مشورہ دیا کہ دین و مذہب کی تحقیق صرف باپ اور دادا کی رسومات ادا کرکے گمراہی کے جال میں پھنسے رہنا کمال نادانی ہے۔ پس یہ خیال کرکے مشہور اور رواجی دینوں کا حال دریافت کرنے لگا اور بلارعایت کسی دین کے ہر مذہب میں فکر و خوض کیا۔ ہندوؤں کے دین کی بخوبی تحقیق کی۔ ان کے بڑے بڑے پنڈتوں سے گفتگو کی۔ دین نصاریٰ کے اعتقادات کو بھی بخوبی معلوم کیا۔ دین اسلام کی کتابیں بھی دیکھیں۔ عالموں سے بات چیت رہی۔ مختصراً" سب دینوں کو بغیر کسی لگاؤ کے بہ نظر انصاف دیکھا اور ان کو خوب چھانا سوائے دین اسلام کے کہ خوبی اس کی اچھی طرح ظاہر ہوگئی۔ سب کو غلطی اور گمراہی پر پایا---- اس دین کے پیشوا جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی خوبیوں اور اخلاق سے متصف ہیں کہ اس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔ اس دین کے اعتقادات' عبادات' معاملات اور اخلاق کچھ ایسے ہیں کہ جو کوئی معلوم کرنا چاہتا ہے وہ خود ہی جان لیتا ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی دین ہے کہ کوئی بات اس کی ایسی نہیں ہے کہ جس میں معبود حقیقی کی طرف توجہ نہ ہو۔ الحاصل اللہ کی عنایت سے حق اور ناحق دن اور رات یا اجالے اور اندھیرے کی

طرح جدا جدا ہوگیا۔ اور اگرچہ بہت مدت سے میرا دل نور اسلام سے منور اور منہ کلمہ شہادت سے معطر تھا لیکن نفس اور شیطان نے دنیائے بے بنیاد کے عیش و آرام کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ اور ایک مدت تک ظاہری طور پر رسوم کفر میں مبتلا رہا آخر توفیق الٰہی کا جذبہ بزبان حال فرمانے لگا کہ اس گوہر بے بہا کو کب، تک پردہ کے صدف میں اور اس اثر راحت فزا کو کہاں تک حجاب کے صندوقچہ میں رکھے گا اس موتی کو گلے کا ہار بنانا چاہیے۔ اور اس عطر کی خوشبو سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ علمائے باعمل نے بھی فتویٰ دیا کہ دین اسلام کو چھپانا اور لباس اور کفار کی وضع کو قائم رکھنا جہنم کو پہنچاتا ہے۔ سو الحمد للہ ۱۲۶۴ھ / ۱۸۴۸ء میں عید الفطر کے مبارک دن اس فقیر کا آفتاب اسلام ابر حجاب سے نکل کر جلوہ گر ہوا اور اس نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ عید ۳۰ کی نماز ادا کی۔ **فللّٰه الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه۔**

تحریری طور پر کوائف کا اظہار

پہلی بار اشاعت:

مدت سے یہ خیال تھا کہ عوام کے فائدہ کے واسطے دین اسلام کی حقیقت بیان کی جائے اور ملت ہنود کے متعلق بھی کچھ کہا جائے تاکہ جو کوئی بھی صاحب عقل انصاف کی نظر سے دیکھے تو اس پر حق اور باطل کھل جائے۔ سو الحمد للہ ۱۲۶۸ء میں یہ مختصر رسالہ جس کا نام "تحفۃ الہند" ہے مکمل ہوا۔ چوں کہ اس کتاب میں زیادہ تر بیان دین ہنود کا ہے اور بعض ان رسوم ہنود کا جو مسلمانان ہند میں رواج پا رہی ہیں رد بھی ہے، اس واسطے اس کا نام "تحفۃ الہند" رکھا گیا۔ اور اس کی طباعت

پہلی بار لودھیانہ کے چھاپہ خانہ میں عمل میں آئی۔

دوسری بار اشاعت:

اس کتاب میں بعض الفاظ مشکل تھے اور کہیں کہیں عبارت بھی مشکل تھی اور ہر کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ نیز اس کتاب کی اشاعت کے بعد جو بزرگ مثلاً" برادر مکرم شیخ عبدالقادر صاحب وغیرہ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے ان کے عجیب و غریب حالات کو شامل کرنا ضروری تھا۔ اس طرف میرے پرخلوص احباب جناب مولوی شیخ محمد حسین صاحب متوطن قصبہ بنت اور جناب میر احمد صاحب متوطن پور قاضی اور جناب حافظ محمد اسماعیل صاحب متوطن قصبہ جھنجھانہ وغیرہم نے توجہ دلائی لہٰذا بعض مشکلات کو آسان کیا گیا اور بعض عبارتوں کو ان کا مطلب فوت ہوئے بغیر کم یا زیادہ کیا گیا۔ چند مضامین اور عجیب قصوں کا اضافہ کیا گیا اس طرح یہ کتاب دوسری بار ۱۲۷۲ھ ر ۱۸۵۶ء میں محمد حسین خان صاحب کے زیر اہتمام مطبع مصطفائی دہلی میں ہر طرح صحت کے ساتھ طبع ہوئی۔

تیسری بار اشاعت:

چونکہ دوسری بار یہ کتاب بہت محدود تعداد میں طبع ہوئی تھی اور اس کے طالب بہت تھے۔ لہٰذا اسی نسخے کو برادر محمد عبدالقادر نے مطبع ہاشمی میں باہتمام محمد ہاشم علی صاحب ۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۱ء میں طبع کرایا۔

چوتھی ۴ بار اشاعت

اس کتاب کی صحت الفاظ و حروف کے ساتھ چوتھی بار طباعت ۱۲۷۸ھ ر ۱۸۶۲ء میں مطبع سکندری بھوپال میں باہتمام عبدالواحد عثمانی صاحب عمل میں آئی۔

گذارشات

دانایان صاحب شعور سے امیدوار ہوں کہ تعصب اور طرف داری کو ایک طرف کرکے بلا کسی رو رعایت کے اس کتاب کا بہ غور و فکر مطالعہ کریں اور جب حقیقت حال واضح ہوجائے تو حق کے قبول کرنے اور ناحق کو چھوڑنے میں دیر نہ کریں اور صرف باپ اور دادا کی پیروی سے گمراہی کے جنگل میں آوارہ نہ پھریں۔ خیال کرنا چاہیے کہ حق تعالی نے عقل کا گوہر شب چراغ آدمی کو صرف اپنی پہچان کے لیے بخشا ہے تو اس صورت میں آدمی پر لازم ہے کہ دین کے اختیار کرنے میں کسی کی تقلید کا گرفتار نہ رہے بلکہ جس طرح اس جلد فنا ہونے والی دنیا کے کاموں میں کمال فکر اور دور اندیشی سے کاروبار کیا جاتا ہے اور اگر کسی صورت میں تھوڑا سا بھی نقصان نظر آتا ہے تو اس صورت میں اپنے اور بیگانے کسی کی سننا پسند نہیں کیا جاتا اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دین کے کاموں میں جن کا فائدہ ہمیشہ رہنے والا ہے نہایت تحقیق اور خوض بجالانا چاہیے اور اندھوں اور باؤلوں کی طرح دین کی راہ میں نہ چلنا چاہیے مبادا کہ اس غفلت اور نادانی سے ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار ہونا پڑے

غم دیں خورکہ غم غم دیں است
ہمہ غمہا فرو تر ازیں است
غم دنیا مخور کہ بیہوداست
ہیچ کس درجہاں نیاسود ست

ترجمہ:۔ دین کا غم کر کہ یہی اصلی غم ہے دیگر تمام غم اس سے نیچے ہیں۔ دنیا کا غم

مت کر کہ یہ باطل چیز ہے کیونکہ دنیا میں کوئی بھی پر سکون نہیں ہے۔

اکثر ہندوؤں کو یہ کہتے سنا ہے کہ اپنا دھرم اگر "رئی سمان" یعنی رائی کے دانہ کے برابر ہو اور دوسرے کا دھرم "پربت سمان" ہو یعنی پہاڑ کے برابر ہو تب بھی اپنا دھرم نہ چھوڑنا چاہیے۔ لیکن تعجب ہے کہ یہ قاعدہ صرف دین اور دھرم کے بارے میں اختیار کرتے ہیں لیکن دنیا کے اکثر کاموں میں بزرگوں کی پیروی کا خیال نہیں ہوتا یعنی اگر کسی کے باپ اور دادا مفلس اور محتاج ہوتے ہیں تو اولاد کو ہرگز یہ خیال نہیں ہوتا کہ ان کی متابعت میں دولت مندی اور نام و نمود کی خواہش نہ کریں بلکہ جس طرح بھی بن پڑتا ہے مال و دولت کے حصول میں نہایت محنت اور کوشش کرتے ہیں اور دین کے معاملہ میں ہرچند کہ اپنے مذہب کا ناحق ہونا اور دین اسلام کا برحق ہونا سورج کی طرح روشن ہوجاتا ہے اس وقت بھی بزرگوں کی پیروی کا جھوٹا عذر پیش کرتے ہیں۔ اس عقل و شعور کو کیا کہا جائے۔ بجز اس کے کہ ان لوگوں نے دنیا کو بڑی دولت اور عاقبت کو ناچیز سمجھ رکھا ہے حالانکہ خود ہندوؤں کے مذہب کے مطابق بلکہ دیگر تمام دین والوں کے نزدیک دنیا کے عیش و آرام عاقبت کی نعمتوں کے آگے کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتے

دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ
اے ہیچ ز بہر ہیچ ہیچ

ترجمہ: دنیا ہیچ ہے اور اسی طرح اس سے متعلق امور بھی لہٰذا اے انسان جب کہ تو خود ہیچ ہے تو ہیچ کی خاطر ادھر ادھر مت الجھ۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو ولعب و ان الدار الاخرة لهى الحيوان لو كانوا يعلمون (۲۹ ر ۶۴)

ترجمہ: "اور یہ دنیاوی زندگی (فی نفسہ) بجز لہو لعب کے اور کچھ بھی نہیں اور اصل

زندگی عالم آخرت ہے۔ اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔" (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

پہلا التماس:

یہ دیکھا گیا ہے کہ گفتگو کے وقت اور مناظرے کے دوران بعض ہندو ان حکایات میں سے بعض سے صاف انکار کرجاتے ہیں اور اکثر اہل اسلام ان کی کتابوں سے واقف نہیں ان کے انکار پر چپ ہوجاتے ہیں۔ اس کتاب میں ہندوؤں کے بزرگوں کی روایات اور حکایات نیز بہت سے قصے جو ان کی پوتھیوں میں مذکور ہیں بطور نمونہ لکھے گئے ہیں۔ اس واسطے مناسب یہ ہے کہ ہندوؤں سے گفتگو کرتے وقت بحث اور مناظرہ کے قصد کا اظہار کیے بغیر سرسری طور پر ان سے ان حکایات کے متعلق پوچھا جائے تو یقین ہے کہ وہ صاف صاف سچ کہہ دیں گے جب وہ اقرار کرلیں تو پھر جو گفتگو بھی منظور ہو وہ کی جائے۔ واضح رہے کہ ہندوؤں کی اکثریت بھی اپنے مذہب سے واقفیت نہیں رکھتی۔ لہٰذا ان میں سے اکثر ان حکایات سے انکار کردیتے ہیں۔

دوسرا التماس:

اس کتاب میں جہاں کوئی برا کام ہندوؤں کے بزرگوں سے منسوب کیا گیا ہے اس پر یقین کامل نہ کرلیا جائے کیوں کہ احتمال یہ ہے کہ شاید ان کے بزرگوں میں بھی بعض اشخاص مومن اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوئے ہوں اور یہ باتیں جو ان کی پوتھیوں میں ان کے متعلق مذکور ہیں بعض جھوٹ ہوں اور ہوسکتا ہے کہ اسی ملک (ہند) میں حق تعالی کی طرف سے بعض انبیاء بھیجے گئے ہوں اگرچہ جس دن سے جناب خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں سابق دین سب منسوخ ہوچکے ہیں۔

تیسرا التماس:

جب کسی ہندو سے دین کی بابت مباحثہ کرنا منظور ہو تو یہ بات سامنے رکھنی چاہیے کہ گفتگو کا انداز ایسا ہو کہ سچے دین کی حقیقت اور خوبیاں ظاہر ہو جائیں اور بھولا ہوا سبق یاد آجائے تاکہ وہ ہدایت پاسکے یعنی مباحثہ سے کوئی غرض نفسانی یا لقلقہ زبانی مقصود نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے گفتگو میں نرمی اختیار کریں اور غصہ کو پاس نہ آنے دیں چاہے مخاطب کتنا ہی سخت کلام کرے۔ صبر سے کام لیا جائے۔ ان کے بزرگوں کو حقارت یا گالی گلوچ سے یاد نہ کیا جائے۔ اس انداز میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ کئی طرح کا نقصان ہو سکتا ہے۔

چوتھا التماس:

اس کتاب میں بعض فصلیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک فصل میں بیان کیا ہوا نفس مضمون کسی دوسری فصل میں بیان کیے ہوئے مضمون سے مربوط ہے۔ لہٰذا حتی المقدر ترتیب وار اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا جائے تاکہ مطلب خبط نہ ہو۔

پانچواں التماس:

اکثر حکایات اور قصص کو دانستہ طور پر مختصر کر کے لکھا گیا ہے تاکہ کتاب ضخیم نہ ہو جائے لیکن کوشش یہ کی ہے کہ اصل مطلب فوت نہ ہو۔ اس اختصار کو مقصد کے لیے مضر نہ سمجھا جائے اور تفصیلات کے خواہش مند حضرات ------ "سوط اللہ الجبار" دیکھ سکتے ہیں۔

چھٹا التماس:

اس رسالہ کی تصنیف سے غرض مذہب ہنود کا بیان ہی نہیں ہے بلکہ یہ مسلمان بھائیوں کے فائدہ کے لیے ہے کیوں کہ اس میں دین اسلام کے ضروری مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ جو اہل علم اس کتاب سے واقفیت حاصل کریں وہ دوسرے ناخواندہ افراد تک اس کے مضامین کو پہنچائیں انشاء اللہ تعالیٰ ثوابِ عظیم پائیں گے۔ اس کا احساس اس کے مطالعہ سے ہوگا کیونکہ اس میں عمدہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

ساتواں التماس:

اس کتاب میں بعض جگہ ناظرین کی ظرافت طبع کے لیے ظرافت آمیز عبارت لکھی گئی ہے اس کو گستاخی پر محمول نہ کیا جائے اور جہاں کہیں ہندوؤں کی حکایات میں فسق و فجور کا بیان ہے اس کو عورتوں کی مجالس میں نہ سنایا جائے۔

آٹھواں التماس:

درود شریف پڑھ کر اس (مصنف) مسکین کے حق میں اس کے استادوں، دوستوں اور مطبع کے مالکان نیز جملہ مسلمان مرد اور عورتوں کے حق میں دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ اپنے حبیبؐ کے طفیل میں دنیا و آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھے حدیث شریف ؐ میں آیا ہے جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کے واسطے دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے آمین۔ اور یہ کہ تیرے واسطے بھی ایسا ہی ہو۔ (مثنوی)

بماند سالہا ایں نظم ترتیب
زما ہر ذرہ خاک افتد بجائے

غرض نقشیت کرنا یاد ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقائے
مگر صاحبدے روزے بہ رحمت
کند درکار ایں مسکیں دعائے

ترجمہ: گلستان کی نظم و ترتیب سالہا سال تک باقی رہے گی لیکن ہماری خاک کا ہر ذرہ منتشر ہوجائے گا۔ الغرض یہ ایک ایسا نقش ہے جو میری یادگار رہے گا۔ کہ اسی ناپائیدار ہستی کو تو کسی طرح بقا ہے نہیں۔ مجھے امید ہے کہ شاید کوئی صاحب دل کسی روز۔ میری اس کوشش (گلستان) کو دیکھ کر میرے لئے دعائے خیر کردیں۔

نواں التماس:

اس کتاب میں اگر کہیں کوئی غلطی ہو تو اس کی اصلاح کرلی جائے۔

دسواں التماس:

ظاہر ہے کہ:

”رہا گر کوئی تاقیامت سلامت : تو اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

لہٰذا سب مسلمان بھائیوں کو چاہیے کہ موت کو یاد رکھیں اور اس جہان فانی کی آسائشوں کو اہمیت نہ دیں توشہ آخرت درست کریں۔ اپنا وقت نماز روزہ وغیر عبادات مالی و بدنی یعنی جملہ احکام شرع شریف کی بجا آوری میں صرف کریں۔ قرآن شریف کی بامعنی تلاوت، مطالعہ کتب، مواعظ میں شرکت اور کثرت تسبیح و استغفار اور درود شریف میں مشغول رہیں۔ اللہ کی مخلوق کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں۔ تہذیب اخلاق کے واسطے احیاء العلوم کیمیائے سعادت اور منہاج العابدین وغیرہ کتب سے استفادہ کرتے رہیں۔ اتباع سنت نبویؐ کو ہر چیز پر

مقدم رکھیں کیوں کہ اس کے برابر کوئی دولت نہیں اس زمانہ میں بہت سے لوگوں نے سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھ رکھا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:۔

من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائه شهید

(یعنی جو کوئی میری سنت کو مضبوط کر کے پکڑے جس وقت کہ میری امت بگڑ جاوے تو اس شخص کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے)

سو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کو سچا سمجھ کر سب سنتوں کو زندہ کرنے میں بالخصوص بیواؤں کے نکاح میں بہت کوشش کی جائے اور بھاجی وغیرہ رسوم شادی (جو غیر اسلامی ہیں) سے دور رہا جائے۔ موت کو یاد رکھا جائے اور جو علماء نفسانی اور طالب دنیا نہ ہوں ان کی بات پر اعتماد کیا جائے۔ دنیا کے تمام کاموں میں مثلاً بیاہ شادی میں یا مرنے جینے میں اتباع سنت نبویؐ کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں اور باپ اور دادا کی جو رسم سنت نبویؐ سے ثابت نہ ہو اس کو ترک کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور اصحاب نیز جمیع اولیا اللہ اور صلحا سے محبت رکھیں۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

حواشی

۱۔: مصنف کا نام اسلام لانے سے قبل امنت رام تھا۔

۲۔ پائیل ایک بستی راجہ پٹیالہ کے علاقہ میں تھی۔ جہاں کفر کا غلبہ تھا۔ اس کو ہندو بنارس ثانی کہتے تھے۔ البتہ اس بستی کے اکثر افراد نے اسلام قبول کیا۔ یہ بستی لودھیانہ سے مشرق کی طرف ایک منزل پر تھی۔ (معلوم نہیں اب کیا حال ہے۔)

۳۔ مصنف کے بیان کے مطابق یہ نماز مالیر کوٹلہ جو اس وقت پٹھانوں کی بستی تھی اور اب پنجاب (بھارت) میں ہے ادا کی گئی۔

۴۔ خود مصنف نے اس کو تیسری بار لکھا ہے۔ ۵۔ **آمین ولک مثل ذالک:**

باب اول

اعتقادات

فصل اول: اللہ تعالیٰ کی پہچان:

ہم سب مسلمان بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو پیدا کرنے والا اور سارے جہان کا مالک ہے۔ اللہ اس کا نام پاک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں کیونکہ اگر دنیا کے کئی حاکم ہوں تو جہان کا بندوبست بگڑ جائے۔ سب بڑائیاں اور کمال اسی کو ہیں اور وہ سب عیبوں سے پاک ہے کیونکہ وہ ہستی جس میں عیب ہو اللہ ہونے کے لائق نہیں ہوسکتی۔ وہ کسی کام میں کسی کا محتاج نہیں نہ جن کا' نہ آدمی کا' نہ فرشتے کا کیوں کہ جو خود دوسرے کا محتاج ہو' اس کے لیے سارے جہان کا پیدا کرنا' سب کے حال سے باخبر رہنا' سب کی فریاد سننا' سب کو رزق پہچانا' سب کی حاجت روائی کرنا وغیرہ امور کا سر انجام دینا کیسے ممکن ہوسکتا ہے ؟ سب (خواہ کوئی کتنا بڑا کیوں نہ ہو) اللہ تعالی کے محتاج ہیں۔ کوئی چیز کسی وقت میں بھی اس سے بے پرواہ نہیں ہوسکتی۔ ہر کسی کو ہر لمحہ اس کی حاجت ہے۔ اللہ تعالی ہر وقت ہر چیز کو جانتا ہے خواہ اندھیرے میں ہو' خواہ اجالے میں' خواہ زمین میں ہو خواہ آسمان میں خواہ پہاڑ کی چوٹی پر ہو' خواہ سمندر کی تہہ میں ازل سے ابد تک ہر چیز کا حال جس طرح جس وقت جس مکان (جگہ) میں جو کچھ گزرا اور گزرے گا۔ اللہ تعالی کو سب کا علم ہے۔ یہاں تک کہ ہر فرد و بشر کے دلوں کے بھید بھی جانتا ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ یہ سب نہ جانتا تو خدائی کے قابل نہ ہوتا اللہ پاک کا یہ علم آدمیوں'

جنوں اور فرشتوں کے جاننے کے مانند نہیں ہے۔ کیونکہ ان سب کو جو کچھ اور جتنا معلوم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے بتانے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور اللہ کی دی ہوئی عقل و حواس کے وسیلہ سے معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ کسی وقت میں کوئی چیز معلوم ہوتی ہے اور کسی وقت میں نہیں معلوم ہوتی۔ ہر وقت ہر چیز معلوم نہیں ہوتی جب کہ حق تعالیٰ کو سب کچھ آپ ہی بغیر کسی کے بتلائے اور کہے بغیر وسیلہ عقل و حواس معلوم ہے۔ وہ ہر چیز کو ہر وقت جانتا ہے اور ہر چیز کو بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ کوئی چیز کسی وقت اس کی نظر سے باہر نہیں یہاں تک کہ اندھیری رات میں چیونٹی کے پاؤں بھی دیکھتا ہے اور سب کچھ بغیر کانوں کے سنتا ہے۔ یہاں تک کہ چیونٹی کے پاؤں کی آواز بھی سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کام پر قدرت رکھتا ہے جو چاہے سو کرے فقط اس کے ارادہ سے اور ایک حکم کن سے سارا جہاں پیدا ہوا ہے۔ وہ یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک حکم سے سب کو فنا کردے اور اگر وہ (اللہ تعالیٰ) کسی کام کو نہ کرسکتا تو خدائی کے لائق نہ ہوتا۔ اس کے قدرت ایسی نہیں جیسی آدمیوں، جنوں یا فرشتوں کی قدرت ہے۔ اس واسطے کہ یہ تو سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اپنے آپ ان میں کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نہ کسی کو جنا ہے اور نہ کسی نے اس کو جنا۔ وہ نہ کسی کا بھائی ہے اور نہ کسی سے ناتہ رکھتا ہے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مانند کوئی اور چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ "بیچوں" "بیچگون" اور "بے شبہ" اور "بے نموں" ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ کا آنکھوں سے دیکھنا تو اس دنیا میں ثابت نہیں ہوا پھر تم نے اللہ تعالیٰ کو کس طرح سے پہچانا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات سے دیکھ کر پہچانا ہے۔ مثلاً" رنگے ہوئے کپڑے کو دیکھ کر رنگ ریز کو جان لیتے ہیں کہ کوئی شخص اس کا رنگنے والا ہے اور خط کو دیکھ کر اس کے لکھنے والے کو پہچان لیتے ہیں کہ کوئی شخص اس کا لکھنے والا ہے کیوں کہ بغیر لکھنے والے کے لکھائی نہیں ہوسکتی اور تخت کو دیکھ کر بڑھئی کو پہچان لیتے ہیں کہ کوئی شخص اس کا بنانے والا

ہے پھر آدمی ان سب مخلوقات مثلاً" زمین آسمان' چاند' سورج' ستارے' خاک' پانی' ہوا' آگ' درخت' دریا' پتھر' لکڑی' حیوان' انسان' بادل' مینہ' پھول' پھل' گرمی' سردی' خشکی' تری' بیماری' تندرستی وغیرہ کو دیکھ کر ان کے پیدا کرنے والے کو کیوں کر نہ پہچانے گا۔ دوسرے ہم کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں اور وہ کام اکثر اوقات ہماری خواہش کے مطابق نہیں انجام پاتے تو پھر سوچنے کی بات ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جو ہماری مراد کو پورا نہیں ہونے دیتی۔ دنیا میں کوئی فرد و بشر ایسا نہیں' نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا جو یہ کہہ سکے کہ اس کی ہر تمنا' ہر آرزو' ہر پروگرام اس کی مرضی کے مطابق پورا ہوا ہے۔ سو ہماری مرادوں کو پلٹنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ذرا آدمی یہ تو سوچے کہ تھوڑی سی مدت پہلے خود اس کا نام و نشان دنیا میں نہ تھا۔ پھر پہلے منی کا قطرہ ہوا۔ اس سے آدمی بنا۔ یہ کس نے بنادیا۔ اگر یہ خیال ہو کہ اپنا بنانے والا خود آپ ہے تو یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس وقت جب کہ وہ موجود ہے تو اس کی طاقت یہ ہے کہ خود اپنے بدن پر ایک بال تک نہیں پیدا کرسکتا۔ تو جب پہلے اس کا نام و نشان ہی نہ تھا تو اپنے کو کس طرح پیدا کرلیا ہوگا لہٰذا معلوم ہوا کہ آدمی کو پیدا کرنے والا خود آدمی نہیں ہوسکتا کوئی اور ہے اور "کوئی اور" سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جس نے سب کو پیدا کیا۔ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو غور و فہم سے دیکھا کرے تو اللہ تعالیٰ کے وجود کی شناخت خوب حاصل ہو۔ صرف درختوں کی بوقلمونی کو دیکھے۔ پتوں کو دیکھے' پھولوں کو دیکھے' پھلوں کو دیکھے۔ تو اللہ تعالیٰ کی معرفت یقینی ہے۔

پتہ 'پتہ 'بوٹا 'بوٹا راز ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے 'باغ تو سارا جانے ہے

ہنود کے یہاں اللہ تعالیٰ کا تصور

ہندوؤں کے یہاں خدا کا تصور دو طور پر ہے ایک "نرگن" یعنی جس میں کوئی گن (صفت ر خوبی) نہیں دوسرا "سرگن" یعنی جملہ خوبیوں والا کہتے ہیں کہ نرن اس وقت ہوتا ہے کہ جب تمام مخلوقات فنا ہوتی ہے اور اس کی اس حالت کا بیان کچھ نہیں ہوسکتا اور سرگن اس وقت ہوتا ہے جب اس کا ارادہ پیدا کرنے کا ہوتا ہے اور مایا ؎۲ کی جنبش ہوتی ہے تو تین گن (خوبیاں ر صفات) یعنی رج (قوت رحیمی)، ست (قوت ملکیہ)، اور تم (قوت غضبی) اس میں ظاہر ہوتی ہے۔ روح کی جہت سے برہما کی صورت میں ظاہر ہوکر خلقت کو پیدا کرتا ہے اور ست کی جہت سے بشن کی صورت میں ظاہر ہو کر خلقت کو پالتا ہے اور تم کی رو سے مہادیو کی صورت میں ظاہر ہوکر خلقت کو فنا دیتا ہے۔ اس کی تفصیلات آگے بیان کی گئی ہیں تو گویا برہما، بشن (یا وشن یا وشنو) اور مہادیو بقول ہندوؤں کے یہ تینوں دیوتا خدا کے مظہر اور نائب ہیں بلکہ ایک خدا کے تین خدا اور بالکل حاکم و مختار ساری دنیا کے ہیں۔ یہاں پر یہ بات قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا جہان کا کوئی مختار ہی نہیں اور نہ خدا قابل تقسیم ہے۔ بالفرض یہ تینوں خدا کے نائب ؎۳ کی حیثیت سے کل جہان کے مختار کل ہیں تو بھی عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ ان کو عادل، منصف اور دیگر اچھی صفات سے منصف اور بری صفتوں سے پاک ہونا چاہیے لیکن ہندوؤں کے دین سے ان تینوں دیوتاؤں کی صفات کا جو پتہ چلتا ہے وہ ایسی ہیں کہ ایک معمولی فہم کا انسان بھی ہنسنے پر مجبور ہوگا ان میں چند کا ذکر بطور نمونہ کیا جاتا ہے۔

(ا)------ مہابھارت ؎۴ میں لکھا ہے کہ اتری منی کی بیوی بہت نیک

تھی۔ یہ تینوں دیوتا یعنی برہما بشن اور مہادیو اس کی عصمت میں رخنہ ڈالنے کو اس کے دروازہ پر بھیک مانگنے گئے وہ بیچاری بھیک دینے کو باہر دروازہ پر آئی وہ کہنے لگے (ہم کیا بھوکے ہیں کہ ایسی بھیک لیں گے) ہاں اگر ہم کو اپنے گھر میں اندر لے جاکر اور ننگی ہوکر ہم کو کھانا کھلاوے تو ہم ٹھیرے رہیں وہ بے چاری اپنے خصم (شوہر) سے اجازت لے کر ان تینوں کو اپنے گھر کے اندر لے گئی۔ جب کھانا کھلانے لگی تو اس عورت نے ان کے بدن پر پانی چھڑکا۔ یہ تینوں (دیوتا) چھوٹے لڑکے بن گئے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ تینوں بدمعاش' دغا باز اور شہوت پرست اور عاجز ایسے تھے کہ ایک عورت کے جادو سے لڑکے بن گئے۔ بھلا کیا ایسے اشخاص کہیں خدا یا خدا کے نائب اور امور دنیا کے مالک ہوسکتے ہیں؟

(۲)------ گارتک ۵ مہاتم اور پدم پوران میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ اندر ۶ دیوتا مہا دیو کے درشن کو کیلاش پربت پر گیا وہاں جاکر کیا دیکھتا ہے کہ ایک بدصورت شخص جس کی آنکھیں سرخ تھیں اور دانت بڑے بڑے تھے بیٹھا ہے اندر نے اس سے پوچھا کہ شیو یعنی مہادیو کہاں ہے اس نے اندر کی بات کا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ سخت کلامی سے پیش آیا۔ اندر نے خفا ہوکر اس کی گردن پر گرز مارا وہ گرز اسی وقت راکھ ہوگیا۔ اندر حیران رہ گیا دراصل وہ بدصورت شخص خود مہادیو تھا۔ مہادیو نے چاہا کہ اندر کو جلا کر راکھ ڈالے اتنے میں برہسپت کہ سارے دیوتاؤں کا پیرو مرشد ہے وہاں حاضر ہوا اور اندر کی سفارش کرنے لگا۔ اور بہت عاجزی سے اندر اور برہسپت نے مہادیو کو بہت سراہا (تعریف کی) تب مہادیو نے اندر کا گناہ معاف کیا اور کہا کہ جو تمہاری مراد ہے مجھ سے مانگو ان دونوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ غصہ کی یہ آگ جو تمہاری آنکھوں میں بھڑک رہی ہے۔ اس کو دبا لیجئے۔ مہادیو نے کہا کہ یہ آگ دب نہیں سکتی۔ لیکن میں اس کو

کہیں اور جگہ پھینک دیتا ہوں پھر مہادیو نے اس غصہ کی آگ کو سمندر میں جہاں گنگا ندی ملتی ہے وہاں پھینک دیا وہ آگ وہاں پڑتے ہی ایک لڑکے کی صورت بن گئی اور اس لڑکے نے رونا شروع کیا۔ اس کی ہیبت سے زمین و آسمان میں زلزلہ آگیا۔ برہما وہاں آیا سمندر نے برہما کی تعظیم بجا لا کر اس لڑکے کو برہما کی گود میں رکھ دیا کہ اس کا نام آپ ہی رکھ دیجیے اس (سعادت مند) لڑکے نے برہما کی ڈاڑھی ایسے زور سے پکڑی کہ برہما کی آنکھوں سے جل نکلا تھا۔ اس لڑکے کا نام جلندھر رکھا اور شکر۹ دیوتا کہ سارے دیوتاؤں کا گرو ہے' بلا کر کہا کہ جلندھر کو سب دیتوں (دیوتاؤں) کا راجہ بنادے اور برندا نام عورت سے کہ کال ٹ نیمی دیتوں کے سردار کی بیٹی ہے اس کا بیاہ کردے۔ شکر نے بموجب حکم اسی طور پر کیا اور جلندھر اسی وقت جوان' قوی ہیکل بن گیا۔ اور زمین کے سارے راجاؤں اور بہادروں سے زیادہ تھا۔ یہاں تک کہ کوئی دیت اور دیوتا اس کے مقابلہ کا نہ تھا۔ تب اس کو بہت غرور اور تکبر پیدا ہوا اور اندر کو سرگ (جنت) سے نکال دیا۔

اس بات سے سارے دیوتاؤں نے غمناک ہو کر یہ حال برہما سے عرض کیا۔ (برہما نے ان کو بشن کے پاس بھیج دیا۔ بشن کو جلندھر کا ہلاک کرنا منظور ہوا۔ نارو ۱۱ دیوتا کہ بشن کا دل ہے۔ اس نے بشن کا یہ ارادہ دریافت کرکے یہ سوچا کہ جلندھر بغیر مہادیو کے اور کسی کے ہاتھ سے مارا نہیں جائے گا۔ پھر نارو نے حیلہ کیا کہ جلندھر سے جاکر کہا کہ بادشاہت کے جملہ اسباب تیرے گھر میں موجود ہیں لیکن پاربتی جو مہادیو کی بیوی ہے اور نہایت خوبصورت ہے جب تک وہ تیرے ہاتھ میں نہ آوے تو کچھ لطف نہیں ہے۔ جلندھر نے مہادیو سے پاربتی کو مانگا لیکن نہ ملی تب لڑائی کا قصد کیا۔ چنانچہ مہادیو اور ان کے صاحبزادے ۱۲ جلندھر میں سخت لڑائی ہوئی۔ برہما بشن اور تمام دیوتا مہادیو کی مدد کو پہنچے لیکن جلندھر کے آگے

سب عاجز ہوئے۔ پھر بشن نے اپنے دل میں سوچا کہ برندا جالندھر کی بیوی بہت نیک اور جتی (باعصمت و پارسا) ہے۔ جب تک اس کی عصمت میں خلل نہ آوے گا جلندھر نہیں مرے گا پھر بشن نے اپنے آپ کو جلندھر کی صورت بنا کر اس کی بیوی سے فعل بد کیا۔ اس حیلہ سے اس کا جت (پاکی) توڑ دیا۔ تب جلندھر مہادیو کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جب جلندھر کی بیوی برندا کو بشن کا یہ فریب معلوم ہوا تو اس نے بشن کو سراپ بد دعا دے کر کہا کہ تو پتھر بن جا بشن اس کی بد دعا سے پتھر بن گیا۔ جس کو سالگ رام کہتے ہیں اور کنڈ کانڈے (ایک نہر کا نام ہے) میں جاپڑا۔ چنانچہ اب اس ندی میں سے پتھروں کو لاکر پوجتے ہیں۔ القصہ جالندھر کی بیوی برندا اس غم سے آگ میں جل کر راکھ ہوگئی۔ اور اس کی راکھ سے تلسی کا درخت جم آیا۔ چونکہ بشن نے برندا کے وصل سے بہت مزا لوٹا تھا اور برندا پر عاشق ہوگیا تھا۔ اس کے جل مرنے سے بہت اداس ہوا اور بیتاب ہوکر اس کی بھسم یعنی رکھ پر آبیٹھا اور بے قرار ہونے لگا۔ دوسرے دیوتاؤں نے یہ حال دیکھ کر تلسی کی پتی اس کے سر پر رکھی چونکہ تلسی بھی بشن کی معشوقہ کی راکھ سے ظاہر ہوئی تھی اس سے بشن کے دل کو تسلی ہوئی۔ چنانچہ اب تک جو لوگ بشن کی پوجا کرتے ہیں سالگرام پتھر کو بشن کا روپ سمجھ کر پوجتے ہیں اور تلسی کی پتی اس پر چڑھاتے ہیں یہ قصہ مختصراً یہاں تمام ہوا۔

مندرجہ بالا داستان سے معلوم ہوا کہ جناب مہا دیو صاحب بڑے خوش اخلاق تھے کہ باوجود یہ کہ مہمان کی خاطر داری میزبان پر لازم ہوتی ہے۔ اندر ان کی زیارت کو گیا اس کو جھڑک کر بے عزت کردیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ؎

یک ترش روئی برائے دفع صد مہمان بس است
چین ابرو چوب دربان است صاحب خانہ را

ترجمہ:۔ ذرا سی کج اخلاقی سو مہمانوں کو بھگانے کے لیے کافی ہے۔ صاحب خانہ کی ابرو پر شکن دربان کی لاٹھی کی حیثیت رکھتی ہے۔

تو جناب مہادیو صاحب عاجز اور مغلوب الغضب ایسے تھے کہ اپنے غصہ کی آگ کو روک نہ سکے اور برہما ایسا عاجز تھا کہ ایک لڑکے سے اپنی ڈاڑھی چھڑا نہ سکا بلکہ چشم پر آب ہوا اور بشن نے دغا کی اور زنا کیا اور ایک عورت کے عشق میں عاجز و بے قرار ہوا۔ اور اس کی بد دعا سے پتھر بن گیا۔ چنانچہ اب تک تلسی کی پتی سالگرام پر رکھ کر اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ یہ اس کی زنا کی نشانی ہے جو ہندوؤں کی عبادت میں داخل ہے۔ ادھر نارو نے کہ بشن کا دل ہے۔ جلندھر کو بہکا کر مہادیو کی عورت کا سوال کروایا۔ بے چارے مہادیو کی عزت کو بٹا لگوایا اور برہما بشن مہادیو یہ تینوں بقول ان کے سارے جہاں کے مالک و مختار ہیں حالانکہ ایک جلندھر کے قتل کرنے سے عاجز ہوگئے پھر ایسے فریبی اور نفسانی خواہشات کے تابع اور عاجز شخصوں کو نائب خدا بلکہ خدا سمجھنا' مختار کل جاننا محض جہالت اور ضلالت ہے۔ اس صورت کو ازلی بد بختی کے سوا اور کیا تصور کیا جائے۔

یہی نہیں اور سنیے :۔ ان کے بعض ۔۱۳ مورخ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ پاربتی جو مہادیو کی بیوی ہے ابٹن مل کر نہانے لگی۔ اس نے اپنے بدن کے میل سے اپنا ایک بیٹا بنایا جس کا نام گنیش ۔۱۴ ہے گنیش کو اس نے گھر کے دروازہ پر بٹھایا تاکہ کسی کو اندر نہ جانے دے۔ اتنے میں مہادیو باہر سے آگئے۔ گنیش نے ان کو اندر جانے سے منع کیا۔ مہادیو نے خفا ہو کر اس کا سر کاٹ کر دور پھینک دیا۔ پاربتی اس کے غم سے بہت روئی اور کہنے لگی کہ اس کو زندہ کرو۔ مہادیو نے ہر چند گنیش کے سر کو تلاش کیا مگر کہیں نہ ملا ناچار ایک ہاتھی کا سر کاٹ کر گنیش کے

جسم سے ملا کر زندہ کردیا۔ اور اس کو یہ انعام دیا کہ جو کوئی شخص کوئی کام کرے پہلے تیرا نام لیا کرے اور جو کوئی کسی دیوتا کی پوجا کرے پہلے تیری پوجا کرے تب اس کی وہ پوجا قبول ہوگی۔ اس سے بھی مہادیو کا ظالم اور ناقص العقل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بھلا ایسے شخص کو خدا اور مختار کل سمجھنا کہاں تک جائز ہو سکتا ہے؟

شوپوران میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے بشن کی ناف سے کنول کا پھول نکلا اس میں برہما اور بشن آپس میں جھگڑنے لگے۔ برہما نے کہا تجھ کو میں نے پیدا کیا ہے۔ بشن نے کہا میں نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔ اتنے میں آسمان سے ایک دھواں ظاہر ہوا۔ اس دھوئیں میں سے برہما کو خطاب ہوا کہ تو برہما اور یہ بشن ہے جس کی ناف سے کنول نکلا اور اس سے تو ظاہر ہوا اب تو خلقت کو پیدا کر جب برہما نے اس دھوئیں کی طرف غور سے نگاہ کی تو اس میں سے ایک "لنگ" یعنی آلت' نظر آئی۔ برہما ہنس کی شکل بن کر اس "لنگ" کی پیائش کے لیے اوپر اڑا اور بشن سور (خوک) بن کر پاتال (تحت الثریٰ) کو گیا۔ دس ہزار برس تک دونوں دوڑتے رہے لیکن اس لنگ کی انتہا نہ ملی۔ پس برہما نے سمجھ لیا کہ میرا مالک اور پیدا کرنے والا یہی ہے۔ اس وقت سے "لنگ" کی پوجا شروع کی جو آج تک ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برہما اور بشن ایسے جاہل تھے کہ آپس میں جھگڑنے لگے اور ہر کوئی اپنے آپ کو ایک دوسرے کا پیدا کرنے والا جاننے لگا اور پھر برہما نے اپنے خالق کو پہچانا کہ ایک بڑے آلت کو اس کی درازی کی وجہ سے اس کو اپنا خالق سمجھ لیا اور دونوں مل کر اس آلت کی مقدار دریافت کرنے سے عاجز ہوگئے۔ آلت کا دریافت کرنا اور اس کے ناپنے میں اہتمام کرنا عقلمندوں کا کام نہیں بلکہ مسخروں اور بڑے بے حیاؤں کا کام ہے۔ غرض ایسے شخصوں کو (اگر وہ کوئی تھے بھی) مظہر خدا کہنا محض گمراہی نہیں تو اور کیا ہے بلکہ طرفہ تماشا یہ ہے کہ بعض شاستروں میں ان

تینوں کی ہجو لکھی ہے۔

پدم پوران میں لکھا ہے کہ برہما آہنکار (سخت مزاج) یعنی متکبر اور مہادیو کا ماتر' یعنی شہوت پسند ہے۔ صرف ایک بشن ایسا ہے جو پاک و صاف ہے۔ لیکن اسی کتاب میں لکھا کہ بشن نے جلندھر کی بیوی سے زنا کیا۔ کیا ایسے ہی شخص کو پوتر (پاک) کہنا چاہیے (گویا زنا کی کوئی اخلاقی حیثیت ہی نہیں) اسگندھ پوران میں لکھا ہے۔ اشلوک (شعر) ترجمہ :۔ بشن کے درشن سے شو یعنی مہادیو خفا ہوتا ہے اور مہادیو کی خفگی سے بلا شک بڑے دوزخ میں جاتا ہے۔ بیدانت شاستر جو کہ ہندوؤں کے بقول سب شاستروں سے افضل ہے اس میں یوں لکھا ہے کہ (ترجمہ ؎) نادانی کا پیوند خدا سے ہوا تب سب مخلوقات بن گئی۔ یعنی معاذ اللہ خدا نے آپ کو 'جیو' (حیوان) سمجھ لیا اور بقول سانکھ شاستر کہ جہاں دنیا کا پیدا ہونا خدا سے نہیں بلکہ پراکرتی سے ہے۔ جس کا بیان ساتویں فصل میں آتا ہے۔ اور میمانس شاستر کے مطابق بھی خدا خالق نہیں بلکہ کائنات کے پیدا ہونے کا تعلق کام یعنی اعمال سے سمجھا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک کائنات کی تخلیق کا تعلق زمانہ (کال) سے ہے جب کہ کچھ کے نزدیک سبھاؤ یعنی خاصیت سے ہے مختصراً" ان کے اکثر شاستروں کے مطابق اللہ تعالی (نعوذ باللہ) کسی چیز کا خالق نہیں ہے۔ سبحان اللہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالی کو جب سب کائنات کا مالک ہے۔ ہندوؤں کے نزدیک معطل اور بے کار ہے اور اتنا نہیں سمجھتے کہ اگر اللہ تعالی معطل ہو تو ساری دنیا کی خبر کون رکھے گویا ہندوؤں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا اور جب خدا سے کسی کو نہ فائدہ پہنچ سکتا ہے' نہ نقصان تو پھر اس کے خدا ہونے سے کیا فائدہ نیز بنی نوع انسانی کا برے کاموں سے بچنا اور اچھے کاموں کا کرنا لازمی نہ ہوا کیوں کہ ان کے نزدیک جو سارے جہاں کا مالک ہے وہ تو کچھ کرتا ہی نہیں نہ

نیکوں کا جزا دیتا ہے۔ نہ بدوں کو سزا تو پھر کوئی اس سے کیوں کر ڈرے اور کوئی اس سے کیا امید رکھے۔ اس موقع پر یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس کی مخلوق کے ذریعہ ہو سکتی ہے کیونکہ جس کاریگر کو آنکھوں سے نہ دیکھا ہو تو اس کے کام کو دیکھ کر ہی اس کو پہچانا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں دیکھنا ثابت نہیں ہوا۔ اس کی مخلوقات کو دیکھ کر ہی اس کو پہچانا گیا ہے۔ تو جب (ہندوؤں کے مطابق) کوئی چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہی نہ ہو تو پھر اس کو کس ذریعہ سے پہچانا جائے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ ہندو سارے جہاں کے مالک کو جو دانا، بینا، خالق، مدبر حی اور قیوم ہے اس کو معطل سمجھتے ہیں اور پراکرتی کو جہان کا خالق سمجھتے ہیں جو اندھی اور بے عقل ہے۔ اس باب کی ساتویں فصل میں اس کا ذکر آتا ہے۔

یا ہندو یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کا تعلق کرم سے ہے جو اس کی مخلوقات کا فاعل ہے اور وہ ان کا فعل ہے یا کال یعنی وقت کو خالق سمجھتے ہیں جو بے شعور اور بے جان ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ سے نادانی کو منسوب کرنا اور اس کو کائنات کی پیدائش کا سبب سمجھنا بلکہ اللہ تعالیٰ کو حیوان گردانناکیسی نادانی ہے معاذ اللہ اگر خدا نادان ہو تو دنیا کاکام کس طرح چلے کوئی جو خود نادان ہو خدا کو نادان نہ کہے گا۔ یہ سوچنے کی بات ہے اور انصاف کا تقاضا ہے کہ اس معاملہ پر غور کیا جائے کہ اسلام میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کس انداز پر بیان ہوئی ہیں اور ہندوؤں کے مذہب میں کیا واہی تباہی باتیں مذکور ہیں۔ ہمارے (مسلمانوں کے) نزدیک سب کا خالق، نفع و نقصان بخشنے والا اللہ کے سوا کسی اور کو سمجھنا شرک ہے۔ جب کہ ہندوؤں نے خدا ہی کو معطل قرار دے دیا۔ استغفراللہ۔ ہم تیری پناہ مانگتے ہیں۔ اس بات سے کہ ہم تجھ کو جو عالم الغیب ﷻ و الشہادۃ ہے نادان

ٹھیرائیں یا تجھ کو معطل سمجھیں اور تیرے علاوہ کسی دوسری ہستی کو کائنات کا پیدا کرنے والا اور نفع و نقصان بخشنے والا سمجھیں اور تیرے سوا کسی اور سے خوف کھائیں اور اس سے امیدیں وابستہ کریں۔ پروردگار تو ہی سب کا مالک' خالق' اور زندہ کرنے والا ہے تو ہی مارنے والا ہے اور عزت دینے والا ہے۔ ذلت بھی تو ہی دیتا ہے اور جزا و سزا بھی تو ہی دینے والا ہے تو جو چاہے کرے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ سب تیرے بندے ہیں' تیرے سامنے عاجز ہیں۔

بالفرض اگر ہندو یہ کہیں کہ بید (وید) اور شاستروں کی بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ سب کچھ جانتا اور بغیر کانوں کے سنتا اور بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے اور خلقت کو پیدا کرتا ہے اور مہا بھارت کے پہلے باب میں حق تعالیٰ کی صفت میں اس طرح لکھا ہے کہ برہما' مہادیو' بشن او اندر سب کو اس نے پیدا کیا ہے اور وہ ہمیشہ سے ہے اور رہے گا وہ فنا نہیں ہوتا۔ وہ سب جگہ محیط' کریم ہے' بخشندہ ہے۔ ضعیفوں کو قوی کرنے والا ہے۔ اس بارے میں یہی کہا جائے گا کہ جو کچھ مندرجہ بالا سطور میں واہی تباہی بتلایا گیا ہے وہ بھی تو بید (وید) اور شاستروں ہی سے ثابت ہے۔ اس کی تفصیلات آگے بیان کی گئی ہیں۔ مختصراً" اگر ان شاستروں سے جن سے خدا کا معطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان کو مردہ ہونے کا اعلان کردیا جائے تو کسی حد تک بات قابل سماعت ہوسکتی ہے لیکن اس کے برخلاف ہندو تمام شاستروں کو ست یعنی حق سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ الزام باقی رہ جاتا ہے۔ دوسرے ہندوؤں کے اکثر شاستروں کا خلاصہ تو یہی ہے کہ خدا خالق نہیں ہے اگر کہیں کوئی ایک آدھ بات اس کے برخلاف ہوئی بھی تو وہ غیر اہم ہے۔

اوتاروں کی حقیقت:

ہندوؤں کے دین میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص باغی اور متکبر ہوکر سرکشی کرتا ہے اور اس طرح دیوتاؤں کو تکلیف دیتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک شکل اختیار کرلیتا ہے، یعنی ایک جسم میں اترتا ہے اس واسطے اس کو اوتار کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک خدا تعالیٰ نے چوبیس مرتبہ جسم اختیار کیا۔ ان میں سے اور ان چوبیس میں سے دس کو بہت اشرف سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے چار اوتار "ست [۱۸] جگ" کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ پہلا مچھ اوتار ہے۔ کہتے ہیں کہ سنگھار سرویت برہما کے چاروں ویدوں [۱۸] کو چرا کر نگل گیا، اور سمندر میں غائب ہوگیا۔ برہما نے مجبور ہوکر بھگوان سے عرض کیا۔ بھگوان نے مچھلی کی صورت اختیار کرکے سمندر کی تہہ میں جاکر سنگھار سرویت کو مارو یدوں کو اس کے پیٹ سے نکال کر برہما کے حوالہ کیا۔ دوسرا کچھ اوتار ہے کہتے ہیں کہ دیوتاؤں نے چودہ رتن نکالنے کے لیے چاہاکہ سمندر کو دہی کی طرح بلودیں۔ مندراچل پہاڑ کی رائی اور باسک ناگ [۱۹] کی اس میں رسی ڈال کر سمندر کو بلونے لگے۔ مندراچل پہاڑ جو پہاڑ بہت گراں (بھاری) تھا پاتال (تحت الثریٰ) کو جانے لگا۔ اس کو سنبھال نہ سکے لاچار ہوکر بھگوان سے عرض کیا۔ بھگوان نے خود کچھوے کی صورت اختیار کرکے اس پہاڑ کے نیچے اپنی پیٹھ رکھی تب دیوتاؤں نے حسب دل خواہ چودہ رتن سمندر سے نکالے اور وہ چودہ رتن یہی ہیں انبرت (۱) یعنی اب حیات (۲) ہلاہل یعنی زہر (۳) مدھرا یعنی شراب (۴) لچھمی۔ یعنی بشن کی بیوی (۵) کام دہین [۲۰] گائے سپت مکھی یعنی سات منہ والا گھوڑا۔ سورج کی سواری کا، چندرما یعنی زنبھا پانز یعنی ناچنے والی عورت جو اندر کے آگے مجرا کرتی ہے، کلپ برچھ یعنی درخت جو سرگ (سورگ) میں ہے، (۸) گوسب مٹی جواہر دھسر (۹) بید نام طبیب کا ہے، (۱۰) ایراپت فیل

کا نام ہے' (۱۱) دھنک یعنی کمان جو بشن کے ہاتھ میں ہے (۱۲) سنکھ جو ہندو پوجا میں بجاتے ہیں۔ تیرا باراہ اوتار کہتے ہیں کہ ایک دیت (دیو) ساری زمین کو مع ساکنان زمین کے بوریہ کی طرح لپیٹ کر پاتال (تحت الثری) کو لے گیا۔ بھگوان خوک (مینڈک) کی صورت اختیار کرکے پاتال میں جاکر اس دیت کو مار کر زمین کو اس کے ہاتھ سے چھڑا لایا۔ چوتھا نرسنگھ اوتار: کہتے ہیں کہ ہرن کسب دیت نے لوگوں سے کہا تم میری عبادت کرو۔ پرہلاد اس کا بیٹا خدا پرست تھا۔ ہرن کسب نے لوہے کا ستون آگ میں سرخ کر کے ارادہ کیا کہ پرہلاد کو اس سے باندھے۔ بھگوان[۲۱] نے اسی وقت ایسے جانور کی شکل پر کہ آدھا اگلا بدن اس کا شیر کا اور آدھا پچھلا بدن اس کا انسان کا تھا ظاہر ہو کر ہرن کسب کو ہلاک کیا۔ کہتے ہیں کہ تین اوتار ترتیا جگ میں ہوئے ہیں۔ پہلا باون اوتار۔ کہتے ہیں کہ بھگوان نے دیوتاؤں کے التماس کے بموجب باون انگلی کے برابر جسم اختیار کر کے راجہ بل کو جو بہت عادل اورخوش خصال تھا چھل یعنی مکر کے ساتھ سلطنت سے خارج کیا۔ چنانچہ اس چھل یعنی مکر کو بھگوان کے مناقب میں داخل کرتے ہیں۔ دوسرا پرس رام اوتار کہتے ہیں کہ راجہ "سہسر باہو"(جس کے ایک ہزار ہاتھ بتلائے جاتے ہیں[۲۲])چھتری نے جمد گن برہمن کو جو پرسرام کا باپ تھا اور خود اس کا ہم زلف بھی تھا'قتل کر دیا۔ بھگوان اس کا بدلہ لینے کو جمد گن کے گھر پیدا ہوا تھا۔ ایک تیر ہاتھ میں لے کر ایک خون کے بدلے سارے جہان کے چھتریوں کو قتل کر ڈالا اور چھتریوں کا تخم جہان میں نہ چھوڑا۔ ان مقتولوں کی عورتوں سے برہمنوں نے جماع کیا۔ ان سے جو اولاد باقی رہی اب کھتری اور چھتری کہلاتی ہے۔ تیسرا رام چندر اوتار: جو راون دیو کے قتل کے لئے راجہ دسترتھ[۲۳] کے گھر پیدا ہوا۔ رام چندر کی بیوی سیتا کو راون دیو پکڑ کر لے گیا۔ رام چندر نے ہنومان[۲۴] کی مدد سے اس کو ہلاک

کیا اور اپنی بیوی کو چھڑا لیا۔ بالمیک کی رامائن[25] میں لکھا ہے کہ ان کی بہن شورپ نکھار[26] نے رام چندر سے اپنا بیاہ کرنا چاہا۔ رام چندر نے کہا کہ میرا بیاہ[27] ہو گیا ہے۔ میرے بھائی لچھمن کا نہیں ہوا۔تو اس کے پاس جا' حالانکہ لچھمن کا بیاہ بھی ہو چکا تھا اور مخفی طور پر کہلا بھیجا کہ تو اس عورت کے ناک کان کاٹ لے۔ لچھمن نے ایسا ہی کیا۔ کہتے ہیں کہ اس سبب سے راون اور رام چندر میں فساد برپا ہوا تھا اور لکھا ہے کہ رام چندر نے عوام الناس اور برہمنوں کو قتل کیا اور اپنی بیوی کو راون سے چھڑا کر پھر اپنے گھر میں داخل کیا۔ وہ اس سبب سے ایسا ناپاک ٹھہرا کہ اجودھیا(بھارت میں ایک شہر کا نام ہے)کہ لوگ اس سے پرہیز کرنے لگے۔ دو اوتار دو اپر جگ میں ہوئے ہیں۔ پہلا کرشن اوتار:کہتے ہیں کہ بھگوان نے کنس نام شخص کے قتل کے واسطے متھرا کے راجہ باسدیو (کنھیا کے والد کا نام)کے گھر دیو(کنھیا کی ماں کا نام)کے پیٹ سے کہ کنس کی چچیری بہن تھی تولد ہو کر کنس کو قتل کیا اور متھرا کی حکومت راجہ اگر سین کو دی۔ اس اوتار نے عورتوں سے بہت ہنسی کھیل کیا ہے[28] دوسرا بودھا اوتار:یہ آدمی کی صورت صندل سے تراشی ہوئی اب تک جگن ناتھ میں موجود ہے۔ جب پرانی ہو جاتی ہے پھر نئی بنا دیتے ہیں۔کہتے ہیں کہ جو کوئی ساری عمر میں اس کا ایک بار درشن کر لے اس کے تمام عمر کے گناہ عبادت بن جاتے ہیں اور اس مقام میں ہندو ایک دوسرے کے جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ ایک اوتار کل جگ یعنی آکر زمانے میں سنبھل شہر میں وشین دت برہمن کے گھر میں پیدا ہو گا جس کو کلکے اوتار کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ تمام خلقت جو کلجگ کی تاثیر سے بگڑ گئی ہوگی پھر درست ہو جاوے گی اور ست جگ کا زمانہ شروع ہو گا۔

حواشی

ا۔ کن لفظ عربی کا ہے۔ اس کے معنیٰ "ہوجا"۔

۲۔ دو تخلیقی قوتوں کا مجموعہ ایک اگیان دوسری پھیپ شکت اس کے اور بھی معنیٰ ہیں۔

۳۔ اندرمن کہتا ہے کہ خدا نے قریش کو نائب کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قریش کو پہلوں کو ہلاک کر کے ان کا خلیفہ کیا اور ملا ئکہ کو الوہیت میں کوئی دخل نہیں۔ وہ تو کارپردازوں اور عاملوں کی طرح ہیں۔

نوٹ:اندرمن کہتا ہے کہ یہ تینوں (برہما،بشن اور مہادیو) اس کے بنائے ہوئے ہیں جن میں بشن (وشنو) باقی دونوں سے اشرف ہے کیونکہ وہ اوتار ہے اور بید (وید) میں صراحت ہے کہ ان تینوں کا کوئی وجود نہیں۔ یہ حرف خدائے تعالے کے نام(صفاتی) ہیں (سوط الجبار ص ۱۴)اور اس میں لکھا ہے کہ مہابھارت کے مطابق گنگا نے آٹھ بشن کو راستہ میں متفکر دیکھ کر حال پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم .بشٹ کی بددعا سے زمین میں جائیں گے۔ اگر تیرے پیٹ سے پیدا ہوں توخوب ہے اور تو ہم کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالے۔ گنگا نے کہا ایک کو رکوالوں گی تاکہ شوہر کی صحبت ضائع نہ ہو جائے۔ آٹھ بشن اس پر راضی ہوئے اور وعدہ کیا کہ تیرے اس آٹھویں فرزند کو اپنی صفات میں سے آٹھواں حصہ دیں گے اور وہ آٹھواں بیٹا .بھیکم پتانہ ہے۔ مہابھارت کی فصل موج دھرم میں ہے کہ آخر بدکارلے بشن(VISHNU)اور برہما کو خلق کی نگہبانی کے لیے پیدا کیا اور جاگدیشن (خدا)نے برہما کو گود میں لے کر کہا کہ دنیا کا کاروبار میں نے تجھ کو سونپا اور میں فارغ ہوا۔ اسی میں ہے کہ دیوتوں ناراین آپس میں جھگڑتے ہوئے لپٹ گئے۔ اس طرح خلائق میں فساد پیدا ہوا۔ آخرکار برہما نے صلح کرائی اور ایک نے دوسرے کو آغوش میں لیا۔ ناراین نے مہادیو سے کہا کہ ناراض نہ ہونا تیرے ترسول کا داغ میرے سینے پراچھا معلوم ہوگا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ دنیا کا

خداوند قیامت کے دنیا کو نگل لیتا ہے اور سو جاتا ہے اور جب اٹھتا ہے تو دنیا اسی طرح ہوجاتی ہے۔ جگدیش دریائے عمان میں ہوتا ہے۔ پریشان حال اور زرد صورت' سر گھوڑے جیسا اور جسم آدمی کی طرح ۔ اندر من کہتا ہے کہ ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ بشن (وشنو)خدا کا اوتار ہے اور برہما اور مہادیواس کے برگزیدہ ہیں۔ برہما کو امور عالم کا ذمہ دار بنایا اور مہادیو کو دنیا فناکرنے پر مامور کیا۔

۴۔ شائد مہابھارت کے بن چرب میں ہے۔

۵۔ کتاب کا نام جسے ہندو کاتک کے مہینے میں برہمنوں سے سنا کرتے تھے۔

۶۔ ایک دیوتا جسے بہشت کا راجہ بتلایا جاتا ہے۔

۷۔ پہاڑ کا نام جو مہادیو کے رہنے کی جگہ ہے۔

۸۔ مہادیو کا نام "شب" یا "شو"

۹۔ زہرہ ستارہ جس کو ہندو سب دیوتاؤں کا مرشد کہتے ہیں۔

۱۰۔ دیوتاؤں کا سردار یعنی جنیاں۔

۱۱۔ ہندوؤں کی کتابوں کے مطابق ایک دغاباز اور فریبی دیوتا کا نام ہے جس کو بشن کا دل یعنی ارادو کہا جاتا ہے۔ ہندو فوج بشن کو بھی بڑا فریبی جانتے ہیں۔

۱۲۔ جو مہادیو کے غصہ کی آگ سے پیدا ہوا تھا۔

۱۳۔ یہ مضمون اسگندھ اور "شیو پوران" سے لیا گیا ہے۔ تمام اٹھارہ پورانوں میں سے تین پوران معتبر ہیں۔ اسگندھ' پدم اور شیو پوران۔ "سوط" صفحات ۸۴۔۸۵ جلد ثانی۔

۱۴۔ ہندوؤں کا ایک معبود جس کا سر ہاتھی کا سا ہے۔

۱۵۔ ابدیا یعنی نادانی کا سیشدہ یعنی پیوند۔

۱۶۔ جاننے والا چھپے اور کھلے کا جو چیز ہماری نظر سے پوشیدہ ہے اس کو بھی وہ جانتا ہے' دیکھتا ہے اور اس سے کوئی چیز کسی وقت پوشیدہ نہیں۔

۱۷۔ ہندوؤں کے یہاں زمانے کے چار دور ہیں۔ ست جگ، ترتیا جگ، دوا پر جگ اور کل جگ۔

۱۸۔ ہندوؤں کے بقول یہ آسمانی کتابیں ہیں جو برہما پر نازل ہوئیں۔

۱۹۔ ایک قسم کا سانپ جس کو ہندو دیوتا سمجھتے ہیں۔

۲۰۔ کہتے ہیں کہ بہشت میں ایک گائے ہے جس سے طرح طرح کے طعام حاصل ہوتے ہیں۔

۲۱۔ ایسا مرد جس کا منہ شیر کا ہو۔

۲۲۔ چھتری یا کھتری: ہندوؤں کی ایک مشہور قوم۔

۲۳۔ رام چندر کے باپ کا نام ۲۴۔ لنگور کی شکل کا ایک دیوتا۔

۲۵۔ راماین ایک مشہور کتاب۔

۲۶۔ شورپ چھاج کو کہتے ہیں۔ اس عورت کے ناخن چھاج کے برابر بتلائے جاتے ہیں۔

۲۷۔ تلسی داس کی راماین میں یہ ذکر موجود ہے۔

۲۸۔ بھاگوت (بھگوت) کے اول باب میں ہے کہ شری کرشن منتظر تھے کہ جب عورتیں نہانے گئیں وہاں پہنچے۔ جب انہیں غافل دیکھا ان کے کپڑے لے کر درخت پر چڑھ گئے۔ جب وہ نہا کر نکلیں بہت خوشامد سے کپڑے مانگے۔ مہاراج نے کہا جب تک تم میرے سامنے برہنہ ہو کر نہ آؤ گی کپڑے نہ دوں گا۔ ناچار آگے پیچھے ہاتھ رکھ کر شرمگاہوں کو چھپا کر حاضر ہوئیں۔ فرمایا۔ اس طرح نہیں۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر میرے سامنے آؤ۔ مجبوراً" ایسا ہی کیا تب کپڑے ملے۔

فصل دوم

فرشتوں کے بارے میں

اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے فرشتے اللہ کے بندے ہیں' نور سے پیدا کئے گئے ہیں' نہ مرد ہیں نہ عورت' نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ اللہ کا ذکر ان کی زندگی ہے۔ وہ پاک ہیں اور گناہ نہیں کرتے۔ جس جس ۱؎ کام پر اللہ نے مقرر کردیا ہے اس پر قائم ہیں کبھی اللہ کی نافرمانی اور فساد نہیں کرتے اور ان کی کل تعداد کتنی ہے اللہ تعالی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالی نے ان کو بہت قوت ۲؎ عطا کی ہے نور زور دیا ہے۔

ہندوؤں کے یہاں فرشتوں کا حال واضح نہیں مگر یہ کہا جاتا ہے کہ مخلوقات کی ایک قسم "دیوتا" ہیں جو مرد بھی ہیں اور عورت بھی جن کو "دیوتے' اور دیوتیاں" (دیو اور دیویاں) کہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے کام ان کے تابع ہیں۔ مثلاً" اندر دیوتا جو جنت (سورگ) کا راجہ ہے' مینہ برساتا ہے۔ جم راج یعنی دھرم رائی نرک ۳؎ کا داروغہ جو مرنے کے بعد خلقت کا انصاف کرنے والا ہے۔ نارو دیوتا جو بشن (VISHNOO) کا دل ہے۔ چترگپت متصدی دفتر نویس ہے۔ لوگوں کے اعمال لکھنے والا ہے۔ برشپت دیوتا جو ان سب کا گرو ہے۔ ان دیوتاؤں کے علاوہ اور بھی دیوتا ہیں (جو اندر کے مقام پر رہتے ہیں یا مخصوص جگھوں پر متعین ہیں) سانگھ شاتر میں لکھا ہے کہ دیوتا آٹھ قسم کے ہیں۔ پراجاپتی ۴؎ اینڈر پیتر کاند نرب

۵۔ نچہ راچھس ۶۔ براہمے پیساج : ان سب میں تین دیوتاؤں کو سب سے افضل سمجھا جاتا ہے ایک برہما۔ دوسرا بشن۔ تیسرا مہادیو۔ ان تینوں کو خدا کا نائب بلکہ ایک خدا کو تین خدا مانتے ہیں اور پدم پوران ۷۔ کے مطابق سب دیویوں میں تین دیویاں سب سے افضل ہیں جو تینوں دیوتاؤں کی مددگار ہیں۔ ایک مہاکالی کہ مہادیو کی مددگار ہے۔ اس کا وطن مغرب کی طرف کراچی کے نزدیک ہنگ لاج ہے اور اس کا ظہور کانگڑہ اور جوالا مکھی (شمالی بھارت) وغیرہ اڑتالیس کوس میں یکسر سے جامنڈا۔ (جامنڈہ دیوی کے نام پر جگہ کا نام) تک ہے۔ دوسری مہاچھمی (مہا لکشمی کہ بشن کی یادگار ہے۔ اس کا وطن بندھیاچل (پہاڑ) ہے اور اس کا ظہور دولت میں ہے۔ تیسری سارستی جو برہما کی مددگار ہے۔اس کا وطن کشمیر ہے اور اس کا ظہور پھوبیہ شہر کے نزدیک نہر کی صورت میں ہے۔

کہتے ہیں کہ ان تینوں دیویوں سے نو کروڑ دیویاں موجود ہوئی ہیں اور یہ بھی کہ دیوی اور دیوتا کھاتے پیتے بھی ہیں۔ چنڈی پاٹ (ایک کتاب کا نام) سے معلوم ہوتا ہے کہ چنڈی دیوی نے شراب پی ہے کیونکہ دیوتاؤں کے لیے گناہ' فساد اور خدا کی نافرمانی سے پاک ہونا شرط نہیں ہے۔ ان کے بقول دیوتاؤں سے ایسے برے کام صادر ہوئے ہیں کہ ان سے ہر سمجھدار آدمی کو شرم آتی ہے۔ چنانچہ کچھ بیان اس کا انشاء اللہ تعالٰی اس باب کی چوتھی فصل میں برہما کی تعریف میں آوے گا۔ مہابھارت کی اوپرپ میں لکھا ہے کہ راجہ اپرچھر شکار کے لیے گیا اور جنگل میں اپنی بیوی کو یاد کیا تو اس کا مادہ حیات خارج ہوگیا۔ راجہ نے اس نطفہ کو ایک پتے میں رکھ کر باز کے ہاتھ اپنی بیوی کے پاس بھیج دیا۔ راستہ میں ایک اور باز اس پتہ کو طعمہ (کھانے کی چیز) سمجھ کر اس باز سے آلپٹا۔ پتے میں سوراخ ہوگیا۔ راجہ کا نطفہ وہاں سے نکل کر پانی میں ایک مچھلی کے منہ میں جاپڑا اور یہ مچھلی ایک اپشیرہ یعنی

بہشت کی عورت تھی کہ برہما کی دعا سے مچھلی بن گئی تھی۔

الغرض دس ماہ کے بعد ایک مچھیرے نے اس مچھلی کو پکڑ کر جب شکم چاک کیا تو ایک لڑکا اور ایک لڑکی اس کے پیٹ سے نکلے۔ مچھیرا ان کو راجہ اپرچھر کے پاس لے گیا۔ راجہ نے اس لڑکے کو اپنا بیٹا بنا کر رکھا اور لڑکی مچھیرے کو دے دی۔ اس نے لڑکی کا نام ستونتی رکھا۔ جب جوان ہوئی نہایت صاحب جمال اور راست گو تھی اور اس کے بدن سے مچھلی کی بو آتی تھی۔ اس واسطے اس کو مچھ گندھا ؁ بھی کہتے تھے اور اس مچھیرے نے ایک چھوٹی کشتی اس کے حوالہ کردی اور وہ مسافروں کو بلا اجرت دریا سے پار کیا کرتی تھی۔ ایک بار پراسر رکھ وہاں آپہنچا اور اس لڑکی پر عاشق ہوا جماع کا قصد کیا۔ لڑکی نے کہا کہ برہمن وغیرہ جب ہم کو اس فعل بد میں دیکھیں گے کیا کہیں گے؟ پراسر نے ایسا منتر پڑھا کہ ابر ظاہر ہوا اور اندھیرا ہوگیا۔ اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا لڑکی نے کہا۔ میں کنواری ہوں میری بکارت زائل ہوجائے گی تو فضیحت ہوگی۔ پراسر نے کہا تیری بکارت پھر بدستور ہوجاوے گی اور تو مجھ سے کچھ اور بھی مانگ۔ لڑکی نے کہا میرے بدن کی بدبو دور ہوجاوے۔ پراسر نے دعا کی اس کے بدن سے بدبو کی بجائے خوشبو آنے لگی کہ ایک جوجن، یعنی چار کوس تک پہنچتی تھی۔ پھر اس کا نام جوجن گندھا مشہور ہوگیا۔ الغرض اس مستجاب الدعوات شہوت پرست نے اس ستونتی سے جماع کیا اور اس کے نطفہ سے اسی وقت ایک لڑکا پیدا ہوا اور جلد جولان ہوا اور جنگل کو عبادت کے لیے چلا گیا اور اپنی ماں سے کہہ گیا کہ وقت مشکل کے مجھ کو یاد کرنا اور اس لڑکے کا نام بید بیاس ہے یعنی بید ؁ کو جدا جدا کرنے والا کہتے ہیں کہ بید (وید) کے چار حصے اسی نے کیے۔ جب اس لڑکی سے مچھیرے وغیرہ نے پوچھا کہ تیرے بدن سے یہ کیسی خوشبو آتی ہے، تو اس نے کہا کہ میں نے ایک عابد مستجاب

الدعوات کو دریا سے پار کیا تھا۔ اس نے میرے حق میں دعا کی۔ یہ اس کی برکت ہے۔ چنانچہ پھر اس لڑکی کا نام جوجن گندھا رکھا گیا۔ اتفاقاً" ایک راجہ اس لڑکی پر عاشق ہوا اور اس نے اس کے باپ سے اس کو مانگا۔ باپ نے کہا کہ ایک شرط پر دیتا ہوں کہ اس کی اولاد تیری ولی عہد ہو۔ راجہ نے یہ منظور نہ کیا اور وزیر سے کہا کہ مناسب نہیں کہ میرے ایک بیٹا گنگا کے پیٹ سے موجود ہو اس کے ہوتے ہوئے ملاح کی اولاد کو حکومت اور ریاست سپرد کردوں' لیکن راجہ کے دل میں عشق کی آگ بدستور بھڑک رہی تھی۔ راجہ کے بیٹے نے جو گنگا کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور جس کا نام بھیکم (بھیشم) تھا'اس حال سے واقف ہوکر ستونتی کے باپ کے پاس آکر یہ عہد کیا کہ ستونتی کی اولاد صاحب ریاست ہوگی 'ستونتی کو ملاح سے لے کر اپنی گردن پر اٹھا لایا اور باپ کے حوالے کی۔ اس سے دو بیٹے ہوئے۔ راجہ کے مرنے کے بعد ستونتی کا بڑا بیٹا حاکم ہوا۔اس کے بعد چھوٹا بیٹا مسند پر بیٹھا۔ بھیکم نے بنارس کے راجہ کی دو بیٹیوں کو زبردستی پکڑا اور لاکر اس سے بیاہ دیں۔ لیکن اس کے اولاد نہ ہوئی جب وہ مرگیا تو ستونتی نے بھیکم سے کہا کہ تیرے بھائی کی دو جوروئیں (بیویاں) موجود ہیں تو ان سے صحبت کر تاکہ نسل باقی رہے۔ بھیکم نے منظور نہ کیا آخرش یہ بات ٹھہری کہ ستونتی نے بید بیاس (پراسر کا تخم) کو جنگل سے بلا کر فرمایا کہ تو اپنے بھائی کی بیویوں سے جماع کر تاکہ اولاد باقی رہے۔ بیاس ؑ نے منظور کیا کہ پہلے ایک عورت کے پاس گیا۔ اس نے بیاس کی صورت دیکھی۔ بال سرخ اور سیاہ الجھے ہوئے' آنکھیں جلتی ہوئی' ڈاڑھی اور موچھیں سرخ' وہ عورت دہشت میں آگئی اور آنکھیں بند کرلیں۔ بیاس نے اس سے جماع کیا اور اپنی ماں سے کہا کہ اس عورت سے لڑکا پیدا ہوگا جو صاحب نصیب' زور آور اور عقل مند بادشاہ ہوگا۔ لیکن اس عورت نے مجھ کو دیکھ کر

آنکھیں بند کرلیں لہٰذا وہ لڑکا اندھا ہوگا۔ چنانچہ اس سے راجہ ہرتراشٹ پیدا ہوا
کہ اندھا تھا پھر بیاس بحکم ستونتی کے دوسری عورت کے پاس گیا۔ بیاس کی
صورت سے اس عورت کو ایسی دہشت ہوئی کہ رنگ زرد ہوگیا۔ بیاس نے اس
سے جماع کیا اور کہا کہ اس عورت کا رنگ میری دہشت سے زرد ہوگیا لہٰذا اس کا
بیٹا پانڈ بھی سفید رنگ کا زردی آمیز ہوگا۔ اس عورت سے راجہ پانڈ پیدا ہوا۔ پھر
ستونتی نے اسی عورت کو بیاس سے جماع کروانا چاہا۔ اس عورت نے بیاس کی
ڈراؤنی صورت کے خوف سے اپنی باندی کو اپنی پوشاک پہنا کر بیاس کی خدمت میں
حاضر کیا۔ اس باندی نے بیاس کی بہت تعظیم کی۔ بیاس نے اس سے جماع کیا۔
اس سے راجہ بدر پیدا ہوا۔ ایک روز راجہ پانڈ شکار کے لیے باہر گیا۔ جنگل میں
ایک بزرگ اور ان کی بیوی ہرن کی صورت اختیار کرکے جماع کر رہے تھے۔ راجہ
پانڈ نے اس کے تیر مارا۔ اس نے راجہ کے حق میں بددعا کی کہ تو جب جماع کرے
تو ہلاک ہوجائے۔ راجہ پانڈ نے گھر میں آکر اپنی عورتوں سے یہ قصہ کہا کہ اب
میں جماع نہیں کرسکتا اور میں نے سنا ہے کہ لاولد بہشت میں نہیں جاتا پھر اپنی
بیوی کنتی سے کہا کہ جس طرح ہوسکے میرے لیے اولاد حاصل کر۔ پس کنتی نے
کہیں کہیں سے تین بیٹے حاصل کیے۔ ایک جدہشتر، دھرم دیوتا سے، دوسرا بھیم
سین، پون دیوتا سے، تیسرا ارجن، اندر دیوتا سے۔ راجہ پانڈ اس بات سے خوش ہوا
اور کہا جیسے تونے اولاد حاصل کی اسی طرح مادری (جو اس کی دوسری بیوی تھی)
کے لیے بھی اولاد حاصل کر۔ چنانچہ کمار دیوتا سے مادری کے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک
نکل، دوسرا سہدیو اور یہ پانچ بھائی پانڈو کہلائے (یعنی جدہشٹر یا بدھشٹر، بھیم سین،
ارجن، نکل اور سہدیو) ان پانچوں کی ایک جورو تھی جس کا نام دروپدی تھا۔ یہ
عورت ہر ایک بھائی کے پاس سات سات دن زوجیت کے لیے رہتی تھی۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ بھیکم اپنی سوتیلی ماں ستونتی ۱۲ سے کہنے لگا کہ ایک عابد کا بھائی یعنی برشبت ۱۳ دیوتا اپنے عابد بھائی کی بیوی سے جس کا نام ممتا تھا' جماع کرنے کو آیا ۱۴ ممتا نے کہا کہ مجھ کو تیرے بھائی سے حمل ہے اور اس کا لڑکا جو میرے پیٹ میں ہے بید (وید) پڑھتا ہے اور اگر تو اس حالت میں جماع کرے گا تو ساتھ ہی تیرا نطفہ ٹھہر جاوے گا مگر برشپت ضبط نہ کرسکا اور اس سے صحبت کرنے لگا۔ لڑکا پیٹ میں سے بولا کہ میری جگہ کو تنگ مت کر مگر اس نے نہ مانا حتی کہ بچے نے قدم آگے بڑھا کر بچہ دانی کا منہ بند کردیا اور اس طرح برشپت کا نطفہ ضائع ہوگیا۔ برشپت نے خفا ہوکر کہا کہ تونے میرا عیش بے مزا کردیا۔ میں بھگوان سے چاہتا ہوں کہ تومادر زاد اندھا ہو' چنانچہ دعا قبول ہوئی لڑکا اندھا ہی پیدا ہوا مگر وہ لڑکا عالم (ویدوں کا جاننے والا) ہوا اس کو ایک صاحب جمال بیوی ملی۔ کئی بیٹے ہوئے۔ ایک بیٹے کا نام گوتم تھا مگر اس کی بیوی اس سے مطمئن نہ تھی۔ ایک دن اس نے اس دل گیری کا سبب اپنی بیوی سے پوچھا تو اس نے تنگی رزق کی شکایت کی تو خاوند نے کہا کہ تو مجھ کو چھتروں ۱۵ کے پاس لے چل کہ کچھ ان سے مانگ کر تجھ کو دوں۔ عورت خفا ہوکر بولی۔ میں مانگا ہوا مال نہیں چاہتی اور آج سے میں تیرے گھر کا انتظام نہیں کروں گی تو جو چاہے کر۔ خاوند نے کہا کہ آج سے میں یہ قاعدہ قائم کروں گا کہ کوئی عورت ایک خاوند کے سوا دوسرا خاوند نہ کرسکے گی اور اگر جو کرے گی تو دنیا میں رسوائی ہوگی اور عاقبت میں عذاب ہوگا۔ عورت یہ سن کر خفا ہوئی اور اپنے لڑکوں سے کہا کہ اس کو دریا میں ڈال دو۔ دونوں لڑکوں نے اپنے باپ کو تختہ سے باندھ کر گنگا ندی میں بہادیا۔ یہ (ویدوں) کا عالم بہتا ہوا اس جگہ پہنچا جہاں راجہ بل نہا رہا تھا۔ راجہ اس کو اپنے گھر لے گیا۔ راجہ کا ارادہ یہ تھا کہ اس نابینا (عالم) سے اس کی بیویاں اولاد حاصل کریں اور اس

غرض سے اپنی ایک بیوی کو اس کے پاس بھیج دیا۔ اس عورت نے اندھے کے پاس جانے سے گریز کیا اور اپنی جگہ دائی کو بھیج دیا۔ اس دائی کے اس نابینا عالم سے گیارہ بیٹے ہوئے۔ اندھے نے ان کو وید پڑھایا پھر راجہ نے اپنی دوسری عورت اس کے پاس بھیجی۔ اندھے نے اس کے بدن پر ہاتھ رکھا اور کہا تیرے ایک بیٹا زور آور پیدا ہوگا۔ وہ عورت اسی وقت حاملہ ہوئی اور اس کے ایک لڑکا پیدا ہو۔ بھیکم نے کہا اسی طرح اچھے نیک چھتری برہمنوں سے پیدا ہوتے رہے ہیں اور اسی کتاب کے آدپرب میں لکھا کہ بسوامتر نے جب بہت عبادت کی تو اندر ۱۹۔ دیوتا ہولناک ہوا کہ مبادا یہ شخص کثرت عبادت سے میری منزل یعنی بہشت کا راج لے لے' لہٰذا اس نے ایک عورت اپشرہ کو بہشت سے بھیجا تھا تاکہ وہ عورت اپنے ناز و کرشمہ سے بسوامتر کو اپنی صحبت میں مائل کرے اور عبادت سے باز رکھے۔ اسی کتاب کی آدپرب میں لکھا ہے بیشم پائن نے راجہ خنجر سے کہا کہ راجہ پرچر تارک دنیا ہوکر عبادت کرنے لگا۔ اندر دیوتا نے اس کو طرح طرح کی باتوں سے فریب دے کر عبادت سے ہٹادیا۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ اندر دیوتا اور چندرمان دیوتا دونوں اہلیا نام کی گوتم رکھ کی بیوی پر عاشق ہوئے۔ ان دونوں میں سے ایک نے مرغ کی صورت بن کر آدھی رات کو آواز بلند کی۔ گوتم رکھ نے جانا کہ مرغ بولتا ہے ۔ صبح ہوگئی جلدی سے اٹھ کر نہانے کے لیے گنگا پر گیا۔ گنگا نے کہا کہ ابھی بڑی رات ہے۔ نہانے کا وقت نہیں ہوا۔ گوتم رکھ گھر میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ چندرمان دیوتا دروازہ پر کھڑا ہوا نگہبانی کر رہا ہے اور اندر دیوتا اس کی بیوی کے ساتھ مباشرت کر رہا ہے۔ گوتم نے خفا ہوکر مرگ چھالا یعنی ہرن کی کھال چندرمان کے ماری اور سراپ یعنی بد دعا کی کہ اس کا داغ تمام عمر تیرے بدن پر رہے گا۔ اسی وقت سے سیاہی کا داغ چندرمان کے بدن

پر پڑ گیا اور جو سیاہی کہ چاند میں نظر آتی ہے اسی کا نشان ہے اور اندر خوف سے بھاگ گیا۔ گوتم رکھ نے اندر کو سراپ دیا کہ تونے ایک فرج کے واسطے یہ محنت اٹھائی۔ تیرے بدن پر ہزار فرجیں ظاہر ہوجاویں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اندر کے بدن پر ہزار فرجیں ظاہر ہوگئیں۔ اندر اس کی شرم سے چھپ کر تالاب کے درمیان کنول کی جڑ میں جا چھپا۔ قصہ مختصر مدت دراز کے بعد بشن کی مہربانی سے وہ فرجیں جو اندر کے بدن پر تھیں آنکھ کی صورت میں بدل گئیں۔ تب اندر وہاں سے نکلا اور سورگ (جنت) کو گیا۔ دیوان نام ایک برہمن کہنے لگا کہ دھرم رائے سے (جس کو سارے جہاں کی عدالتی کہا جاتا ہے اور جو مرنے کے بعد سب کے اعمال کا حساب لیتا ہے۔) سے کنتھی (راجہ پانڈے کی بیوی) نے بیٹا حاصل کیا۔ جس کا نام جدہشٹر (یا بدھشٹر) ہے۔ اسی واسطے اس کو دھرم پوت کہتے ہیں۔

یہ تمام بیانات جو ہندوؤں کی معتبر کتابوں میں اب تک موجود ہیں معمولی سمجھ کے آدمیوں کے لیے بھی توجہ طلب ہیں۔ زنا کا اس قدر عام ہونا اور اس پر کسی قسم کی سزا کا نہ ہونا انسانی عقل میں نہیں آتا۔ اگر ہندوؤں کی جانب سے یہ کہا جائے کہ ہاروت و ماروت فرشتوں نے بھی ایک عورت سے عشق کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت معتبر نہیں ہے۔ دوسرے اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو جس وقت ان سے یہ گناہ سرزد ہوا۔ اسی وقت ان میں صفات بشریت لاحق ہوگئ تھیں۔ وہ گناہ کے بعد نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا دی کہ وہ بابل کے کنویں میں قید اور سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔ اس کے برعکس ہندوؤں کے دیوتاؤں میں گناہ کا تصور ہی نہیں ملتا اور جب گناہ کا تصور ہی نہیں تو سزا کیسی اور کیسا اخلاق اور کیسی پشیمانی ان کو دیوتا ہی کہنا عقل و خرد پر زبردست چوٹ ہے۔

حواشی

۱۔ ان میں سے چار فرشتے بہت نامور ہیں مثلاً" حضرت جبرائیل علیہ السلام جو اللہ کی کتابیں اور اس کے حکم پیغمبروں پر لایا کرتے تھے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام جو اللہ کے حکم سے بندوں کو روزی پہنچاتے ہیں اور بارش کی تیاری بھی کرتے ہیں۔ حضرات اسرافیل علیہ السلام جو صور پھونکیں گے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام جو مرنے کے وقت جان نکالتے ہیں۔

۲۔ مصنف اندرمن نے اپنی کتاب تحفۃ الاسلام میں ملائکہ کی عصمت سے متعلق بیہودہ گفتگو کی ہے۔ اس کا جواب "سوط الجبار" اور "فتح المبین" تصنیف حضرت مولانا محمد علی صاحب میں دیا گیا ہے۔

۳۔ جہنم ۴۔ ستارہ کا نام جس کو مشتری کہتے ہیں۔

۵۔ پرجاپت کے مقام پر رہنے والے ۶۔ ناچنے گانے والے ۷۔ راگس

۸۔ ہندوؤں کی ایک مقدس کتاب کا نام ہے۔

ت نوٹ:۔ "سوط الجبار" میں لکھا ہے کہ اسکند پوران کی ادھیائے ۳۱ (صفحہ ۲۹۰ جلد اول) میں لکھا ہے کہ برہما نے دیوتاؤں سے کہا کہ بزرگ اور سب کا مالک و خالق' پالنے والا اور مارنے والا میں ہوں۔ مہادیو نے غصہ ہوکر کہا کہ تو ایسے متکبر کی بات جو کہتا ہے میں جانتا ہوں تجھ سا نادان کوئی پیدا نہیں ہوا اور جہان کا پیدا کرنے والا اور فنا کرنے والا اور سروپ جوت یعنی بیچوں و بیچگوں تو میں ہوں۔ تو میرے حکم سے پیدا کرتا ہے اور پھر میں فنا کرتا ہوں تو میرے حال سے واقف نہیں جو ایسی بات زبان پر لاتا ہے۔ برہما نے کہا تمہاری پیدائش بھی مجھ سے ہے۔ یہ قیل و قال سن کر چاروں بید جو حاضر تھے سب نے علیحدہ علیحدہ دیوتاؤں کے روبرو بیان کیا کہ پیدا کرنے والا اور فنا کرنے والا کل اشیاء کا قادر اور موجودات کا مالک و حاکم یہی مہادیو ہے۔ برہما نے کہا کہ تم کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی۔ مہادیو تو

تن پر راکھ ملے ہوئے۔ بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ پاربتی جی سے مشغول ہے۔ اس میں کون سی وضع خدا ہونے کی ہے اس پر سردنستر بید نے کہا کہ یہ مہادیو کی ظاہری صورت ہے۔ ورنہ مہادیو جی پرم برہمہ ہیں اور پاربتی ان کی قدرت کاملہ ہے۔ اور ذات لازوال منترہ ہی ہیں۔ یہ سن کر بھی برہما کو یقین نہ ہوا۔ ایک تجلی قد کی ظاہر ہوئی اور برہما کے اوپر کا پانچواں سر جلادیا۔ اور اسی قصہ میں ہے کہ بھروں ناتھ نے ایک انگلی کے ساتھ برہما کا ایک سر جس کے ساتھ اس نے مہادیو کی مذمت کی تھی کاٹ دیا اور بشن بھگوان آیا اور اس نے مہادیو کی تعریف کی اور مہادیو نے برہما کی تسلی کردی اور برہما کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر گدائی کرنے کو اور برہما کی بپتا دور کرنے کو پھرنا شروع کردیا

۹۔ گندھ کے معنی "بو" کے ہیں۔ ۱۰۔ ہندوؤں کے مطابق بید (وید) آسمانی کتاب ہے جو برہما کے زمانہ میں نازل ہوئی۔

۱۱۔ دیکھئے سوط الجبار صفحہ ۱۹۶:اندرمن کہتا ہے کہ ہمارے دین میں یہ مسئلہ ہے کہ عورت اگر بیوہ ہو جائے یا اس کا شوہر بیماری وغیرہ کی وجہ سے اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو تو اپنے شوہر کے بھائی (دیور)وغیرہ سے چند شرائط کے ساتھ اولاد حاصل کر سکتی ہے۔ اس عمل کو نیوگ کہتے ہیں۔ چنانچہ ادھیائے اول ستاچرا اور ادھیائے نہم شرح منو سمرتی ہیں ہے کہ یہ عمل نیوگ کا کل جگ میں اس لئے متروک ہے کہ اس زمانے میں خلوص نیت نہیں۔ یہ عمل اس قدر قبیح ہے کہ اس سے متعلق گفتگو کرنا اخلاق کے دائرے سے قطعی باہر ہو جاتا ہے۔ اہل عقل و خرد کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ جس مذہب کی شریعت ایسی ہو کیا اس کو الہامی کہا جاسکتا ہے؟

۱۲۔ سورسین کی بیٹی کا نام کنتی اور بیٹے کا نام باسدیو بتلایا جاتا ہے۔ باسدیو باپ ہے کرشن جی کا۔ اس طرح کنتی شری کشن کی پھوپھی ہوئی۔ کنتی سورج کی اولاد میں ہے اس لیے کہ چندر بنسی نسل سورج کے نواسہ راجہ حجات اور راجہ پرودرا سے متعلق ہے۔

۱۳۔ یعنی مشتری ستارہ جو دیوتاؤں کا گرو ہے۔ ۱۴۔ قدم قدم پر زنا کی کیفیت اہل خرد کے لیے قابل توجہ ہیں۔ کیا اس کو دین کہا جاسکتا ہے۔؟

۱۵۔ ہندوؤں کی ایک قوم کا نام ۱۶۔ اندر دیوتا کے حالات کے لیے سوط الجبار ملاحظہ کی جائے۔

فصل سوم

آسمانی کتابوں کے بارے میں

یہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض پیغمبروں پر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے کتابیں نازل ہوئیں۔ یہ کتابیں اللہ کا کلام خاص ہیں۔ ان کتابوں میں سے چار کتابیں مشہور ہیں۔

(۱) توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۲) زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری۔

(۳) انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری۔

(۴) قرآن شریف جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس کے بعد سابقہ کتابوں پر چلنے کی حاجت نہ رہی۔ اب اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ ہر شخص احکام قرآنی کی پابندی کرے۔

ہندوؤں کے نزدیک چاروں وید آسمانی کتابیں ہیں۔ مہابھارت کے مطابق بید (وید) کو بیاس نے چار حصوں میں تقسیم کردیا ہے جب کہ بعض کہتے ہیں کہ چاروں وید برہما کے چاروں منہ سے نکلے ہیں (برہما کے چار منہ ہونے کا سبب اس باب کی فصل چہارم میں بیان کیا گیا ہے۔)

قرآن پاک کی خوبیاں: قرآن پاک کی خوبیاں اتنی ہیں کہ وہ بیان سے باہر

ہیں لہٰذا ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

پہلی خوبی: آسمانی کتاب کی پہلی خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ اس زبان میں ہو جو دنیا میں بولی جاتی ہو بالخصوص اس زبان میں کہ جس نبی پر وہ کتاب نازل ہو اس کی اور اس قوم کی وہی زبان ہو تاکہ لوگوں پر اللہ کی حجت تمام ہو۔ یہ صفت قرآن مجید میں موجود ہے جب کہ ہندوؤں کے وید ایسی زبان میں ہیں کہ وہ زبان اب دنیا میں کہیں بھی بولی نہیں جاتی۔ اور ان کے بڑے بڑے پنڈتوں کا بھی یہ حال ہے کہ ہزار میں ایک ہو گا جو ویدوں کے معنی سمجھتا ہو گا۔

دوسری خوبی: یہ بھی عقل کا تقاضا ہے کہ اللہ کے جس بندے پر آسمانی کتاب نازل ہو وہ اچھی صفات سے موصوف ہو اور برے کاموں سے بچنے والا ہو۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ذریعہ قرآن پاک ہم تک پہنچا ایسی ہی صفات سے موصوف تھے (اس کا بیان چوتھی فصل میں کیا گیا ہے) جب کہ برہما جس پر ہندوؤں کے مطابق آسمانی کتابیں (چار وید) نازل ہوئیں۔ خود ہندوؤں کے بیان کے مطابق فاسق تھا۔ اور نفسانی خواہشات کا تابع تھا۔ (اس کی تفصیلات فصل چہارم میں بیان کی گئی ہیں)

تیسری خوبی: آسمانی کتاب کی یہ خوبی ہونی چاہیے کہ غیب کی جو خبریں اور دین کے جو اصول اس کتاب سے ثابت ہوں ان میں اختلاف نہ ہو ورنہ اللہ کے کلام پر کذب کا الزام آئے گا۔ قرآن شریف کی کسی بھی خبر اور اصول دین میں اختلاف نہیں ہے جب کہ ہندوؤں کے چھ شاستروں میں جو کہ ان کے بقول ویدوں

سے نکلے ہیں، اخبار اور اصول دین میں شدید اختلاف ہے۔ (اس کی تفصیل فصل پنجم و ہفتم میں بیان کی گئی ہے۔) اس کا ذکر فصل اول میں بھی اجمالاً" کیا گیا ہے۔

چوتھی خوبی: ایک آسمانی کتاب میں یہ خوبی بھی ہونا لازمی ہے کہ وہ بر سبیل عموم ساری دنیا میں پھیل جائے۔ جیسا کہ قرآن پاک اس طرح اطراف عالم میں پھیلا ہے کہ کوئی بستی اہل اسلام کی ایسی نہ ہوگی جس میں دو چار قرآن شریف نہ نکلیں گے۔ جب کہ ہندوؤں کے ویدوں کا پتہ بنارس کے علاوہ اور کہیں نہیں لگتا۔

پانچویں خوبی: جب تک اللہ تعالی کو اس آسمانی کتاب کا حکم دنیا میں جاری رکھنا ہو اس وقت تک وہ کتاب تحریف (رد و بدل) سے محفوظ رہے اور دنیا سے ناپید نہ ہوجائے۔ اس معیار پر صرف اور صرف قرآن پاک پورا اترتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک کروڑوں حافظ قرآن مجید کے اطراف عالم میں موجود رہے ہیں بلکہ خود اللہ تعالی نے قرآن مجید میں "**وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ**" (۱۵ ر ۹) فرمایا ہے یعنی "ہم اس قرآن پاک کی آپ حفاظت کرنے والے ہیں" اس پیشین گوئی کے مطابق قرآن پاک اس حد تک محفوظ رہا ہے کہ مشرق سے مغرب تک جتنے نسخہ قرآن مجید کے کسی بھی ملک میں موجود ہیں سب کا متن (عبارت) ایک ہے یعنی وہی الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک پہنچے تھے کسی میں زیر و زبر کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ ہندوؤں کے ویدوں کی تو صورت حال یہ ہے کہ نہ یہ پتہ چلتا ہے کہ کس کا کلام ہے، کس کے ذریعہ سے کس کو ملا۔ نہ کوئی اس کو زبانی یاد کرسکا۔ ہندوؤں کا بیان کہ یہ کلام قدیم برہما سے ہم کو پہنچا کوئی تاریخی اسے حیثیت نہیں رکھتا۔ خود برہما

کا وجود تاریخی حیثیت کا حامل نہیں۔ اک وہم اور خیال ہے کیوں کہ خود منوشاستر میں لکھا ہے کہ برہما نے ویدوں کو آگ، ہوا اور سورج سے حاصل کیا۔ اس کو اللہ کا کلام کہنا عقل و خرد سے دشمنی ہے۔

چھٹی خوبی: قرآن پاک باوجود بے مثال فصاحت اور بلاغت کے جھوٹ سے خالی ہے اور جتنے علوم اس وقت دنیا میں ہیں ان سب کی اصل قرآن پاک میں موجود ہے جو عقل سلیم و فہم مستقیم سے بہ آسانی سمجھے جاسکتے ہیں۔ (اس کی تفصیل فصل چہارم میں آئے گی۔)

ساتویں خوبی: ایک آسمانی کتاب میں یہ لازمی ہے کہ اس میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا ہو۔ اس کی وحدانیت کا بیان واضح طور پر ہو، مدلل ہو اور شرک (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا) کی مذمت ہو۔ جبکہ ہندوؤں کے ویدوں میں توحید کا بیان بہت ہی مختصر ہے بلکہ بعض شاستروں میں جو کہ وید سے نکلے ہیں ان میں اللہ تعالی کا خالق ہونا ہی ثابت نہیں (اس کی تفصیل فصل ہفتم میں آئے گی۔) اللہ کے علاوہ دوسروں کی تعریف کی گئی ہے اور گاتری میں جو سارے ویدوں کا خلاصہ ہے اور جس کو سب منتروں سے افضل ہونے کی وجہ سے مول منتر (اصل منتر) کہا جاتا ہے اللہ کا ذکر تک نہیں ہے بلکہ سورج کا ہی ذکر ہے۔ اور اس کا مضمون توحید کے خلاف ہے۔ (اس کی تفصیل دوسرے باب کی پہلی فصل میں آئے گی۔) واللہ اعلم بالصواب

حاشیہ

اے ہندوؤں کی تاریخی کتابیں اس قدر ناقابل اعتبار ہیں کہ ان میں طوفان نوح علیہ السلام جیسے عظیم واقعہ کا ذکر نہیں جو دیگر الہامی کتابوں میں موجود ہے۔

نوٹ:۔ ہندو محقق پنڈتوں کی جماعت (جس کا نام "تت بودھن سبھا بریلی تھا) کے بیان کے مطابق چار وید مشہور ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) رگ وید (۲) یجر وید (۳) شام وید۔۔۔۔۔ اور (۴) اتھربن وید لیکن ہندوؤں کی ہی کتابوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اصل میں وید تین ہیں اور چوتھا وید یعنی اتھروید باقی ویدوں سے ماخوذ ہے۔ پران کی مت میں چاروں ویدوں اور وید برہما کی زبان سے یعنی برہما کے چاروں منہ سے نکلے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان کا وقت ایک ہونا چاہیے تھا اور ان کی اہمیت بھی برابر ہونی چاہیے تھی مگر ایسا نہیں ہے۔ پنڈت لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کوئی وید ایک وقت میں ایک آدمی کی زبان سے نہیں بنا ہے۔ سب ویدوں کے علیحدہ علیحدہ حصے جدا جدا رشیوں نے بنائے ہیں بلکہ ان رشیوں کے نام بھی جگہ جگہ ملتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رشی لوگ اپنے اعتقادات کے مطابق جو باتیں کیا کرتے تھے ان باتوں کو ان کے ماتحت لوگ آپس میں وظیفہ کیا کرتے تھے اور یہی اب تک گرو چیلا کہہ کر بیان ہو رہا ہے۔ کیوں کہ بیاس جی سے پہلے یہ چاروں وید نہ تھے۔

فصل چہارم

رشد و ہدایت کے لیے مامور افراد کے بیان میں

کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے بنایا ہے اور انسان کو اس لیے بنایا ہے کہ وہ ان چیزوں کو استعمال کرکے اپنی سعادت حاصل کرے۔ اس کی سعادت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ آرام میں رہے اور دکھ سے بچے (یعنی جنت حاصل کرے) اور یہ اس کو اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب وہ اپنے مالک اور پیدا کرنے والے کو پہچان کر اس کی رضا مندی اور رضامندی کے کاموں سے واقفیت حاصل کرکے اس کے حکم بجالائے، یعنی وہ کام کرے جس سے وہ رضامند ہو اور ان کاموں سے بچے جن سے وہ ناراض ہو۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ ایسے شخص کی تلاش کی جائے جس سے اللہ کی رضامندی اور نارضامندی کی باتیں (امر و نواہی) معلوم ہوں۔ ایسے آدمی کو تلاش کرکے اس کو اپنا استاد و مرشد بنائے اور اگر زمانہ حال میں ایسا آدمی نہ ملے تو اس زمانہ سے پہلے جو کوئی شخص ایسا گزرا ہو تو معتبر کتابوں اور معتبر آدمیوں سے اس کی ارشادات دریافت کرے اور ان پر عمل کرے۔ ایسے شخص کی تلاش میں بہت ہوشیاری اور سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہیے کیونکہ بقول مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

بس بہر دستے نبا بد داد دست

(بہت سے شیطان آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں لہٰذا ہر آدمی کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہیے۔)

اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بہتری کے واسطے بنی نوع انسان میں سے ہی ایسے شخص مقرر کئے ہیں جو اللہ کے بہت مقبول بندے ہیں۔ ان کا مرتبہ اللہ کے نزدیک ساری مخلوقات سے بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام ان کی زبانی بندوں تک بھیجے ہیں۔ اس لیے ان کو پیغامبر' نبی اور رسول کہتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے نیک اور خوش خلق ہوتے ہیں کہ ان سے تمام عمر میں کبھی بھی برا کام صادر نہیں ہوتا۔ یہ لوگ طمع و حرص سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ نہ کبھی جھوٹ بولتے ہیں' نہ کسی سے مکر و فریب کا معاملہ کرتے ہیں' نہ کسی پر ظلم کرتے ہیں۔ ایک لقمہ کی چوری بھی ان سے درست نہیں غرض ان سے قصداً" کوئی گناہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر پیغامبر برے کام کرنے لگیں تو اوروں کو برے کاموں سے کس طرح روکیں گے؟ لوگ ان کی بات کا کس طرح اعتبار کریں گے کیونکہ مکار کی بات کا تو کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ کردار کی اس پختگی کے ساتھ اللہ کے رسول لوگوں سے فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے ہم کو تمہاری طرف بھیجا ہے۔ ہم تم کو سعادت کی راہ بتانے والے ہیں۔ تم ہماری متابعت کرو ورنہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلوگے"۔ پھر جب لوگ ان کے پیغمبر ہونے پر کوئی نشان مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی صداقت کے لیے ان ہی کے ہاتھ سے بعض ایسے کام ظاہر کردیتا ہے جو اللہ کی عادت کے برخلاف معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ پتھر یا لکڑی کا بولنا' اور بہت تھوڑی خوراک سے سینکڑوں آدمیوں کا پیٹ بھر کے کھانا کھالینا اور بعض اوقات آنے والے واقعات کی خبر دینا' انگلیوں سے پانی کا نالا جاری ہوجانا علیٰ ہذا القیاس۔ ایسی باتیں جو اس طرح پیغمبر کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہیں ان کو معجزہ کہا جاتا

ہے۔ (یعنی جس کے کرنے سے عام آدمی عاجز ہو)۔

دنیا میں پیغمبر بے شمار ہوئے ہیں ان کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے البتہ جتنے بھی پیغمبر ہوئے ہیں، سب برحق تھے۔ ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ بنی نوع انسان یعنی سب آدمی انہی کی اولاد ہیں اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن آپ کی روح پاک سب سے پہلے پیدا ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ کو بھیجا۔ اس روز سے پیغمبری کی ابتداء ہوئی۔ قرآن پاک نازل ہونا شروع ہوا۔ آپ تیرہ سال مکہ میں رہے۔ مکہ ہی میں معراج شریف ہوئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی سواری کے لیے براق لے کر آئے جس پر سوار کراکر آپ کو مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) لے گئے اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ عرش و کرسی سب کچھ دیکھا۔ بہشت و دوزخ کی بھی سیر کی۔ اس رات بڑی بڑی نعمتیں خدا سے پائیں۔ پھر جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ترپن سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ دس برس وہاں قیام کیا اور وہاں ہی انتقال فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف وہاں ہی ہے۔ آپ کا مختصر نسب نامہ ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر ہیں یعنی اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیغمبری ختم کردی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب قیامت تک اللہ تعالیٰ کے یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین مقبول ہے۔ گزشتہ تمام ادیان موقوف العمل ہوگئے یعنی جو بات

سابق ادیان میں مختلف تھی اس پر عمل موقوف ہوا کیوں کہ اختلاف اخبار و اصول دین میں نہیں ۔یہ بلکہ اعمال و فروع میں ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اب آسمان پر ہیں دنیا میں تشریف لاویں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں گے۔

معجزات نبویؐ:

(ا) حضرت ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ محدث نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رات کو مکہ کے بت پرست سردار جیسے ابوجہل، ابن ہشام، عاص بن وائل اور اسود بن مطلب وغیرہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تو سچا پیغمبر ہے تو چاند کو دو ٹکڑے کرکے ہمیں دکھادے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے اور پھر مل گئے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہی مکہ کے بت پرستوں نے دیکھا اور کہنے لگے کہ اگر اس شخص نے جادو کیا ہے تو ہمارے ہی اوپر کیا ہوگا نہ کہ سارے جہاں پر۔ پس باہر سے جو مسافر لوگ آویں ان سے دریافت کرنا چاہیے۔ اس کے بعد جب مسافر آئے اور انہوں نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی۔ اس معجزہ سے متعلق روایات صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ اس معجزہ کی خبر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بھی دی ہے۔ بے دین تو یہ سمجھتے تھے کہ نہ آسمان پھٹ سکتا ہے اور نہ قیامت قائم ہوسکتی ہے لہٰذا اللہ تعالی نے فرمایا:۔

"اقتربت الساعه وانشق القمر وان یروا آیه یعرضوا ویقولوا

سحر مستمر ۲-۵۴ یعنی "قیامت نزدیک آپہنچی اور اگر تم کو شک ہو کہ آسمان کس طرح پھٹ جاوے گا تو دیکھو چاند پھٹ گیا اور بے دینوں کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹال جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قدیم جادو ہے"

کافروں کی آنکھوں میں خاک پڑنا:

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حنین کی لڑائی میں جب بت پرست موذیوں کا اژدہام اور ہجوم ہوا اور وہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ تو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی خاک کی اٹھا کر ان کے لشکر کی طرف پھینکی تو ان میں کوئی ایسا نہیں رہا کہ جس کی آنکھوں میں خاک نہ بھر گئی ہو اور انہوں نے شدید ہزیمت اٹھائی اور شکست کھائی۔

غزوہ خندق کا پہلا موقعہ:

مشکوۃ شریف اور دیگر مستند کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک بار عرب کے بہت سے کفار جمع ہو کر لڑائی کی غرض سے مدینہ منورہ پر چڑھ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کے بعد حکم دیا کہ اپنی اور ان کی فوج کے درمیان ایک خندق کھودی جائے۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اصحاب کے ساتھ خندق کھودنے میں شریک ہوگئے۔ اتفاقاً" خندق میں ایک ایسا سخت پتھر ظاہر ہوا کہ اور لوگ اس کے توڑنے سے عاجز ہوئے۔ یہ حال سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس پر سابل مارا اور وہ پتھر چور چور ہو کر ریت بن گیا

غزوہ خندق کا دوسرا واقعہ:

تھوڑے سے کھانے میں سارے لشکر کا سیر ہو جانا

غزوہ خندق کے دوران بھوک کے غلبہ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اس غزوہ میں شرکاء کو تین دن سے روٹی کھانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ﷺ کی بھوک کا حال دریافت کر کے اپنے گھر آکر ایک بزغالہ (بھیڑ کا بچہ) ذبح کیا اور میری بیوی نے چار سیر کے قریب جو (اتنے ہی اس وقت گھر میں موجود تھے) پیسے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آہستہ سے عرض کیا کہ اتنا کچھ سامان ضیافت کا میرے گھر میں موجود ہے۔ آپ ﷺ اور چند اصحاب میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلیں۔ حضرت ﷺ نے باآواز بلند فرمایا کہ

"اے خندق والو! جابر نے تمہاری مہمانی کی ہے' جلد آؤ" اور مجھے فرمایا کہ "جب تک میں تمہارے گھر نہ آؤں ہنڈیا چولھے سے نیچے نہ اتارنا اور روٹی مت پکانا"۔ پھر حضرت ہمارے گھر تشریف لائے اور گندھے ہوئے آٹے میں اور گوشت کی ہنڈیا میں اپنے منہ مبارک کا لعاب ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی اور روٹیاں پکانے کا حکم دیا۔ اور حضرت اپنے دست مبارک سے روٹی تنور سے نکال کر گوشت اور شوربے میں ملا کر لوگوں کو کھلاتے تھے یہاں تک کہ ہزار بھوکوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور حضرت کے ارشاد سے ہم نے بھی کھایا اور ہمسایوں کو بھی تقسیم کیا۔

غزوہ حدیبیہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہوئے

اور حضرت ﷺ کے پاس ایک برتن پانی کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے وضو کیا۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کی طرف جھکے اور عرض کیا کہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے جس سے وضو کریں۔ بس اتنا ہی پانی ہے جو آپ ﷺ کے پاس موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کے اپنا مبارک ہاتھ اس برتن میں ڈالا اور حضرت ﷺ کی انگلیوں میں سے پانی کی نہریں جاری ہو گئیں۔ وہ پانی ہم نے پیا اور اس سے وضو کیا۔

کسی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اس دن آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر ایک لاکھ ہوتے تو بھی سیر ہو جاتے' لیکن اس دن ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

گوہ کی شہادت

مستند کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی یعنی گنوار جنگل سے ایک گوہ کو پکڑ لایا۔ راستہ میں لوگوں کا ایک مجمع دیکھا۔ اسی اعرابی نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیوں جمع ہوئے ہیں۔ لوگوں نے بتلایا کہ عبداللہ کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبری کا دعوی کیا ہے۔ یہ لوگ اس غرض سے جمع ہوئے ۔ مجمع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ اعرابی نے مجمع میں داخل ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ لات اور عزیٰ (دو بتوں کے نام) کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تجھ سے زیادہ جھوٹا اور میرا دشمن کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ اس کی گوشمالی کریں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلم کا درجہ نبوت سے نزدیک ہے۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اعرابی قسم ہے اللہ کی کہ میں زمین و آسمان میں امانت دار ہوں اور آدمیوں اور فرشتوں نے

مجھے سراہا ہے۔ خدا سے ڈرو اور بتوں کی پرستش چھوڑ دو۔ اللہ کی واحدانیت اور میری پیغمبری کو مان۔ اعرابی نے کہا قسم ہے لات و عزیٰ کی کہ میں تجھ پر ایمان نہیں لاتا جب تک کہ یہ گوہ تجھ پر ایمان نہ لاوے اور گوہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چھوڑ دیا۔ گوہ بھاگنے لگی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گوہ! آگے آ۔ گوہ ہٹ آئی۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گوہ!۔ گوہ نے خوش آزادی سے کہا "لبیک و سعدیک" حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو کس کی بندگی کرتی ہے"؟ بولی: "اس اللہ کی بندگی کرتی ہوں جس کا آسمان میں عرش ہے اور اس کی زمین میں حکومت ہے۔ بہشت میں اس کی رحمت ہے۔ دوزخ میں اس کا عذاب ہے"۔ حضرت نے فرمایا: "میں کون ہوں"؟ بولی! "تو رسول ہے اللہ پروردگار کا اور پیغمبروں کا خاتم ہے۔ جو کوئی تجھ کو سچا نبی جانے نجات پاوے اور جو کوئی تجھ کو جھٹلاوے دوزخ میں مبتلا ہووے"۔ اعرابی گوہ کی زبان میں یہ باتیں سن کر حیران ہوا اور کہا کہ میں کوئی دلیل اور معجزہ نہیں مانگتا مجھے اتنی ہی بات سے آپ کے سچے ہونے کا یقین ہوگیا۔ پھر "اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و انک عبدہ ورسولہ" (گواہ ہوں میں اس بات پر کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں اور تم اللہ کے بندے اور رسول ہو) کہا۔ پھر کہا۔ "قسم ہے اللہ کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب میں آیا تھا اس وقت آپ سے زیادہ میرا کوئی دشمن نہ تھا۔ اب میں آپ کو اپنے کان اور آنکھ اور ماں باپ اور اولاد سے زیادہ دوست رکھتا ہوں"۔ حضرت نے فرمایا۔ "الحمد للّٰہ"۔

ستون کی شہادت:

مشکوۃ شریف میں مذکور ہے (صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں لکڑی کا ایک ستون تھا جس سے تکیہ لگا کر آپؐ خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب خطبہ کے لیے علیحدہ ممبر تیار کرلیا گیا تو آپ ممبر پر تشریف لائے۔ یہ صورت دیکھ کر وہ ستون ایسا چلانے لگا گویا ابھی پھٹا جاتا ہے۔ جناب ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ممبر پر سے اترے اور اس ستون کو اپنے بدن مبارک سے لگایا۔ تب وہ اس طرح رونے لگا جیسے کوئی چھوٹا لڑکا روتا ہو اور کوئی اس کو رونے سے چپ کروائے اور وہ روتا رہے۔ آخر وہ ستون خاموش ہوا حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ستون اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا اس کے غم سے رونے لگا تھا۔

پہاڑوں کا رونا، درختوں کا حاضر ہونا، اور اونٹ کا کلام کرنا:

مستند کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت عقیلؓ نے بیان کیا کہ میں ایک سفر میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس سفر میں میں نے حضرتؐ کے کئی معجزے دیکھے۔ ایک یہ کہ میں پیاسا تھا۔ میں نے حضرتؐ سے پیاس کا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا "جا" اور اس پہاڑ سے کہہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ مجھ کو پانی دے۔ میں نے حضرتؐ کے فرمانے پر عمل کیا۔ پہاڑ مجھ سے بات چیت کرنے لگا اور کہا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں عرض کر کہ مجھ کو جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ڈرو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، میں اتنا رویا ہوں کہ مجھ میں پانی باقی نہیں رہا۔ دوسرا یہ کہ اس دن حضرت نے چاہا کہ قضائے حاجت کریں مگر کوئی آڑ نہ تھی۔ وہاں سے دور کئی درخت تھے حضرتؐ نے ان درختوں سے فرمایا کہ تم مجھ کو چھپالو۔ درخت گیند کی

مانند جمع ہوئے حضرت اس پردہ میں قضائے حاجت کو گئے۔ تیسرا یہ کہ ہم ایک مقام پر پہنچے۔ ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا اور حضرت کے آگے دوزانو ہو کر کہنے لگا۔ "الا مان' الامان" اور اس کے پیچھے سے ایک اعرابی تلوار کھینچے ہوئے آیا۔ حضرت نے فرمایا: "اے اعرابی تو اس بے چارے سے کیا چاہتا ہے"؟ کہا۔ "اے رسول اللہ ﷺ اس اونٹ کو میں نے اس لئے خریدا ہے کہ میرا کام کرے اور مجھ کو اس سے نفع ہو۔ اب یہ میری نافرمانی کرتا ہے۔ میں نے یہ قصد کیا کہ اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت سے نفع حاصل کروں"۔ حضرتؐ نے اونٹ سے فرمایا کہ تو کیوں باغی ہوا ہے؟ اونٹ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ ﷺ میں اس وجہ سے اس کی نافرمانی نہیں کرتا ہوں کہ اس کا کام نہ کروں بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی عشاء کی نماز ادا نہ کرے اس کو اللہ کا عذاب پہنچے اور یہ اعرابی معہ اپنی قوم کے عشاء کی نماز نہیں پڑھتے۔ میں اس لئے بھاگتا ہوں کہ مبادا ان کی شامت سے مجھے بھی عذاب ہو"۔ حضرت نے اعرابی سے پوچھا کہ جو یہ اونٹ کہتا ہے صحیح ہے؟ اعرابی نے کہا۔ "ایسا ہی ہے۔ لیکن میں عہد کرتا ہوں کہ اب رات کی نماز میں سستی نہ کروں گا۔ اور اپنی قوم کو بھی تاکید کروں گا"۔ اس کے بعد اس کے بعد اس کا اونٹ تابعدار ہو گیا۔

سنگریزوں کا تسبیح کرنا:

معارج النبوۃ اور روضہ الاحباب یں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت نے کئی سنگریزے زمین سے اپنے دست مبارک میں لیے۔ یہ سنگریزے اللہ کی پاکی بیان کرنے لگے۔ ان کی آواز ایسی تھی جیسی شہد کی مکھی کی ہوتی ہے۔ جب حضرتؐ نے سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا تو وہ چپ ہو گئے پھر ان کو اٹھا کر حضرت ابوبکر

صدیقؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو بھی اسی طرح تسبیح کرنے لگے۔ پھر جب حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں بھی سنگریزوں نے تسبیح کی اور اسی طرح حضرت علیؓ کے ہاتھ میں بھی تسبیح کی۔ لیکن جب حضرتؐ کے حکم سے حضرت ابوذرؓ نے سنگریزوں کو ہاتھ میں اٹھایا تو انہوں نے تسبیح نہ کی حضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! کیا تو چاہتا ہے کہ خلفائے راشدین اس کے برابر ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

درخت کا آکر سلام کرنا، بیری کے درخت کا پھٹ جانا:

مستند کتابوں (معارج النبوۃ وغیرہ) میں لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں مسلمان ہوکر آیا ہوں لیکن مجھے کوئی معجزہ دکھایئے تاکہ میرا یقین پختہ ہو۔ حضرتؐ نے پوچھا تو کیا معجزہ چاہتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس درخت کو بلایئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جا اور میری زبانی درخت کو پیغام پہنچا کر بلالا۔ اعرابی درخت کے پاس گیا اور کہا "اللہ کا رسول تجھ کو بلاتا ہے"۔ درخت اپنے رگ و ریشہ کو زمین سے کھینچ کر حضرتؐ کی طرف روانہ ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا۔ "السلام علیکم یا رسول اللّٰہ"۔ اعرابی نے کہا۔ بس مجھے اتنا ہی معجزہ کفایت کرتا ہے پھر بموجب حکم حضرتؐ کے وہ درخت اپنی اسی جگہ پر جارہا اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ طائف کی مہم میں حضرت پیغمبر ﷺ اونٹ پر سوار چلے جارہے تھے کہ ایک بیری کے درخت کے نزدیک پہنچے جس میں بہت کانٹے تھے اور اس وقت آپ کی آنکھیں خواب آلود تھیں جب آپ درخت کے قریب ہوئے تو وہ درخت بیچ سے پھٹ کر آدھا ایک طرف اور آدھا دوسری طرف ہوگیا اور حضرت کا اونٹ اس میں سے سلامتی سے

گذر گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ درخت ابھی تک اسی طرح کھڑا ہوا ہے اور اس کو سدرۃ المنتہی (نبی کی بیری) کہتے ہیں۔

ایک پیالہ دودھ سے بہت سے لوگوں کا پیٹ بھر جانا:

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں بہت بھوکا تھا۔ حضرت نے میرا حال دیکھ کر مجھے اپنے گھر بلا کر ایک دودھ کے پیالہ سے تمام اہل صفہ ؑ کو شکم سیر کیا پھر مجھے پیٹ بھر کر پلایا پھر حضرت نے خود پیا۔

لڑکے کا تندرست ہونا:

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو حضرت کی خدمت میں لائی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) میرا بیٹا صبح و شام دیوانہ ہو جاتا ہے۔ حضرت نے اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر لگایا اور دعا کی تو اس بچہ کو قے آئی اور اس کے اندر سے ایک چیز نکلی جو کتے کے بچہ کی طرح سیاہ رنگ کی تھی۔ اور چلا گیا۔ وہ بچہ تندرست ہو گیا۔ اس کے علاوہ بھی حضرت کے بہت سے معجزات کا ذکر مستند کتابوں میں موجود ہے۔

سب سے بڑا معجزہ:

جو معجزہ حضرت نبی کریم ﷺ کی پیغمبریت کا سب سے بڑا گواہ ہے وہ قرآن مجید یعنی کلام الٰہی ہے۔ باوجود اس کے کہ عرب میں اس وقت بہت سے شاعر تھے جن میں بڑے بڑے کامل اور فصیح تھے' ان لوگوں کا یہ حال کہ اپنی زبان آوری

(فصاحت و بلاغت) میں باقی دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے اور بہت سے لوگ بغض و عناد نیز تکبر کی وجہ سے یہ تمنا رکھتے تھے کہ کسی طرح حضرتؐ پر جھوٹ کا الزام آجائے اور غیرت کے مارے حضرتؐ سے اپنی دشمنی میں اپنا مال بھی صرف کیا اور جانیں بھی دیں۔ بالآخر حضرتؐ نے قرآن شریف کے مقابلے میں صرف ایک سورت ان کی تصنیف مانگی اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تم ایسا نہ کرسکوگے۔ سو وہ ایسا نہ کرسکے اور ان کی شاعری کی سب فصاحت اور بلاغت ختم ہوگئی۔ صرف ایک سورۃ کے کہنے سے عاجز ہوگئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرۃ کے تیسرے رکوع میں فرمایا ہے۔

Oوان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسوره من مثله. وادعوا شهدائکم من دون اللّٰه ان کنتم صٰدقین (اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر' تو لے آؤ' ایک سورت اس جیسی' اور بلاؤ' اس کو جو تمہارا مددگار ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو) ۲ر ۲۳

Oفان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجاره اعدت للکٰفرین

پھر اگر ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو بچو پھر اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے ۲ر ۲۴

O سورہ یونس کے چوتھے رکوع میں فرمایا ہے :۔

ام یقولون افتره قل فاتوا بسوره مثله وادعوا من استطعتم من دون اللّٰه ان کنتم صادقین

کیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ بنالایا ہے تو کہہ دے تم لے آؤ ایک ہی صورت ایسی۔ اور بلالو جس کو بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔) ۱۰ر ۳۸

سورۃ ہود کے دوسرے رکوع میں فرمایا ہے :

ام یقولون افترہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریت وادعوا من استطعم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین فالم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل یعلم اللہ الخ (۱۱۔ ۱۳۔ ۱۴)

ترجمہ :۔ (کیا کہتے ہیں کہ بنالایا ہے تو قرآن کو کہہ دے تم بھی لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی بنا کر اور بلالو جس کو بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ پورا کریں تمہارا کہنا تو جان لو کہ قرآن تو اترا یہ اللہ کی وحی ہے...... (۱۱ / ۱۳ ۔ ۱۴)

اور سورۃ بنی اسرائیل کے دسویں رکوع میں آتا ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذاالقرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا" ۱۷۔ ۸۸

ترجمہ: کہہ اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ لائیں ایسا قرآن ہرگز نہ لا ئیں گے اسا قرآن اور پڑے مدد کیا کریں ایک دوسرے کی)

معاذ اللہ اگر فرضا" پیغمبر خدا ﷺ اپنے پیغمبر کے دعوی میں جھوٹے ہوتے تو ان فصیح شعراء کے سامنے کبھی ایسا نہ فرماتے کہ اس قرآن کی مانند دس سورتیں یا ایک سورۃ تم سے اور تمہارے شاہدین اور مددگاروں سے' تمام جنوں اور آدمیوں سے نہ بن سکیں گی کیوں کہ جھوٹا مدعی جانتا ہے کہ جیساکہ میں آدمی ہوں ایسے ہی لوگ ہیں اگر یہ کہوں گا کہ اس کلام کے ماند تم سے ہرگز نہ بن آوے گا تو شاید اس کے مقابلے میں کوئی شخص ایسا ہی کلام کہہ لاوے تو میں شرمندہ ہوجاؤں غرض ایسے آدمی سے جو خود جھوٹا ہو وہ ایسا دعویٰ ہرگز نہیں کرسکتا۔ چوں کہ نبی کریم ﷺ خود صادق تھے اور یہ کلام بلاشبہہ اللہ تعالیٰ کا تھا' لہٰذا قرآن پاک میں کئی

مقامات ؒ سے صاف ظاہر ہے کہ ایسا کلام بلا شبہہ کوئی نہیں کہہ سکتا اور کسی سے نہ کہا جاسکا

حضرتؐ کے وقت سے اب تک ہر زمانہ میں دین اسلام کے بہت دشمن ہوتے رہے اور اس زمانہ میں پادری لوگ اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کسی وجہ سے اسلام کو باطل ٹھہرائیں اور اس غرض کے لیے طرح طرح کے علوم اور عربی زبان کو بخوبی سیکھتے ہیں لیکن کبھی بھی قرآن پاک مانند کسی نے دو تین سطر کی عبارت بھی نہیں لکھی نیز ظاہر ہے کہ شاعروں کے کلام کی طرح قرآن پاک میں محبوب کے خال و خط' ناز و ادا' وصل و ہجریا شراب و کباب و شادی و غم وغیرہ سے متعلق مضامین 'جن سمیں عمومی طور پر فصاحت و بلاغت اور صنائع و بدائع کا زیادہ دخل ہوتا ہے' کا کوئی ذکر نہیں ہے مختصراً" قرآن پاک ہر نوعیت کے جھوٹ اور مبالغہ سے یکسر خالی ہے۔ اس کے برعکس قرآن پاک میں مبداء اور معاد (زندگی کی ابتداء و انتہاء) عبادات و معاملات' اخلاقیات و مہلکات (زندگی کو برباد کرنے والی باتیں) کا ذکر ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

ولقد صرفنا للناس فی ھذاالقرآن من کل مثل فابٰی اکثر الناس الاکفورا" (۱۷/ ۸۹)

ترجمہ:۔ "اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اس قرآن میں ہر قسم کا مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے۔ پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کیے ہوئے نہ رہے (۱۷/ ۸۹ ۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

اس کے باوجود قرآن پاک میں عبارت کی خوبی اور رنگینی کے علاوہ علم بیان و معانی کے قواعد کی پوری پوری رعایت موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پڑھنے والا منصف مزاج اور غور کرنے والا ہونا چاہیے۔ تاکہ ان دلائل پر غور

کرے جو قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں' اور قرآن پاک کے مضامین اور عبارات کو سمجھ کر قرآن پاک کے کلام الٰہی ہونے کو اور حضرت نبی کریم ﷺ کے نبی برحق ہونے کو عقل سے سمجھے کیونکہ عقل سلیم کے نزدیک اس باب میں ایک ذرہ بھر بھی شک و شبہہ نہیں ہے اور اگر کسی کو اس کے بعد بھی ہدایت کا راستہ نہ ملے تو اس کو ازلی کمبخت ہی کہا جائے گا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیغمبر ہونے کی دوسری بڑی دلیل آپ کیا اخلاق حمیدہ اور پسندیدہ اعمال ہیں۔ مشکوۃ شریف میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے دس برس تک نبی کریم ﷺ کی خدمت کی۔ اس طویل عرصہ میں آنحضرتؐ نے مجھے اف تک نہیں کہا۔ (یعنی جھڑکا تک نہیں) اور نہ کبھی یہ دریافت کیا کہ یہ کام تو نے کیوں نہیں کیا اور نہ یہ پوچھا کہ یہ کام کیوں کیا۔ یہ بھی اسی مستند کتاب میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں آٹھ برس کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دس برس میں نے حضرتؐ کی خدمت کی۔ حضرتؐ نے اس عرصہ میں کسی چیز کے ضائع ہونے پر کبھی ملامت نہیں کی اور اگر کبھی کوئی آپ کے گھر والا مجھے ملامت کرتا تو حضرتؐ فرماتے اس کو ملامت نہ کرو جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ہوتا ہے۔ انہی سے ایک اور روات ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے بکریاں مانگیں اس قدر کہ درمیان دو پہاڑوں کے تھیں حضرت نے وہ سب بکریاں اس کو بخش دیں۔ پھر وہ شخص اپنی قوم میں گیا اور جاکر کہا کہ اے میری قوم مسلمان ہوجا۔ قسم ہے اللہ کی کہ جناب محمد ﷺ بہت کچھ دیتا ہے اور اس قدر دینے سے فقیر ہوجانے سے نہیں ڈرتا۔ اسی مضمون کی ایک اور روایت حضرت جابرؓ سے منسوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی سوالی کو صاف جواب نہیں دیا۔

نرفت لا بزبان مبارکش ہرگز
مگر باشھد ان لا الٰہ الا اللہ

(آپ کی زبان مبارک پر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے علاوہ کبھی نہیں، نہیں آیا۔)

حضرت انسؓ سے ایک اور روایت ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ حضرتؐ موٹے کنارے والی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک گنوار آپہنچا۔ اس نے حضرتؐ کی چادر مبارک پکڑ کر حضرت کو اس قدر سختی سے کھینچا کہ حضرت اس کے سینہ تک آگئے یہاں تلک کہ میں نے دیکھا کہ اس چادر کا کنارہ حضرتؐ کی گردن مبارک میں گڑ گیا اور اس کا نشان پڑگیا تھا۔ پھر وہ کہنے لگا کہ اے محمدؐ! یہ مال کہ تیرے پاس ہے تیرا نہیں ہے۔ اور تیرے باپ کا نہیں ہے ۔ اللہ کا ہے اس میں سے مجھ کو دلوا۔ حضرتؐ نے اس کی طرف دیکھا اور اس کا سوال پورا کردیا۔ (ایک روایت میں ہے کہ اس گنوار کے ساتھ دو اونٹ تھے حضرت نے ایک پر جو اور دوسرے پر کھجوریں لدوادیں)

حضرت انسؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایسے خوش اخلاق تھے کہ اگر مدینہ کے لوگوں کی ایک باندی بھی آپ کا ہاتھ پکڑ لیتی تو جہاں وہ چاہتی حضرتؐ اس کے ساتھ چلے جاتے (یعنی ایسے کاموں میں حق تعالیٰ ناراض نہ ہوتا) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ کافروں پر بد دعا کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے کسی کو برا کہنے کو پیغمبر نہیں بنایا بلکہ مجھے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر خدا (ﷺ) کسی کو گالی نہ دیتے تھے اور نہ بازاروں میں چلاتے تھے۔ اگر حضرتؐ سے کوئی برائی کرتا تو آپؐ اس سے بدلہ نہ لیتے بلکہ

معاف کردیتے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ ایسے متوکل تھے کہ اپنے نفس کے واسطے کچھ ذخیرہ نہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔ میرے پاس اتنا بڑا فرشتہ کہ کمر اس کی کعبہ کے برابر تھی آیا۔ اس نے کہا کہ تمہارا رب تم کو سلام فرماتا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر چاہو تو پیغمبر بندہ ہو اور اگر چاہو تو پیغمبر بادشاہ ہو۔ میں نے حضرت جبرائیل کی طرف دیکھا۔ (یعنی بطور مشورہ کے) پس حضرت جبرائیل نے اشارہ کیا کہ پست کرو اپنا نفس یعنی بندگی اور فقیری اختیار کرو۔ پس میں نے کہا کہ میں پیغمبر بندہ ہوں گا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس حال کے بعد حضرت نے پھر کبھی تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھایا اور فرمایا کہ میں اس طرح کھانا کھاتا ہوں جیسے بندے کھانا کھایا کرتے ہیں اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح کہ بندے بیٹھا کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم کے کچھ دینار حضرت پیغمبرؐ پر قرض تھے۔ لہٰذا اس نے حضرتؐ پر تقاضا کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے یہودی اس وقت میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ تجھ کو دوں۔ یہودی نے کہا اے محمد! جب تک تو میرا قرض ادا نہ کرے گا میں تجھ سے جدا نہیں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا خیر میں تیرے پاس بیٹھا رہوں گا۔ سو حضرتؐ اس کے پاس بیٹھے رہے پھر نماز پڑھی۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء حتیٰ کہ صبح کی نماز بھی، یعنی اتنی مدت تک اسی یہودی کے ساتھ رہے۔ حضرتؐ کے اصحاب اس یہودی کو جھڑکتے تھے۔ حضرتؐ کو اپنے اصحابؓ کی یہ حرکت پسند نہیں آئی۔ اصحابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بھلا ایک یہودی آپ کو روکے رکھے اور نکلنے نہ دے۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے کسی پر بھی ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر جب

صبح ہوئی تو اس یہودی نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انک رسول اللّٰہ
یعنی میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ تحقیق بندگی نہیں کسی کی سوائے اللہ تعالیٰ
کے اور اس بات کی کہ بے شک تم اللہ کے بھیجے ہوئے ہو اور کہا کہ میرا آدھا مال
اللہ کی راہ میں تصدق ہے اور سنتے ہو کہ میں نے جو آپ سے گستاخی کی ہے صرف
اس واسطے کی ہے کہ دریافت کروں کہ آپ کی جو تعریف توریت میں ہے یعنی کہ
محمد (ﷺ) عبداللہ کا بیٹا مکہ میں پیدا ہوگا' اس کی ہجرت گاہ مدینہ (منورہ) ہوگی اور
ان کی عظمت و شوکت شام کے ملک میں ہوگی۔ اور محمد ﷺ نہ بد زبان ہوں گے
اور نہ سخت دل نہ وہ بازاروں میں چلانے والا ہوں گے اور نہ فحش وضع اختیار
کرنے والے ہوں گے اور نہ بے ہودہ بات کہنے والے ہوں گے۔ پھر اس یہودی
نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانک رسول اللّٰہ یعنی بلا شبہہ اللہ کے سوا کوئی
معبود نہیں اور بلا شبہہ تم اللہ کے رسول ہو اور کہا کہ یہ میرا مال ہے اللہ کے حکم
کے مطابق جہاں اس کا خرچ کرنا مناسب ہو وہاں خرچ کرو۔[۴]

حضرت ابن مسعودؓ صحابی رسول روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر ﷺ بوریے
پر سوئے ہوئے تھے۔ جب سوکر اٹھے تو آپؐ کے بدن مبارک پر بوریے کے نشان
ابھر آئے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے (ابن مسعودؓ نے) عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! کیا
اچھا ہوتا اگر آپ ہم کو حکم دیتے تو ہم آپ کے لیے نرم بستر بچھادیتے اور اچھے
کپڑے بنادیتے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے صرف اتنی غرض ہے جیسے کسی
سوار نے ایک درخت کے نیچے کچھ دیر آرام کیا اور سوار ہی کھڑا رہا۔ پس چل دیا
اور درخت کو چھوڑ گیا[۵]

حضرت ابو امامہؓ صحابی سے روات ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ
مجھ کو میرے پروردگار نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تیرے لیے بطحاء مکہ (وادی مکہ

معظمہ) کو سونا کردوں۔ پس میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں یہ نہیں چاہتا ہوں۔ میں اتنی خواہش رکھتا ہوں کہ ایک روز شکم سیر ہوں اور ایک روز بھوکا رہوں۔ پھر جب بھوکا ہوں تیرے آگے عاجزی کروں اور تجھ کو یاد کروں اور جب شکم سیر ہوں تو تیرا شکر ادا کروں ۔ واضح رہے کہ اس جگہ حضرتؐ کے اخلاق سے متعلق بہت ہی مختصر بیان پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تفصیلات کے خواہش مند ناظرین مستند کتابوں سے رجوع کریں۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

مجمع اوصاف تیری ذات ہے
آپؐ کی ہر بات کی کیا بات ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وانک لعلی خلق عظیم---------- ۶۸ / ۴

ترجمہ :۔ "اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔"

(مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت کا خلق قرآن ہے ۔یعنی جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ بالطبع حضرت کے اخلاق ہیں۔ سبحان اللہ ۔

صفت خلق کسی کہ قرآن است
خلق را و صفت اوچہ امکان است

اور پیغمبروں کے بعد دین کی راہ بتاتے والے پیغمبروں کے نائب ہوتے ہیں اگرچہ ان کا گناہوں سے بالکل پاک ہونا شرط نہیں پھر بھی ان کے افعال اور اخلاق بہت ہی نیک ہوتے ہیں اور اگر ان سے کوئی بڑا گناہ صادر ہو تو اللہ تعالیٰ جلد توبہ نصیب کرتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے نائب اس وقت سے آج تک جہاں میں موجود رہے ہیں ان میں سے سب سے اول' افضل اور اشرف وہ لوگ ہیں کہ

حضرتؐ کے اہل بیت اور اصحاب ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں رسول اللہؐ کو دیکھا اور ان کے بعد تابعین ہیں کہ جنہوں نے ایمان کی حالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو دیکھا اور ان کے بعد تابعین ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں تابعین کو دیکھااور ان کے بعد علماء' اولیاء اور صلحاء ہیں جن کی تعداد شمار سے باہر ہے۔ ان نائبوں کے اخلاق اس قدر اچھے ہیں کہ جن کے بیان سے دل و جان کو لذت حاصل ہوتی ہے اور ان میں سے بہتوں کے ہاتھ پر خرق عادت (کرامات) بھی ظاہر ہوئے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ :

احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت ﷺ لشکر کا سامان کر رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال حضرت کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت نے دریافت کیا گھر والوں کے واسطے کیاچھوڑ آیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آدھا مال اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سارا ہی مال اٹھا لائے۔ حضرت ﷺ نے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اللہ اور رسولؐ ۔

پروانہ کے لیے شمع' بلبل کے لیے پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت (ایک معروف کتاب) میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک غلام نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دودھ لا کر پلایا۔ پینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حلال نہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انگلی ڈال کر قے کر دی۔

تمام دودھ نکال دیا اور کہا کہ بار خدایا جو کچھ میری رگوں میں باقی رہ گیا ہو اس سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

"صواعق محرقہ" (ایک معروف کتاب) میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دنوں میں ایک شخص کو جس کا نام ساریہ تھا ایک لشکر کا سردار بنا کر کسی طرف روانہ کیا۔ وہ بزرگ ایک روز اپنی فوج کے ہاتھ عجم کے ملک میں کافروں کے غلبہ سے بھاگ چلا تھا اور اس وقت میں حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں ممبر پر خطبہ فرمارہے تھے حضرت عمرؓ کو یہ حال کشف سے معلوم ہوا۔ اپنے خطبہ کے درمیان فرمایا کہ "یا ساریہ الجبل" یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہوکر اپنے آپ کو قائم رکھ۔ ساریہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز اتنی دور ہونے کے باوجود سن لی اور خبردار ہوگیا اور پہاڑ کو اپنی پشت پر لے کر مضبوط ہوا اور کافروں کو بھگادیا۔ اسی کتاب (صواعق محرقہ) میں لکھا ہے کہ مصر میں دستور تھا کہ ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کے بعد دریائے نیل کی نذر کردیا کرتے تھے (دریا میں ڈال دیتے تھے) تو دریا جاری ہوا کرتا تھا۔ جب وہاں مسلمانوں کی حکومت ہوئی اور حضرت عمرو بن عاصؓ اس شہر کے حاکم تھے، تو انہوں نے اس رسم بد کو موقوف کرادیا۔ دریا بالکل خشک ہوگیا۔ وہاں کے رہنے والوں نے ترک سکونت کا ارادہ کیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے یہ سب حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت کو لکھ کر بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں حضرت عمرو بن عاصؓ کو لکھا کہ تم نے اس رسم کو موقوف کیا اچھا کیا اور ایک رقعہ چھوٹا سا لکھ کر اس خط میں ملفوف کرکے لکھا کہ اس رقعہ کو دریائے

نیل میں ڈال دینا۔ اس رقعہ کا مضمون یہ تھا۔ ''رقعہ اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ کا دریائے نیل کی طرف......اگر تو اپنے آپ سے جاری تھا تو اب جاری نہ ہونا۔ اگر تجھ کو اللہ جاری کرتا تھا تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھ کو جاری کردے''۔ عمرو بن عاصؓ نے اس رقعہ کو دریا میں ڈالا۔ اللہ تعالی نے دریائے نیل کو جاری کردیا۔ تب سے وہ رسم بد اس شہر سے موقوف ہوئی۔ حضرت عمرؓ کا پاؤں ایک مفلس کے پاؤں پر پڑگیا اس نے خفا ہو کر کہا کہ تو اندھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں اندھا تو نہیں مگر بھول گیا ہوں تو مجھ کو معاف کردے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک قبر پر کھڑے ہوکر اس قدر روئے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوگئی۔ رفیقوں نے پوچھا کہ آپ کبھی بہشت و دوزخ کے ڈر سے اتنا نہیں روئے جتنا کہ آج روئے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عاقبت کی پہلی منزل قبر ہے۔ جس کو اس میں آرام رہا باقی منزلیں اس پر آسان ہوئیں اور جس کو اس میں تکلیف ہوئی۔ باقی منزلیں تکلیف سے گذریں گی تو پہلی منزل میں سب منزلوں کا غم ہوتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چاشت کے وقت (سورج نکلنے سے تھوڑی دیر بعد) اکثر اوقات مسجد نبویؐ میں زمین پر سوتے۔ جب اٹھتے تو سنگریزوں کے نشان آپ کے بدن پر پڑ جاتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ:

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب فرمایا اس مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہ مسئلہ یوں نہیں ہے جس طرح آپ فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا جو تجھے معلوم ہے کہدے۔ اس شخص نے بہت اچھی طرح مسئلہ بیان کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھول گیا تھا۔ یہ شخص صحیح کہتا ہے۔ صواعق محرقہ میں ہی مذکور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے

حضرت ضرار بن حمزہ سے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف مجھ سے بیان کیجئے۔ حضرت ضرار نے عملاً" اس سے گریز کیا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسم دی تو یوں بیان کرنے لگے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے بزرگ اور متقی تھے۔ بڑی قوت والے تھے قول ان کا افضل تھا۔ حاکم اور عادل تھے۔ علم ان کے اطراف سے رواں تھا۔ بات ان کی حکمت تھی۔ دنیا اور اس کی زینتوں سے بے زار تھے۔ ان کی آنکھوں سے بہت آنسو جاری رہتے تھے۔ تدبر اور تفکر کیا کرتے تھے۔ روکھی' سوکھی روٹی اور موٹے کپڑے پر قناعت کیا کرتے تھے اپنے آپ کو ایک ادنی آدمی سمجھتے تھے جو کچھ ہم پوچھتے اس کا جواب دیتے اگر ہم ان کو بلاتے تو اجابت کرتے۔ اہل دین کی تعظیم کرتے۔ مسکینوں سے قرب رکھتے۔ قول باطل کے تابع نہ ہوتے۔ کوئی ناتواں ان کے عدل سے ناامید نہ ہوتا اور میں نے ان کو اندھیری رات میں تنہا دیکھا ہے کہ اپنا ہاتھ ڈاڑھی میں ملتے تھے اور غم سے روتے تھے اور فرماتے تھے کہ "اے دنیا میں تجھ پر نہ پھولوں گا۔ تیرا فریب نہ کھاؤں گا۔ یہ فریب اوروں کو دے تو مجھ سے شوق رکھتی ہے اور میں تجھ سے بیزار ہوں۔ کہاں ہوسکتا ہے کہ میں تجھ سے محبت رکھوں۔ میری محبت ہونی تجھ سے بعید ہے میں نے تجھ کو تین طلاقیں بائن دیں کہ پھر رجوع نہ کروں گا۔ عمر تیری چھوٹی ہے۔ اور خوف تیرا بہت ہے۔ ہائے ہائے توشہ کم اور سفر دراز اور راہ کا خوف"۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہنے لگے اللہ تعالی ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ) پر رحمت کرے کہ واللہ وہ ایسے ہی تھے اور جو تم نے کہا سچ ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

"صواعق محرقہ" میں مذکور ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے

شرم آتی ہے کہ میں اپنے پروردگار سے اس حال میں ملوں کہ اپنے پروردگار کے گھر کی طرف پا پیادہ نہ گیا ہوں اس واسطہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیادہ پا کیے حالانکہ سواریاں آپ کے ساتھ چلتی تھی اور اسی کتاب میں ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ اپنا سارا مال اللہ کے نام پر دے دیا اور تین مرتبہ اپنا آدھا مال اللہ کے نام پر بانٹ دیا مثلاً" اگر دو جوتیاں اور دو موزے ہوتے تو ایک اللہ کے نام پر دے دیتے۔ اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک ضعیفہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کی ضیافت کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار (سونے کا سکہ) اور ایک ہزار بکرے اس بڑھیا کو بخشے۔ اور اتنا ہی انعام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو دیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں اس کو بخشیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ:

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ یزید خلیفہ بن گیا تو اس نے چاہا کہ حضرت امام حسین بھی اس سے بیعت کریں اور اس کی متابعت کریں۔ جناب امام حسین نے اس کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف سمجھا اور اس کی بیعت سے انکار کیا اور اسی سبب سے اپنی جان عزیز اللہ کی راہ میں قربان کی' طرح طرح کی سختیاں اور پیاس کی شدت برداشت کی حتیٰ کہ اپنے اکثر صاحبزادوں کے ساتھ شہید ہوئے لیکن یزید کی بیعت نہ کی۔ سبحان اللہ حوصلہ ہو تو ایسا ہو۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (شافعی) اپنی کتاب قلائد العقیان فی مناقب الامام ابی

حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ النعمان میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسعر نے کہا کہ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی اپنے بال بچوں کے لئے کچھ کھانا یا کپڑا خریدتے تو پہلے اس سے اسی قدر علماء کو بھی دیتے۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حسن ابن زیاد نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی امیروں اور بادشاہوں کا ہدیہ قبول نہیں کیا۔ اور ایک مرتبہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ کپڑا بیچنے کے واسطے تجارت میں شریک شخص کے پاس بھیجا۔ اس میں ایک تھان عیب دار تھا۔ آپ نے اس شخص سے کہلا بھیجا کہ خریدار سے اس کا تھان کا عیب ظاہر کرکے فروخت کرنا۔ تقدیر الٰہی سے وہ شخص بیچتے وقت اس تھان کا عیب بیان کرنا بھول گیا اور سب اسباب بیچ دیا۔ جب جناب امام کو اس کی خبر ہوئی تو اس کی قیمت کو اپنے خرچ میں لانا گوارا نہ کیا۔ تو اس کپڑے کی قیمت اور نفع سب مل کر بیس ہزار درہم تھا۔ یہ سب رقم محتاجوں کو دے دی۔ اسی کتاب میں مذکور ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک عشاء کے وقت کی وضو سے فجر کی نماز پڑھی اور اکثر ایسا اتفاق ہوتا کہ ایک رکعت نماز میں سارا قرآن شریف ختم کرتے اور اس میں اس قدر رقت ہوتی کہ ان کے رونے کی آواز ہمسایہ سن کر ان کے حال پر ترس کھاتے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ جس جگہ جناب امام اعظم کی وفات ہوئی آپ نے اس جگہ سات ہزار قرآن شریف ختم کیے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ (مشہور صوفی بزرگ) اپنی کتاب نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ حضرت قطب ربانی کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ جب سے میرا بیٹا عبدالقادر پیدا ہوا ہے اس نے رمضان المبارک کے دنوں میں

کبھی دودھ نہیں پیا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان کا چاند بادل کے سبب دکھائی نہیں دیا تھا۔ لوگوں نے حضرت محبوب سبحانی کی ماں سے رمضان کے چاند کا حال دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ آج عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا۔ پھر آخر کو معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا ہے اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایام طفولیت میں عرفہ کے دن میں گائے چرانے جنگل میں گیا اس گائے نے میری طرف منہ کرکے کہا اللہ تعالی نے تجھے اس کام کے لئے نہیں پیدا کیا اور اس کام کا حکم نہیں دیا میں یہ سن کر ڈرا اور پلٹ کر اپنے گھر کے کوٹھے پر چڑھ گیا۔ دیکھتا ہوں کہ حاجی عرفات میں حج کررہے ہیں۔ میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالی کی عبادت کے لئے چھوڑ دو اور یہ اجازت دو کہ میں بغداد جاکر علم حاصل کروں اور نیک آدمیوں کی زیارت کروں۔ میری ماں نے اس کا سبب پوچھا۔ میں نے احوال ظاہر کیا۔ میری ماں یہ سن کر روئی اور چالیس دینار میرے خرچ کے واسطے میرے جامہ میں سی دیئے اور مجھ کو رخصت کیا اور مجھ سے عہد لیا کہ میں جھوٹ کبھی نہ بولوں گا میں ایک قافلہ کے ساتھ بغداد کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ ایک سوار نے مجھ سے پوچھا اے فقیر تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا چالیس دینار۔ بولا کہاں ہیں۔ میں نے کہا میرے جامہ میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ وہ ڈاکو یہ سمجھا کہ میں اس سے مذاق کر رہا ہوں اور چلا گیا۔ دوسرے ڈاکو نے بھی اسی طرح سوال کیااور میں نے بھی وہی حسب سابق جواب دیا۔ ان دونوں نے سارا ماجرا اپنے امیر سے بیان کیا۔ امیر نے مجھے بلا کر پوچھا اور میں نے حسب سابق جواب دیا۔ پھر میرا جامہ پھاڑ کر دیکھا۔ جو میں نے کہا تھا وہی پایا۔ مجھ سے اس سچ بولنے کا سبب پوچھا۔ میں نے کہا میری ماں نے مجھ سے سچ بولنے کا عہد لیا ہے۔ میں اپنے عہد میں خیانت نہیں کرتا۔ یہ سن کر

قزاقوں کا سردار رونے لگا اور کہنے لگا کہ میں کئی برس سے اپنے پروردگار کے عہد میں خیانت کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس سردار نے میرے ہاتھ پر رہزنی اور قزاقی سے توبہ کی اور اس کے ساتھیوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ:

کیمیائے سعادت (معروف تصنیف حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ) میں لکھا ہے کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ایسے زاہد تھے کہ گلیوں میں سے کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر اپنی غذا کرتے اور چھوٹی چھوٹی دھجیاں گری پڑی اٹھا کر پاک کر کے اپنے کپڑے بنا لیتے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ:

کتاب محبوب الابرار میں لکھا ہے کہ حضرت بابا فرید شکر گنج قدس اللہ سرہ العزیز چالیس رات تک ایک کنویں میں الٹے ہو کر لٹکے وہ اس طرح کہ عشاء کی نماز پڑھ کر لٹکتے اور فجر کی نماز سے پہلے باہر آجاتے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک رات آپ تہجد کے وقت سوتے رہ گئے اور اس روز کی نماز وتر قضاء ہو گئی۔ آپ نے اپنے نفس کو سستی کی یہ سزا دی اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت بابا فرید کری کے درختوں کے نیچے عبادت کیا کرتے اور آپ کی غذا کری کا پھل تھا۔ جس کو ڈیلا کہتے ہیں اور یہ بھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے۔

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ:

سنا ہے کہ ایک شخص جس کو جے پور کے راجا نے لے کر پرورش کیا تھا

بھاگ کر دہلی آیا۔ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے ہمیشہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک حجلہ نظر آتا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ تخت بہشت کا ہے تو مسلمان ہوتو یہ تخت تجھ کو نصیب ہو۔ وہ شخص اسی وقت مشرف باسلام ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ دہلوی:

حضرت مولانا ایک مرتبہ جناب حضرت سید احمد شہید کی رفاقت میں کافروں سے جہاد کررہے تھے اور باوجودیکہ آپ حضرت سید صاحب کے وزیراعظم تھے لیکن بعض اوقات اپنے گھوڑے کے لئے جنگل سے خود گھاس لاتے تھے۔ اور کبھی لشکر کے اونٹوں کے شلیتے (ٹاٹ کے تھیلے) اپنے ہاتھ سے بندھواتے اور کبھی کنکر کی بھٹیوں میں اپنے ہاتھ سے لکڑیاں چیر کر ڈالتے۔ ان کی زندگی تکلفات سے پاک تھی۔

مولانا عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا قطب الدین صاحب سلمہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ جناب مولانا عبدالحیٔ مرحوم کشتی میں سوار تھے اور ان کی بیوی اس کشتی کے بیچ میں گاڑی میں بیٹھی ہوتی تھیں کہ نماز کا وقت آیا۔ مولانا نے نماز ادا کی اور بیوی سے کہا کہ تم بھی نماز ادا کرو۔ بیوی نے کہا کہ میں نے گاڑی میں ہی جس طرح ہوسکا نماز پڑھ لی ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ گاڑی سے اتر کر کھڑے ہوکر پڑھو۔ تب ان کی اہلیہ نے سر اور منہ ڈھک کر گاڑی سے اتر کر کشتی میں کھڑے ہوکر نماز پڑھی۔ مولوی صاحب نے لوگوں کی تربیت کے لئے مسافروں کو راغب کر کے فرمایا کہ لوگو! دیکھو

عبدالحیٔ کی بیوی نماز پڑھ رہی ہے یعنی تمہاری بیویوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیۓ کہ سفر میں اسی طرح نماز ادا کریں۔ یہ موقع شرم و غیرت کرکے اللہ کے فرض میں قصور کرنے کا نہیں ہے۔

حضرت ابو علی قلندر پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ:

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت بو علی قلندر پانی پتی جب حالت جذب میں تھے تو آپ کی مونچھیں شرعی حد تک سے تجاوز کر گئیں۔ حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب نے ایک دن آپ کی ڈاڑھی پکڑ کر مونچھیں کتر ڈالیں حضرت بو علی قلندر اپنی ڈاڑھی کو چوما کرتے اور فرماتے کہ میری یہ ڈاڑھی شرع شریف کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔

ہندوؤں کے دین کے پیشواء

اگرچہ ہندوؤں کے دین کے بھی بہت سے پیشواء ہوئے ہیں لیکن ان کے افعال اور اخلاق عجب طرح کے ہیں جن سے عقل حیران ہے۔ ان کے دین کا بڑا پیشواء برہما ہے۔

برہما کا ذکر:

برہما کو رسول خدا مانتے ہیں۔ ان کے اعتقاد کے مطابق چاروں وید برہما کے منہ سے نکلے ہیں اور وہ ویدوں کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ شاستروں کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ویدوں سے ماخوذ ہیں یعنی ویدوں سے نکلے ہیں۔ چناچہ برہما ان کے سب پیشواؤں کا پیشوا ہے۔ مہا بھارت کے پہلے باب میں لکھا ہے کہ برہما سارے

دیوتاؤں کا استاد ہے اور مہادیو بھی اسی سے پیدا ہوا۔ ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ مہادیو برہما کی دونوں ابروؤں سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کی نسبت ان کی کئی تاریخوں (بھگوت گیتا) میں لکھا ہے کہ پہلے برہما نے سارستی اپنی بیٹی بنائی اور کام دیو یعنی شہوت (جماع) کو بھی بنایا۔ کام دیو نے برہما سے یہ بخشش چاہی کہ وہ جس کے دل میں جا گھسے اس کی عقل ماری جاوے۔ برہما نے اس کو یہی بر دے دیا اور کام دیو خود برہما کے دل میں جا گھسا۔ برہما کی عقل رخصت ہوئی اور شہوت غالب ہوئی یہاں تک کے خود اپنی بیٹی سے جماع کا قصد کیا۔ سارستی شرم و حیا کی وجہ سے ایک طرف کو پھر گئی اور اس طرف برہما کی صورت میں ایک اور منہ ظاہر ہوا۔ اور نظربد کرنے لگا۔ سارستی پیچھے کو ہوگئی اور اس طرف برہما کا ایک اور منہ ظاہر ہوگیا۔ اور وہ سارستی کو اس منہ سے گھورنے لگا۔ سارستی دوسری طرف کو ہوگئی۔ یہی حال اس طرف کو ہوا چنانچہ برہما کے چار منہ اسی وقت سے ہیں اور اسی وجہ سے برہما کو چترمکھ کہا جاتا ہے۔ مختصراً" سارستی نے دیکھا کہ برہما پیچھا نہیں چھوڑتا وہ وہاں سے بھاگ چلی۔ برہما اس کے پیچھے دوڑا۔ سارستی زمین میں غائب ہو کر بھاگنے لگی جب باہر نکل کر دوڑی برہما بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ غرض اس طرح سارستی کبھی ظاہر کبھی غائب ہوکراس کے ہاتھ سے بھاگی پر اس نے پیچھا نہیں چھوڑا جب دیوتاؤں میں اس کے چرچے ہوئے تو مہادیو نے اس گناہ کے بدلے برہما کا ایک سر اوپر کا کاٹ دیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس گناہ کی شامت سے برہما کی پوجا موقوف ہوئی۔ اور دیوتا پوجے جاتے ہیں لیکن برہما پوجا نہیں جاتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بار برہما نے پاربتی سے جو مہادیوؑ کی بیوی بتلائی جاتی ہے آشنائی کی تھی اس وجہ سے مہادیو نے اس کا سر کاٹ دیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس سارستی نے ندی کی صورت اختیار کرلی جو کہ کھیتری کے علاقہ میں زمین تھانیسر کے نیچے کہیں

ظاہر اور کہیں زمین میں غائب چلتی ہے اور یہ اب تک اس کا نشان موجود ہے اور میتہ پوران میں لکھا ہے کہ برہما نے اپنی بیٹی کو اپنی جورو بنا کر سو برس تک رکھا پھر اس کو اپنے بیٹے سویم بھوہ سے بیاہ دیا اور یامن پوران میں لکھا ہے کہ برہما نے مہادیو کے ذکر کی انتہا نہ پائی اور جھوٹ کہہ دیا کہ میں نے مہادیو کے لنگ کی مقدار دریافت کرلی ہے۔ اس وجہ سے اس کی پوجا موقوف ہوئی۔ ہندوؤں کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ برہما شراب پیتا تھا۔ اور ایسا عقل مند تھا کہ ایک مرتبہ رات کے وقت اپنے آلت کو ناپنے لگا اور جب اس کی انتہا نہ پائی تو برہما نے جان لیا کہ یہی میرا مالک اور خالق ہے اور اس کی عبادت شروع کردی (کیا عقل سلیم ایسی ہستی کو خالق کائنات تسلیم کرکے اس کی عبادت کر سکتی ہے؟) اگر کسی کو برہما کے مزید حالات سے دل چسپی ہو تو وہ مہابھارت' لنگ پوران اور بایو پوران وغیرہ کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ غرض ان کتابوں سے بخوبی واضح ہے کہ برہما فسق و فجور سے پاک نہ تھا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود اپنی بیٹی سے مجامعت کی۔ کیا ایسے فاسق اور بے حیا کی متابعت درست ہے؟ ایسے فاسق اور زناکار کو اللہ کا رسول ہونے سے کیا واسطہ۔ ہندوؤں کی جانب سے اس موقع پر یہ جواب دیا جاتا ہے کہ برہما سامرتھی یعنی مقدور والا تھا اور سامرتھی کو گناہ نقصان دہ نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص شہوت سے مغلوب ہو کر اس قدر بے غیرت ہو جائے وہ سامرتھی کہاں رہا۔ اور اگر برہما سے کوئی غلط کام سرزد نہیں ہوا تھا تو مہادیو نے اس کا سر کیوں کاٹ ڈالا اور اس گناہ کی شامت سے اس کی پوجا کیوں ختم ہوگئی۔ اس سب کے باوجود اللہ کے رسول کے لئے تو لازمی ہے کہ اس سے ہلکے سے ہلکا گناہ بھی سرزد نہ ہو کیونکہ جو شخص خود فسق و فجور میں مبتلا ہو اس کی نصیحت کوئی قبول نہیں کرتا بلکہ اس کو فوراً یہ جواب ملتا ہے کہ تم خود اس میں ملوث ہو اور ہم کو

منع کرتے ہو۔ اس طرح اس کا مذاق اڑایا جائے گا۔

بعض ہندو اس بات کا جواب یہ دیتے ہیں کہ برہما سے یہ حرکت اس لئے سرزد ہوئی کہ پرمیشر (خداوند تعالی) کی مرضی اس قدر غالب ہے کہ برہما بھی اسے نہ ٹال سکا۔ یہ جواب تعجب خیز ہے کہ کیا (نعوذ باللہ) اللہ تعالی ہی کا ارادہ تھا کہ خود اللہ کا رسول اس طرح بدنام ہو اور ہدایت کا تمام سلسلہ تباہ ہو جائے۔ دوسرے اللہ کے ارادہ کا غلبہ تو اور طریقوں سے بھی ظاہر کیا جاسکتا تھا۔ یہ کچھ اسی نازیبا حرکت پر کیسے موقوف ہوا۔ اگرچہ یہ تو تسلیم ہے کہ اللہ غالب حکمت والا ہے لیکن اہل عقل کے نزدیک یہ تسلیم نہیں کہ اللہ کا رسول فاسق و فاجر ہو سکتا ہے۔ ایک پنڈت نے ایک موقع پر اس کا یہ جواب دیا کہ دیکھنے والوں کو بہ ظاہر ایسا معلوم ہوا کہ برہما نے یہ نازیبا حرکت کی ہے جب کے درحقیقت برہما نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا یہ دیکھنے والوں کی نظر کی غلطی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے تو بھی یہ بات باقی رہتی ہے کہ پھر مہادیو نے برہما کا سر کیوں کاٹا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ مہادیو نے بھی سر نہیں کاٹا یہ بھی دیکھنے والوں کی نظر کی غلطی ہے تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہندوؤں کی پوتھیاں غلطیوں کا مجموعہ ہیں اور سراسر جھوٹ سے بھری ہوئی ہیں۔ لہٰذا ہندوؤں کا دین ہی سراسر غلط ٹھہرتا ہے اور جو دین اس طرح کا ہو اس کے ذریعے نجات کی امید رکھنا حماقت ہے۔

حکایت

جن دنوں میں (مصنف کتاب) اپنا اسلام مخفی رکھتا تھا ان دنوں میں نے ایک دن ایک ہندو برہمن سے پوچھا کہ پنڈت جی اگر کوئی راجا سے ملاقات کرنا چاہے تو کیا یہ ملاقات کسی معتبر شخص مثلاً" وزیر یا امیر کے ذریعے سے ہو سکتی ہے یا کسی

بدکار شہدے بدمعاش کے ذریعہ سے۔ پنڈت جی بولے کے راجا کے دربار میں لچوں کو کون پوچھتا ہے۔ اس کے بعد میں نے دوبارہ پنڈت جی سے کہا کہ جب راجاؤں کی یہ حالت ہے تو پھر اللہ تعالی کے دربار میں تو لچوں کے ذریعے رسائی نہ ہوگی۔

پنڈت جی بولے۔ سچ کہتے ہو۔

پھر میں نے کہا کہ پھر تم ایسے شخص کے پیچھے کیوں لگے ہو۔ جو اپنی بیٹی سے جماع کا قصد کرتا ہے یعنی برہما تو پنڈت جی نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ میں یہ بات اپنے دل میں ہی رکھوں۔ ظاہر نہ کروں۔ اگر تفصیل سے دیکھا جائے تو ہندوؤں کے یہاں ایسی ایسی خرافات ہیں کہ کسی نے بیٹی سے زنا کیا۔ کسی نے دغابازی کی بیشتر ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو بری سے بری صفتوں سے موصوف ہیں۔ جیسا کہ بھگوت گیتا میں کشن کا حال لکھا ہے جس کا ذکر گزشتہ باب میں گزر چکا ہے۔ کیا کوئی عقل سلیم رکھنے والا شخص ایسے شخص کو ہدایت کا ذریعہ تسلیم کر سکتا ہے؟ اس کے مقابلہ میں حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات دیکھے جائیں اور انصاف سے کام لیں کہ کس کی متابعت سے نجات کی امید کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالی ان کو ہدایت دے۔ (آمین)

حواشی

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار ابتدائی جانشین

۲۔ حضرتؐ کے دولت کدے کے آگے ایک چھت دار چبوترا تھا اس میں مسکین اصحاب رہتے تھے۔

۳۔ سورہ الطور میں ہیں۔**ام یقولون تقوله بل لا یومنون فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صادقین** کہتے ہیں یہ قرآن خود بنا لایا کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے

پھر چاہئے کہ لے آئیں کوئی بات اس طرح کی اگر وہ سچے ہیں۔۵۲، ۳۴،۳۴

۴۔ اس شخص نے اول تو آدھا مال اللہ کی راہ میں قربان کیا اور ایک لحظہ کے بعد سارا ہی مال حاضر کردیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرتؐ کی صحبت کی تاثیر سے ایک لحظہ کے بعد ہی اس کے دل میں نور ایمان زیادہ روشن ہوگیا۔

۵۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا: زندگی کیا ہے ایک وقفہ ہے

یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

۶۔ سبحان اللہ کیسی جامع دعا ہے!

۷۔ اس کے متعلق پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ۸۔ قدرت والا۔

نوٹ:اندرمن نے یہ خیال ظاہر کیا کہ (حضرت)حوا (حضرت) آدم کی دختر تھیں حالانکہ یہ سراسر غلط الزام ہے جبکہ اسلام یعنی قرآن پاک صرف یہ بتلاتا ہے کہ وہ بھی مرد کی طرح مخلوق ہے یعنی اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ہندوؤں کے یہاں تو یہ کہا جاتا ہے کہ دروپدی کو آگ میں جلا کر دوسری دروپدی بنائی جاتی تھی۔ اس طرح پہلی دروپدی کی دوسری دروپدی بیٹی پیدا ہوئی بلکہ دروپدی پانچوں پانڈوں کی بیٹی ہوئی ۔اسی طری کی بے جوڑ باتیں دیگر کتب میں مذکور ہیں جن کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ سدا شکت۔سداشیو کی زوجہ اور بیٹی ہوئی۔

فصل پنجم
قیامت کے بیان میں

یہ ہمارا ایمان ہے یعنی ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن دنیا کا یہ کارخانہ ضرور بالضرور درہم برہم ہوگا۔ جوکچھ اس وقت ہمیں نظر آرہا ہے وہ سب فنا ہوجائے گا۔ کچھ باقی نہ رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر کسی کو زندہ کرے گا اور ہر کسی کو اچھے برے کاموں کا حساب اللہ تعالیٰ کے روبرو دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ خود انصاف و عدل کرے گا۔ ظالموں سے مظلوموں کا حق دلایا جائے گا۔ انصاف کے بعد اچھے لوگ جنھوں نے پیغمبروں کا حکم قبول کیا ہے اور گناہوں سے بچتے رہے یا گناہوں سے توبہ کرلی ہے بہشت میں داخل ہوں گے پھر وہاں سے کبھی نہ نکالے جاویں گے اور نہ وہاں ان کو موت آئے گی۔ یعنی وہ بہشت کی زندگی ہمیشگی کی زندگی ہے۔ جب کے برے لوگ کچھ عرصہ کے لئے گناہوں کے اعتبار سے سزا پاکر دوزخ سے نکالے جاویں گے اور بہشت میں داخل ہوں گے۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو اللہ سزا نہیں دے گا بخش دے گا لیکن اگر کسی نے بندوں کے حقوق تلف کئے ہیں جیسے چوری، قزاقی، مار پیٹ، گالی، غیبت، بے عزتی، رشوت خوری وغیرہ ایسے گناہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر بخشے نہیں جائیں گے اور اس دن یعنی روز حساب اللہ کے حکم کے تحت اچھے لوگ گنہ گار مسلمانوں کی سفارش کریں گے حق تعالیٰ اس سفارش کو قبول فرماویں گے اور کفر کے علاوہ جس گناہ کو اللہ چاہے گا

بخش دے گا۔

بہشت کی زندگی بڑی آرام دہ ہے ۔ کھانے کے لئے اچھی نعمتیں ہیں۔ عمدہ لباس ہوں گے۔ ستھرے مکان' احباب و اعزاء جو اہل ایمان ہیں۔ ایک دوسرے سے قریب ہوں گے۔ غرض ہر طرح سکون کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ اس کے برخلاف دوزخ میں سراسر تکالیف ہوں گی۔ طرح طرح کا عذاب ہو گا۔ اور ایسی تکالیف ہوں گی جن کا بیان رونگٹے کھڑے کرنے کو کافی ہے۔ اللہ اس عذاب سے پناہ دے۔ مناسب تو یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کا مفصل حال مستند کتابوں میں دیکھیں تاکہ ایمان پختہ ہو اور ترک گناہ پر استقامت ہو۔

ہندوؤں کے دین کا حال یہ ہے کہ جس وقت کوئی گناہ گار مرتا ہے تو جمراج (جس کو دھرم رائے بھی کہتے ہیں) کے سپاہی گناہ گار کی روح کو جمراج کے پاس لے جاتے ہیں۔ جمراج اس کے اعمال کا حساب لیتا ہے پھر وہ جس سزا کے لائق ہوتا ہے اس کو ویسا ہی دوسرا جسم ملتا ہے اور پھر اس جسم میں اپنے اعمال کی سزا پاکر اس جسم سے نکل کر پھر کسی اور جسم میں داخل ہوتا ہے اس طرح ہزار ہاہزار بار جنم لیتا ہے اور اپنے اعمال کے اعتبار سے ہر طرح کے حیوان میں جنم لیتا رہتا ہے۔ مثلاً" کبھی مکھی میں' کبھی مچھر میں' کبھی بھڑ میں' کبھی سور میں اور کبھی کتے میں۔ بلکہ کبھی کبھی درختوں میں تبدیل ہوجاتا ہے اور بعض کے خیال میں پتھر میں بھی منتقل ہوجاتا ہے اور بہت سے جنم لے کر یعنی اپنے اعمال کی سزا پاکر جب گناہوں سے پاک و صاف ہوجاتا ہے تو اس کی مکھش یعنی نجات ہوتی ہے اور مکھش یہی ہے کہ نیست و نابود ہوکر خدا کی ذات میں مل جاتی ہے۔ اور کبھی گناہوں کی شامت سے نرگ یعنی دوزخ میں جاکر وہاں سے نکل کر کبھی پھر جنم لیتا ہے اور کرم بپاک نامی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی ملیچھ (ہندو اعلی اقوام کے علاوہ

سب کو ملیچھ (ناپاک) کہتے ہیں) اگر اپنی زندگی میں اچھے کام کرتا ہے تو مرنے کے بعد وہ شودرؔ ہوجاتا ہے اور اگر کوئی شودر اپنی زندگی میں اچھے کام کرے تو وہ مرنے کے بعد کھتری ہوجاتا ہے۔ اور اگر کھتری اپنی زندگی میں اچھے کام کرے۔۔۔ تو وہ مرنے کے بعد برہمن کا جنم لیتا ہے اور اگر برہمن اچھے کام کرے تو اس کی موکھش یعنی نجات ہوجاتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب کوئی اچھا آدمی مرتا ہے تو وہ جس دیوتا کی عبادت کرتا تھا اس دیوتا کے مقام میں چلا جاتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کوئی سورگ (بہشت) میں داخل ہوجاتا ہے تو مقررہ مدت کے بعد وہاں سے نکل کر پھر جنم لیتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کوئی بہشت میں گناہ کرتا ہے اس کو بھی یعنی دوبارہ جنم لینے کی سزا ملتی ہے چنانچہ مہابھارت میں مذکور ہے کہ راجہ ججات نے بہشت میں کہا کہ میں اپنے برابر کسی کو نہیں جانتا۔ اندر نے اس نگاہ کے بدلے اس کو بہشت سے دنیا میں پھینک دیا۔ پھر وہ اس گناہ سے پاک ہو کر بہشت میں گیا اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک راجہ جو نیک کردار بہشت میں داخل ہوا۔ ایک دن گنگا (ندی) برہما کے پاس گئی۔ وہ راجہ بھی وہاں موجود تھا۔ ہُوا سے گنگا کا دامن اٹھ گیا اور اس راجہ کی نظر گنگا کی رانوں پر پڑی اور وہ اس پر عاشق ہوگیا اور اُس گناہ کی شامت سے بہشت سے نکالا گیا۔ ہندوؤں کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ کبھی کبھی اولاد کی بد اعمالی سے باپ دادا بھی دوزخ کے عذاب میں پھنستے ہیں۔ چنانچہ اسی مہابھارت ادپرب میں لکھا ہے کہ ایک بڑا زاہد برہم چاری (جس نے شادی نہیں کی تھی) ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس کے بزرگ کنویں میں لٹکائے گئے تھے۔ اس نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بولے کہ ہم بڑے عابد اور جگؔ کرنے والے تھے مگر مرنے کے بعد دوزخ میں ڈالے جانے کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے بیٹے نے شادی سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ اس برہم چاری

بیٹے نے باسک ناگ کی بہن سے بیاہ کیا کہ جہاں (دنیا) کی ابتداء کچھ نہیں' انتہا ہوگی۔ یعنی دنیا کا فنا ہوجانا دو طرح سے ہے ایک تو یہ ہے کہ برہما کی مکت ہوجاتی ہے سوائے دھرم اور ادھرم بھاؤنا سنسکار کے سب کچھ فنا ہوجاتا ہے۔ وہ جتنی مدت جہاں موجود رہا تھا اتنی ہی مدت فنا رہتا ہے اور اسی مخلوقات میں سے کوئی شخص برہما بن جاتا ہے اور از سرنو اسی طریقہ پر بعینہ اسی مخلوقات کو کہ فنا ہوگئی تھی بتاتا ہے۔ اور اسی طرح پر جہاں کے فنا ہونے کا نام ہے۔ کھنڈپرلی اور بیکھنڈپرلی بہت مرتبہ ہوتی ہے۔ دوسری قسم یہ کہ تمام مخلوقات کو مکت حاصل ہوگی اور تمام جہاں اور برہما دھرم ادھرم اور بھاؤنا سنسکار بھی فنا ہوجاویں گے کچھ باقی نہ رہے گا۔ اور چاروں عناصر میں سے پہلے زمین' پھر آگ' پھر ہوا اور پھر پانی فنا ہوگا۔ اس طرح کی فنا کا نام ہے مہاپرلی اور یہ ایک ہی بار ہوگی۔

بیدانت شاستر

بیدانت شاستر کے مطابق دنیا کا فنا ہونا تین طرح سے ہے۔ ایک تو یہ کہ جب برہما کی عمر سے ایک دن گذرتا ہے تو اکثر مخلوقات فنا ہوجاتی ہیں۔ رات بھر فنا رہتی ہیں (یعنی رات بھر برہما سوتا رہتا ہے اور خلقت فنا رہتی ہے جب دوسرا دن ہوا پھر پیدا ہوگئی اور اس قسم کی فنا بار بار ہوتی ہے۔ اس قسم یا صورت کا نام ذی تندن ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ تمام مخلوقات اگیان یعنی بے عقلی میں آجاتے ہیں۔ سوائے اگیان کے اور سب کچھ فنا ہوجاتا ہے۔ اس قسم کی فنا ایک بار ہوگی اور اس قسم یا صورت کا نام ہے' پراکرت تیسری قسم یہ ہے کہ اگیان بھی فنا ہوجاتا ہے۔ اور گیان (عقل) روشن ہوجاتا ہے اور اس قسم کی فنا کا نام آتشک اور یہ بھی ایک ہی بار ہوگی اور ' عناصر' اس طرح فنا ہوتے ہیں کہ زمین پانی میں فنا ہوجاتی ہے اور

پانی آگ میں اور آگ ہوا میں اور ہوا خلاء میں اور خلا مایا میں آکر فنا ہوتے ہیں۔

سانکھ شاستر:

سانکھ شاستر میں مذکور ہے کہ جب دنیا کے فنا ہونے کا وقت آتا ہے تب پانچوں تت یعنی عناصر (ELEMENTS) ترماتر میں غائب ہوجاتے ہیں۔ آکاس شد میں پون سپرس میں اگنی روپ میں جل رس پرتھی گندہ میں اور یہ پانچوں تن ماتر آہنکار میں غائب ہوجاتے ہیں اور آہنکار مہتت میں پرکرتی میں آجاتا ہے۔ قابل توجہ بات یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ تمام شاستر برحق ہیں لیکن قیامت کے متعلق بیان ان جملہ شاستروں میں اتنا مختلف ہے کہ اس کو ایک دوسرے کے مطابق کرنا ناممکن ہے۔ جب کہ یہ حقیقت ہے کہ سب علیحدہ علیحدہ بات کہتے ہیں اور بات بھی ایسی جو ایک دوسرے کی مخالف ہو پھر یہ کہا جائے کہ یہ سب برحق ہیں۔ عقل اس کو قبول کرنے کو کس طرح تیار ہوسکتی ہے۔ ہندو پنڈت اس صورت حال کے جواب میں کہتے ہیں کہ اسلام۔۔ مسلمانوں میں بھی یہی صورت ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں میں بھی مسائل میں اختلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی بنیادی اختلافات نہیں ہیں جو بھی اختلاف ہے وہ فروعی مسائل میں ہے۔

اسلام کے بنیادی اصول:

اسلام کے بنیادی اصول پانچ ہیں۔

(ا) اللہ تعالیٰ کو معبود برحق، سب کا خالق اور مالک، واجب الوجود اچھی صفتوں والا نیز بری صفات اور عیوب سے پاک وحدہ لا شریک لہ، قادر مطلق اور بے نیاز

سمجھنا۔

(۲) جملہ پیغمبروں کو برحق اور سچا (صادق) جاننا۔

(۳) قیامت کے دن اعمال کے حساب کا ہونا۔

(۴) فرشتوں[11] کو حق جاننا۔

(۵) جو کتابیں اللہ تعالی نے پیغمبروں پر نازل فرمائیں ان سب پر ایمان لانا۔

اسلام کے یہ پانچ بنیادی اصول ہیں۔ مسلمانوں کے جتنے فرقے مشرق سے مغرب تک ہیں ان بنیادی اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک پر کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ فروعات یعنی تفصیلات میں اختلاف ہونا کوئی اہم بات نہیں ہے۔ کہیں کسی روایت کے بیان میں غلطی کا امکان ہے کیوں کہ انسان ضعیف ہے اور خطا و نسیان سے پاک نہیں۔ اس طرح کسی آیت کا مطلب سمجھنے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

اسلام کے ارکان:

اسلام کے پانچ ارکان ہیں:۔

(۱) کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مضمون زبان اور دل سے ماننا مضمون یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(۲) پانچ وقت کی نماز

(۳) زکوہ یعنی معینہ مال پر مقررہ شرح سے زکوہ دینا۔

(۴) ماہ رمضان المبارک کے پورے دنوں کے روزے رکھنا۔

(۵) بموجب توفیق زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا۔

اسلام کے تمام فرقے ان پانچ ارکان دین کے فرض ہونے پر متفق ہیں ذرا سا بھی اختلاف نہیں۔

ہندوؤں کے فرقوں کی کیفیت

ہندوؤں کے فرقوں کی کیفیت یہ ہے کہ کرم کانڈ والے ہر روز کی عبادت یعنی سندھیا (عبادت کا نام) وغیرہ کو فرض جانتے ہیں۔ اور گیان کانڈ والے اس کو کچھ ضروری یعنی لازمی نہیں سمجھتے بلکہ عبادات اور ظاہری اعمال کو گڑیا کا کھیل سمجھتے ہیں۔ بعض ہندوؤں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ مسلمان فقراء (صوفیاء) بھی نماز و روزہ کو لازمی نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ نماز، روزہ، اور دیگر اعمال ابتدائی دور کے ہیں۔ جب کوئی عارف کامل ہوگیا تو اس کو نماز روزہ کی حاجت نہیں[۱۲] رہتی۔ یہ بات قطعی غلط ہے۔ اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے وہی فرض ہیں جو اوپر بیان ہوئے ہیں۔ جو ان کو نہیں مانتا وہ مسلمان ہی نہیں۔

حواشی

۱۔ ہندوؤں میں چار قومیں ہیں۔۱۔ برہمن ۲۔ کھتری ۳۔ ویش ۴۔ شودر (Untouchable)

۲۔ ایک مذہبی رسم جس میں بڑی دھوم دھام سے بتوں کے نام پر قربانی دی جاتی ہے۔

۳۔ دھرم یعنی خیر ۴۔ ادھرم یعنی شر ۵۔ بھاونا یعنی ارادہ

۶۔ ہندوؤں میں گناہوں سے پاک کرنے کی ایک رسم یا Regeneration

۷۔ ہندوؤں کے مطابق اب تک ہزاروں برہما بن چکے ہیں۔
۸۔ فنا کی ایک قسم یا ایک دور
۹۔ خلا ہندوؤں کے ہاں پانچ عناصر ہیں:اکاس یعنی خلا' پون یعنی ہوا' اگنی یعنی آگ'جل یعنی پانی' پرتھی یعنی زمین۔ اور پانچ تن ماتر ہیں شبد یعنی آواز وغیرہ۔ تت کے معنی عنصر(Element) اور مہاتت یعنی عنصر یا عناصر۔
۱۰۔ اس کا ذکر ساتویں فصل میں کیا گیا ہے۔نوٹ:فاضل مصنف نے خود لکھا ہے کہ یہ اصطلاحیں بغیر کسی مکمل تحقیق کے سمجھ میں نہیں آتیں جو ایک کارعبث ہے۔
۱۱۔ اللہ کے بندے ہیں۔ نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ گناہ سے پاک ہیں۔
۱۲۔ یہ اشارہ غالباً" اسماعیلیوں کی طرف ہے جنکو مسلمان ہی تسلیم نہیں کیا جاتا۔

فصل ششم

معبود کے بیان میں

معبود اسی ہستی کو کہا جاتا ہے کہ جس کو سوچ سمجھ کر اس قابل سمجھا جائے کہ اس کی عبادت یا بندگی یا پوجا کی جائے اور عبادت سے مطلب یہ ہے کہ اس کی آخری حد تک تعظیم کی جائے یعنی اس معبود کے آگے اپنے نفس کو ذلیل (کم تر) سمجھ کر سجدہ وغیرہ کیا جائے۔ اس کو اپنا مالک اور حاجت روا جان کر اپنی دینی و دنیاوی حاجتیں اس سے طلب کی جائیں۔ اس کی نذر اور منت مانی جائے۔ اس کے نام کا روزہ رکھا جائے۔ علی ہذا القیاس۔

مسلمانوں کا معبود اللہ تعالی کے سوا اور کوئی نہیں اور جو کوئی اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کو معبود گردانے وہ مسلمان کے نزدیک کافر ہے۔ یہاں تک کہ حالانکہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو سب مخلوقات سے افضل اور اکمل ہیں لیکن اگر کوئی ان کی عبادت کرتا ہے۔ وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے یہی معنی ہیں کہ نہیں ہے کوئی معبود برحق سوائے حق تعالی کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

ہندوؤں کے معبود بے شمار ہیں۔ وہ ان معبودوں کے نام پر بت بنا کر پوجتے ہیں اور ان کی تعظیم سولہ طریقوں پر کرتے ہیں (۱) اباہن یعنی منتر پڑھ کر دیوتا کو بلانا۔ (۲) سنگھاس یعنی بت کے نیچے پیتل وغیرہ کا تخت رکھنا۔ (۳) سنان یعنی غسل

دینا۔ (۴) لیپن یعنی صندل وغیرہ ملنا (۵) اچھت یعنی چاول چڑھانا۔۔۔ (۶) پشپ یعنی پھول چڑھانا۔ (۷) نویدیعنی بھوک لگانا۔ (۸) اچمان یعنی پانی پلانا۔ (۹) تانبول یعنی پان وغیرہ چڑھانا۔ (۱۰) بستر پوشاک پہنانا۔ (۱۱) بھوشن یعنی زیور پہنانا۔ (۱۲) دھوپ یعنی خوشبو جلانا۔ (۱۳) دیپ چراغ دکھانا۔ (۱۴) سنکھ گھنٹہ بجانا۔ (۱۵) است یعنی سراہنا۔ (۱۶) پرکرما یعنی طواف کرنا۔ ان کے علاوہ اور بھی تعظیم کے طریقے ہیں چنانچہ ایک طریقہ "شاشٹانگ" یعنی سات یا آٹھ اعضاء کا سجدہ کرنا اور اس سے دین و دنیا کی حاجات طلب کرنا اور اس کے منتر پڑھ کر دیوتا کو رخصت کرنا جس کو سرجن کہتے ہیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ انسان کا خود اپنی بنائی ہوئی مورتیوں سے جن میں نہ بولنے کی طاقت ہے نہ ہاتھ پیر ہلانے کی حاجت طلب کرنا عقل اور سمجھ بوجھ سے دشمنی نہیں تو اور کیا ہے۔ حاجت تو اس سے طلب کرنی چاہیئے جو کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ جو سب کا سوال پورا کرسکتا ہو' جو سب کچھ جانتا ہو سب کو دیکھتا ہو۔ ہر وقت ہر کسی کی فریاد سننے کو تیار ہو چاہے زمین ہو' آسمان ہو۔ سمندر ہو یا دریا۔ رات ہو یا دن گرمی ہو یا سردی۔ چھوٹا ہو یا بڑا کالا ہو یا گورا ایسی ہستی تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت کرنا صریحاً" کفر ہے کبھی کبھی ہندو اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم بتوں سے تو نہیں مانگتے ہم تو ان بزرگوں سے مانگتے ہیں جن کے نام کے یہ بت ہیں۔ یہ جواب کس قدر کمزور ہے۔ آخر اس سے کیوں نہیں مانگتے جس کے یہ بزرگ خود محتاج تھے۔

ہندو معبودوں کے نام

وشنو" یعنی بشن جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

سالگرام" پتھر پر تلسی کا پتہ چڑھا کر پوجتے ہیں۔ کرشن: یعنی کنہیا۔ رام چندر: (راجہ) دسترت کا بیٹا۔ سیتا: رام چندر کی بیوی۔ لچھمن: رام چندر کا بھائی۔ خود ان کی مورتیاں بناتے ہیں اور پھر خود ان کی پوجا کرتے ہیں اپنے معبود خود بناتے ہیں ان کی تعظیم میں گاتے بجاتے ہیں' ناچتے ہیں کودتے ہیں یعنی جو کام ہوائے نفس کے ہیں ان کو عبادت سمجھتے ہیں۔ گنیش: اس کا ذکر پہلی فصل میں ہو چکا ہے۔ اس کی مورتی اس طرح بناتے ہیں کہ اس کا دھڑ آدمی کا سا ہوتا ہے۔ سر ہاتھی کا سا۔ سپاری (چھالیہ) کو اس کے نام پر پوجتے ہیں۔ مہا کالی دیوی: اس کی پوجا کا طریقہ یہ ہے کہ جن جن مقامات پر ہندو سمجھتے ہیں کہ اس دیوی کا ظہور ہوا ہے جیسے جوالا مکھی' کانگڑا' چنت پور' اشت بھوجی۔ انیکا بھر راجا منڈا وغیرہ ان مقامات پر جاکر ناچتے کودتے ہیں۔ ڈھول بجاتے ہیں۔ جوالا مکھی کو پوجنے والے اس مکان کو سارے تیرتھوں سے افضل جانتے ہیں جسے کسی نے کہا ہے۔

युग मष्टौ युग मेक ।पयोदका।। तज कोट
समं फलं ज्वाला मुख प्रदर्शनात्।। काशी वासं

"کاشی باسن جگمشٹا جگمبگاپر۔ تھووکاترکوٹ سماپنیا جوالا مکھی پردرشنات"

یعنی کاشی میں آٹھ جگ جاکر رہے اور ایک جگ اناج اور پانی کے بغیر تپ کرے مگر ان سب کے برابر جوالا مکھی کے ایک دفعہ درشن کرنے سے پن ہوتا ہے۔ جوالا مکھی کی حقیقت یہ ہے کہ یہاں دامن کوہ سے آگ کے شعلے نکلتے رہتے ہیں یوں کہئے کہ یہاں کوئی آتش فشاں پہاڑ کا سلسلہ ہے اور یہاں آتش فشاں پہاڑ پائے جاتے ہیں

وہاں یہ بات بالکل تعجب خیز نہیں۔ دنیا میں ایسی ہزاروں جگہیں ہیں۔ ایسی جگہوں کو معبود سمجھنا اور وہ بھی بیسویں صدی میں سراسر جہالت ہے۔ ان جگہوں پر غریب جہلا کو کس طرح بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ ایک دلچسپ داستان ہے۔ دن رات میں دوبار دیوی کو بھوک لگایا جاتا ہے۔اس وقت کسی غیر کو اندر جانے نہیں دیا جاتا۔ اس کام کے لئے بارہ بھوجکی مقرر ہیں۔ یہی بھوجکی مقررہ وقت پر پرجا کے دروازے بند کرکے ایک پجاری کو ساتھ لے کر بھوک لگاتے ہیں۔ اس طرح چوری چھپے کام کرنے سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید شعلوں میں کچھ مصالحہ وغیرہ ڈال دیتے ہیں جو کچھ گھنٹہ تک جلتا رہتا ہے۔ میلے کے دنوں میں غالباً" زیادہ مصالحہ ڈالا جاتا ہے تاکہ دن رات جلتا رہے اور میں (مصنف) نے کسی سے سنا بھی ہے کہ یہ شعلے مصالحہ کے سبب سے روشن رہتے ہیں اور اتنا تو میں (مصنف) نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جب ان میں سے کوئی شعلہ بجھ جاتا ہے تو اس کو چراغ سے پھر روشن کردیتے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ اس مکان میں پانی کے درمیان سے آگ کا شعلہ نکلتا ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مکان میں ایک حوض ہے اس کو ہمن کنڈ کہتے ہیں اس کے ایک کونہ میں زمین کے برابر پتھر سے پانی نکلتا ہے۔ اللہ جانے وہیں سے نکلتا ہے یا کہیں دور سے آتا ہے۔ لیکن یہ پانی بہت ہی تھوڑی مقدار میں آتا ہے اتنی تھوڑی مقدار میں کہ آٹھ پہر میں ایک پیالہ بھرتا ہے اور اس سے ذرا بلندی پر شعلہ نکلنے کی ایک جگہ ہے لیکن پانی قریب ہونے سے وہ شعلہ بجھتا رہتا ہے جب کسی کو وہاں ہوم (ہون؟) (عبادت کا نام) کرنا ہوتا ہے تو کپڑے سے اس پانی کو خشک کرکے چراغ سے اس شعلہ کو روشن کرتے ہیں پھر اس پر گھی اور شہد اور تل اور جو اور بادام اور کھوپرا دھڑیوں (ایک دھڑی پانچ سیر کے برابر ہوتی ہے) اور منوں ڈالتے ہیں۔ اس کا نام "ہوم" (ہون) ہے کہ ان نعمتوں کو دیوتا کی نذر کرکے

آگ میں جلادیتے ہیں۔ القصہ ان چیزوں سے وہ شعلہ خوب بھڑکتا ہے اور وہ پانی جو کچھ اس وقت میں نکلتا ہے۔ نیچے ہی دبا رہتا ہے بھلا جہاں اتنی آگ جلے تو دو تین ماشہ پانی کی وہاں کیا تاثیر ہو بچپن کے زمانہ میں ایک رات میں (مصنف) بھی وہاں ہوم کرنے گیا تھا تو یہ حال چشم خود دیکھا کہ اس بات کو بیس برس ہوئے اس کے بعد میں کئی بار وہاں گیا کچھ خیال نہیں کیا اللہ جانے اب بھی وہ پانی آتا ہے یا نہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت اس کی کرنی چاہیے جس نے یہ سب کچھ بنایا۔ دیوی کی پوجا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ بلور (صاف اور شفاف پتھر) کے ٹکڑے پر۔ [•] ایسا خط بنا کر بت بنا رکھے ہیں اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس طرح پوجا کرتے ہیں اور ایک طریقہ یہ ہے کہ کنواری لڑکی کی پوجا کرتے ہیں اور اس کو کھانا کھلاتے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی عورت کی شرم گاہ کو بدستور سابق پوجا کرتے ہیں اور بعض اپنا عضو خاص شرم گاہ میں داخل کرکے وظیفہ پڑھتے ہیں جس کو "جپنا" کہتے ہیں لیکن مادہ حیات اندر گرنے نہیں دیتے اور اس طریقہ کو بھگ پوجا کہتے ہیں اور اس طرح کی پوجا کرنے والے بام مارگی کہلاتے ہیں۔ بام مہادیو کا نام ہے۔ یہ لوگ مہادیو کی اور دیوی کی عبادت کرتی ہیں اور اپنے مذہب کو ہندوؤں سے بھی چھپاتے ہیں۔ گوشت کھانا اور شراب پینا ان کے یہاں کارثواب اور اور ان کا قول ہے "سہر بھگ درشناں مکتی" یعنی عورت کی ایک ہزار شرم گاہیں دیکھنے سے نجات ہوتی ہے اور ایک طریقہ یہ ہے کہ "جوت" یعنی گھی کا چراغ جلا کر دیوی کو حاضر سمجھ کر بدستور مذکور پوجا کرتے ہیں۔

مہا لچھمی سونے چاندی مال و دولت کو لچھمی کا ظہور سمجھ کر بدستور مذکور اس کی پوجا کرتے ہیں۔ سارستی دیوی بقول ان کے نہر کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ گنگا ندی ہندوؤں کے بقول مہادیو کے سر میں سے نکلی ہے۔ اس کا پانی بہت لطیف

ہے۔ پراجتا دیوی۔ سوج (ہندی سال کے ایک مہینہ کا نام) میں دسویں چاندنی رات کو گوبر کے دس اپلے بنا کر بدستور مذکور پوجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دن راجہ رام چندر نے پراچنا دیوی کی پوجا کرکے لنکا کو فتح کیا۔ اس دن ہندو بہت چیزوں کی پوجا کرتے ہیں۔ جیسے تلوار' کٹار' ڈھال ' ہاتھی' گھوڑا اونٹ' پوتھی (کتاب) قلم و دوات وغیرہ اور ان چیزوں سے مدد مانگتے ہیں۔ یہ کیسی عجیب بات ہے اللہ تعالی کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ان چیزوں کو انسان کے قابو میں کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اونٹ پر سوار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

سبحان الذي سخر لنا ہذا وما کنا له مقرنین. وانا الی ربنا لمنقلبون. (۴۳ - ۱۳ و ۱۴)

ترجمہ:۔ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کردیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو ان کو قابو میں کرلیتے اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ سادہ لوح ہندو اس کے برخلاف ان چیزوں کو پوجتے ہیں جو درحقیقت ان کے ہاتھوں میں مسخر ہیں۔ اگر کوئی کسی ضرورت مند کو کھانا کھلاوے یا کپڑا پہنادے تو اس ضرورتمند کو چاہیے کہ اس بزرگ کا احسان مند ہو' اس کا ممنون ہو شکر ادا کرے نہ یہ کہ اس کھانے یا کپڑے کی پرستش کرنے لگے اور اس سے مدد کا طلب گار ہو۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو لوگ باگ اس کو پاگل کہیں گے۔

مہادیو کی پوجا کا طریقہ اس قدر دلچسپ اور بے غیرتی پر مبنی ہے کہ اس کا بیان اخلاقی حدوں سے گذر کر کیا جاتا ہے اور یہ محض اس لیے کہ حقیقت واضح ہوجائے۔ پوجا کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مہادیو کے لنگ (عضو مخصوص) کی صورت بنا کر اس کو جلہری میں رکھ کر جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس طریقہ سے پوجتے ہیں

جلہری کی شکل عورت کی شرمگاہ جیسی ہوتی ہے مہا دیو کے اس فرضی عضو مخصوص پر جلدھارا کرتے ہیں یعنی پانی یا دودھ میں پانی ملا کر اس کی بہت دیر تک دہار دیتے ہیں اور یہ کس قدر شرم ناک ہے کہ اس کیفیت کا نظارا سب مرد' عورت' لڑکے ' لڑکیاں' بوڑھی عورتیں' جوان دوشیزائیں' بیٹے ' بیٹیاں کرتے ہیں۔ اس کو پوجا کہتے ہیں اس پوجا کے اور بھی اسباب ہیں۔ کچھ کابیان فصل اول میں ہوچکا ہے۔

شب (شو) پوران میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مہادیو کی بیوی پاربتی نے جماع کی خواہش کی۔ اولاً" مہادیو نے انکار کیا پھر مباشرت کے وقت اپنے عضو مخصوص کو اس قدر درازکیا کہ پاربتی نے تنگ اور بے قرار ہوکر بشن کے آگے فریاد اور التجا کی بشن نے مہا دیو کا لنگ چکر کے ساتھ کاٹ دیا۔ اس پر مہادیو بہت ناراض ہوا۔ بشن نے مہادیو کی بہت خوشامد کی اور اس طرح اپنے آپ کو بچالیا۔ اس وقت سے لنگ کی پوجا شروع ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بعض عابدوں نے سپت میں تپ یعنی بہت زیادہ عبادت اور ریاضت کی ۔ مہادیو نے ان کی عقیدت کی آزمائش کے لیے ان کی خواتین میں جاکر اپنے عضو مخصوص کو برہنہ کر دیا۔ ان برہمنوں کی بد دعا سے مہادیو کا عضو مخصوص اس کے بدن سے جھڑ گیا۔ جب مہادیو اپنی اصلی صورت پر آیا تو برہمنوں نے اس کی بہت تعریف کی ۔ مہا دیو نے خوش ہوکر عضو خاص کی پوجا کا حکم دیا۔ تب سے لنگ کی پوجا شروع ہوئی۔ اسی قسم کے اور بیانات بھی ہیں جو بے حیائی اور بے شرمی سے بھری پڑی ہیں۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ بڑے بڑے سمجھ دار آدمی ان باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور عبادت کے ایسے طریقے روا رکھتے ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ جس کو دیکھ کر شہوت کا خیال نہ بھی ہو تو ہو جائے (مصنف نے لکھا ہے کہ انھوں نے بت

پرستی کا سبب پنڈت رام چندر سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہم بت کو نمونہ بنا کر سامنے رکھتے ہیں تاکہ دل بخوبی قرار پکڑے۔ میں نے کہا جب عضو مخصوص اور عورت کی شرمگاہ کی شکل سامنے ہوگی تو دل کس طرح قرار پکڑے گا بلکہ قرار تو درکنار اور زیادہ بے قرار ہوگا اس کے جواب میں پنڈت جی خاموش ہوگئے۔)

گائے ـــــ کے متعلق ہندوؤں کا خیال یہ ہے کہ گائے کے جسم میں دیوتا جمع رہتے ہیں اور اس کی پوجا کا طریقہ یہ ہے کہ سونے کے سینگ بنواکر اس کے سینگوں پر رکھے جائیں اور چاندی کے سم بنواکر اس کے پیروں کے پاس رکھے جائیں اور ایک چاندی کا پترا اس کی پیٹھ پر رکھا جائے اور اس پر جھول ڈالی جائے اور یہ سب کرنے کے بعد اس کی پوجا کی جائے اور اس گائے کو برہمن کو دے دیا جائے۔ ہندو گائے کی بے انتہا تعظیم کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے گوبر اور پیشاب کو بھی نہ صرف پاک سمجھتے ہیں بلکہ پاک کرنے والا سمجھتے ہیں۔ گائے کی پانچ چیزوں یعنی گوبر، پیشاب، دودھ، دہی اور گھی کو پنچ گپ کہتے ہیں اور ان کے نزدیک ان چیزوں سے زیادہ کوئی اور چیز پاک نہیں ہے ہندوؤں میں سے جو بڑے بھگت ہیں ان کا معمول یہ ہے کہ وہ ہر روز پنچ گپ پیتے ہیں۔ ہندوؤں میں سے برہمن اپنے جینو (چند دھاگے ملا کر ہار کی طرح ڈالتے ہیں) کے بغیر کھانا نہیں کھاتے اور اگر کبھی ایسا کرلیں تو اس کا تدارک یہ ہے کہ گاتری کا منتر پڑھے اس دن گائے کے پیشاب کے علاوہ کچھ نہ پیئے اور کچھ نہ کھائے اسی طرح برہمن اگر چنڈال کے تالاب کا پانی پی لے یا اس میں غسل کر لے تو (گائے کا) گوبر کھائے پیشاب پیئے تب جا کر پاک ہوگا عام ہندو بھی اگر غیر قوم کے برتن میں کچھ کھاپی لے تو اس کو کئی دن تک بر (روزہ) رکھوا کر پنچ گپ پلاتے ہیں۔ تب کہیں جاکر اس کو پاک سمجھا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک گائے کے پیروں کی گرد اگر اڑ کر کسی کے بدن پر پڑ

جائے تو یہ گرد پاک سمجھی جاتی ہے۔ اس خاک کو گودھوری کہتے ہیں۔ ملیچ کے مکان میں بیٹھ کر کھانا پینا درست نہیں سمجھتے لیکن اگر اس ملیچ کے گھر میں گائے ہو تو درست ہے۔ جیسے ایک کہاوت ہے۔

(ترجمہ) نیل کا رنگ پہننا درست نہیں لیکن نیلے رنگ کا ریشمی کپڑا پہننا درست ہے۔ اسی طرح غیر قوم کا پانی پینا درست نہیں مگر چھاچھ میں ملا کر ہو تو درست ہے۔ ملیچ کے مکان میں روٹی کھانا درست نہیں لیکن جس مکان میں گائے رہتی ہوں (رکھی جاتی ہوں) وہاں درست ہے یہ ہے گائے کی عظمت۔ کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ انسان جس کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا اس کو ناپاک سمجھیں اور گائے جو ایک حیوان ہے اس کا گوبر اور پیشاب پاک اور پاک کرنے والا سمجھیں اس کے علاوہ طرفہ تماشا یہ ہے کہ گائے کو گئو ماتا کہا جاتا ہے لیکن وہ ضعیف اور مرنے کے قریب ہوتی ہے تو اس "ماتا" کو گھر سے نکال دیتے ہیں اور جب مرجاتی ہے تو چوھڑے چماروں کے حوالہ کردی جاتی ہے۔ یہ ہوئی ماتا کی عظمت اور عزت بلکہ اس کے چمڑے کے جوتے بنا کر پہنتے ہیں۔

حکایت:

ایک دن رنجیت سنگھ رئیس لاہور نے مولانا جان محمد مرحوم سے کہا کہ مولوی جی ہمارے اور تمہارے بزرگ سب اہل بصیرت اور دانا تھے اب میں پوچھتا ہوں کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو یہ مشکل ہے کہ اگر حق بات کہیں گے تو آپ جو ہمارے حاکم ہیں ناراض ہوجائیں گے۔ اور اگر آپ کی خاطر ناحق کہدیں تو اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین ہے وہ ناراض

ہو جائے گا۔ رنجیت سنگھ نے کہا جو بات حق ہے بے دھڑک کہ دو۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے دین میں جس چیز کا کھانا حرام ہے۔ وہ یا تو پلید ہے۔ اس واسطے حرام ہے جیسے سور' یا اشرف ہے اس واسطے اس کی تعظیم کی وجہ سے اس کا کھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسے آدمی۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے دین میں گائے کس وجہ سے حرام ہے۔ اس کی وجہ اگر یہ ہے کہ وہ پلید ہے تو پھر اس کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ اور اگر اشرف ہے تو اس کے چمڑے کا استعمال کیوں روا رکھتے ہو؟ رنجیت سنگھ یہ جواب سن کر لاجواب ہو گیا۔

سورج اور چاند:

ہندو ہمیشہ نہا کر سورج کے سامنے پانی ڈالتے ہیں اور ان میں سے بعض چاند اور سورج کی مورت (بت) بنا کر پوجتے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ ایسا مہربان ہے کہ اپنی مخلوق کے لئے چاند اور سورج جیسے چراغ روشن کر دیئے ہیں جن کی روشنی سارے عالم میں پہونچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وجعلنا سراجا وھاجا۔۔۔۔۔۔۔ (۷۸/۱۳)

ترجمہ: اور ہم ہی نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ بنایا (مراد آفتاب ہے)

(مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

اور یہ بھی:

تبارک الذی جعل فی السماء بروجاو جعل فیھا سراجا و قمرا منیرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (۲۵/۶۱)

ترجمہ: "وہ ذات بہت عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور اس (آسمان) میں ایک چراغ (یعنی آفتاب) اور نورانی چاند بنایا۔" (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ تو حقیقت میں اللہ تعالی کی نعمتیں ہیں جن کے لئے اللہ کی مخلوق کو اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے نہ یہ کہ ان چیزوں کی پرستش کی جائے اور ان کے نام کے بت بنا کر ان کو سجدہ کیا جائے۔ اس کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ایک شخص راستہ میں اندھیرا دور کرنے کے لئے چراغ روشن کر دیتا ہے تو راستہ چلنے والوں کو چاہیئے کہ اس چراغ روشن کرنے والے کا شکر ادا کریں نہ یہ کہ چراغ کو پوجنا شروع کردیں ہندو چاند سورج کے علاوہ اور بہت سے اجرام فلکی (stars) کو بھی پوجتے ہیں جیسے بدھ[۳] یعنی عطارد (neptune) شکر یعنی زہرہ(venus) منگل یعنی مریخ (mars) برہپت یعنی مشتری (mercury) سنیچر یعنی زحل (satrn)۔ راہ کیت یعنی "راس ذنب" ستاروں کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ ستارے ان کی خواہش کے موافق اپنی تاثیرات ظاہر کریں اور اپنی نحوست ان سے دور رکھیں۔ یہ کس قدر نادانی کی بات ہے کہ اول تو ہندو یہ بات نہیں سمجھتے کہ ستاروں سے نحوست اور سعادت ہی ثابت نہیں اور اگر ہو بھی تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے دواؤں میں گرمی اور سردی یا خشکی اور تری کی استعداد ہوا کرتی ہے اور جب وہ دوا کسی کے استعمال میں آتی ہے اس وقت اللہ تعالی اگر ان دواؤں سے نفع یا نقصان ظاہر کرنا چاہتا ہے تو جب استعداد کے مطابق گرمی یا سردی یا تری پیدا کردیتا ہے۔ یعنی اس تاثیر کا پیدا کرنے ولا اللہ تعالی ہے۔ خود اس دوا کی کوئی حیثیت نہیں مثال اس کی یہ ہے کہ کاسنی اور خرفہ میں اللہ تعالی نے سردی کی استعداد رکھی ہے لیکن

خود کاسنی یا خرفہ میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اپنی تاثیر بدل سکیں اس میں اضافہ کر سکیں یا کمی کر سکیں۔ اس لئے اگر کوئی ان دواؤں کی خوشامد کرے۔ (پوجا کرے) اور ان سے یہ التجا کرے کہ یہ اپنی تاثیر اس کی خواہش کے مطابق ظاہر کریں سو اس سے زیادہ عقل کا دشمن کون ہوگا۔ اسی طرح اگر بالفرض اللہ تعالی نے بر سپت یعنی مشتری میں سعادت اور سنیچر یعنی زحل میں نحوست کی استعداد رکھی ہو تو خود ان کی کیا طاقت ہے کہ وہ کسی کی خوشامد اور التجا سے اپنی تاثیر بدل سکیں۔ ستارے بے چارے صرف مجبور اور اللہ کے قابو میں ہیں ان میں جو خاصیتیں اللہ تعالی نے رکھی ہیں۔ جیسے سورج میں گرمی اور روشنی' چاند میں سردی اور روشنی یہ سب فرشتوں کے وسیلے سے ظاہر ہوتی ہیں اور فرشتے و ستارے سب اللہ تعالی کے قبضہ قدرت ہیں۔

اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

() والنجوم مسخرات" بامرہ۔ (۱۶/۱۲)

ترجمہ: "اور ستارے بھی اس کے حکم سے مسخر ہیں" (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون (۳۶/ ۸۳)

ترجمہ: "تو اس کی پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے" (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

غرض ہندو جن کو اپنا معبود سمجھتے ہیں ان کا بیان کہاں تک کیا جائے ان میں چھوٹے اور بڑے یعنی عوام و خواص میں اکثر اللہ تعالی کی مخلوقات کی پوجا کرتے ہیں اور ان کو اپنا حاجت روا اور نفع و نقصان دینے والا سمجھتے ہیں کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ اپنے اصلی مالک اللہ تعالی کو بھول گئے اور اس کے بندوں کو پوجنے لگے۔

ہندوؤں کا جواب

اس موقع پر ہندوؤں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اکثر مسلمان بھی قبر کو پوجتے نظر آتے ہیں گویا وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں (صاحبان قبر) کو معبود ٹھہراتے ہیں ان کو حاجت روا اور نفع نقصان کا مختار سمجھتے ہیں۔ قبروں پر ناک رگڑتے ہیں چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ کوئی سید سلطان کے نام کا جانور ذبح کرتا ہے۔ کوئی سوامن کا روٹ پکاتا ہے۔ کوئی حضرت امام ضامن کا پیسہ بازو پر باندھ کر ان کو اپنا نگہبان جانتے ہے۔ کسی نے حضرت پیر دستگیر کو اپنا معبود ٹھہرایا ہے اور حاجت روائی کے واسطے ان کی گیارہویں کرتا ہے اور کوئی ان کی قبر کی طرف منہ کرکے ہاتھ باندھ کر گیارہ قدم چلتا ہے اور کہتا ہے **یا شاہ عبدالقادر شیئاً للّٰہ** یعنی شیخ عبدالقادر کچھ دو خدا کے واسطے اور کوئی کہتا ہے۔ یا شیخ عبدالقادر المدد اور کہتا ہے کہ یا محی الدین تم بن کون لے میری خبر اور کوئی کہتا ہے۔ بوہڑ شتاب خوبر لو میراں کیوں اتنا چر لایا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ اول محی الدین، آخر محی الدین، باطن محی الدین اور کوئی پیر دستگیر کے نام پر چراغ جلا کر ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور کوئی پیر دستگیر کے نام پر جھنڈا کھڑا کر کے اس کی تعظیم کرتا ہے اور کوئی حضرت امام حسین کا تعزیہ بناکر رزق اور اولاد طلب کرتا ہے اور کوئی سید سالار اور شاہ مدار سے حاجات مانگتا ہے اور کوئی خواجہ معین کی قبر سے مال و زر طلب کرتا ہے اور کوئی پیروں سے نفع کی امید اور نقصان کا خوف رکھ کر ان کی نیاز دیتا ہے جیسے بابا فریدالدین گنج شکر کی کھچڑی، شاہ عبدالحق کا توشہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کونڈا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حاضری، پیر نصیر کی تین کوڑی کی نیاز، پیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمک، بندگی صاحب کی قبر کا غلاف۔ کوئی حضرت

شاہ قیص صاحب کی قبر پوجتا ہے۔ کوئی حضرت بو علی شاہ قلندر کے مزار کو پوجتا ہے۔ کوئی حضرت شیخ صدر الدین مالیری کی قبر کو پوجتا ہے۔ بکری وغیرہ چڑھاتا ہے۔ کوئی شاہ عنایت ولی کے نام پر چراغ جلاتا ہے اور نیاز دیتا ہے۔ کوئی کسی کے نام پر مٹھی نکالتا ہے اور کوئی کسی کے حق میں جب دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اوروں کے نام ملا دیتا ہے۔ اور کوئی کہتا ہے اللہ اور پنج تن کو راضی رکھیں اور کوئی کہتا ہے اللہ اور پیر تیری مشکل آسان کریں اور کوئی کہتا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ تجھ پر فضل کریں اور کوئی کہتا ہے اللہ اور غوث اعظم تیری مراد پوری کریں اور کوئی اللہ کا نام تک نہیں لیتا بلکہ صرف یوں کہہ دیتا ہے کہ پیر صاحب محبوب پاک تجھ کو خوش رکھے اور بعض پیر زادے کہتے ہیں دادا پیر تجھ کو خوش رکھے۔ جد پاک تیری حاجت برلائے اور کوئی اللہ کے نام کی طرح بزرگوں کے نام کا وظیفہ کرتا ہے۔

مثلاً" کوئی کہتا ہے۔ "یا علی رضی اللہ عنہ) کوئی کہتا ہے "یا حسین رضی اللہ عنہ" کوئی کہتا ہے "یا میران" کوئی "یا بھیکہ" اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ بزرگ ہماری فریاد ہروقت سنتے ہیں اور ہمارے حال کی خبر رکھتے ہیں اور بعض لوگ اپنے پیر کی صورت کا تصور باندھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیر کو ہمارے حال کی خبر ہے اور کوئی اپنے بیٹوں کی زندگی پیروں سے مانگتا ہے اور اولاد کے جیتے رہنے کے لئے ان کے نام کو پیروں کی طرف نسبت کرتا ہے۔ کوئی اپنی اولاد کا نام امام بخش رکھتا ہے۔ کوئی پیر بخش، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش، کوئی میراں بخش، کوئی سالار بخش، کوئی عبدالنبی، کوئی عبدالرسول اور کوئی اپنی اولاد کے سر پر کسی پیر کی چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بدھی ڈالتا ہے جیسے محرم میں لڑکوں کے گلے میں سرخ ڈورے ڈالتے ہیں۔ سبز کپڑے پہناتے ہیں اور کوئی بابا فرید کے نام کی بیری ڈالتا

ہے اور کوئی کسی کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے اورکوئی کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے۔ اور کوئی لڑکوں کی بیماری میں ستیلا کو پوجتا ہے کسی کی عورت میراں زین خان کے نام کی بیٹھک دیتی ہے اور بعض مرد اور عورت جانوروں کی آواز سے بدشگونی وغیرہ لیتے ہیں اور بعض ملا کتاب میں فال دیکھ کر کسی کو بتلاتے ہیں۔ تجھ پر سید سلطان کی خفگی ہے اس واسطے تجھ پر رزق کی تنگی ہے' ان کی نیاز ادا کر۔ کسی کو بتلاتے ہیں کہ تجھ پر پیر صاحب خفا ہیں اس واسطے تیرا لڑکا بیمار ہے۔ اور کسی کو سیاہ پری یا لال پری کی خفگی بتلاتے ہیں۔ اور ان کی پوجا کرواتے ہیں اور ہم (ہندو) جو اپنے معبودوں کے نام پر سالگ رام اور مہا دیو کالنگ رکھ لیتے ہیں تو تم لوگ بھی اپنے پیروں کے نام کی چھڑی یا جھنڈی کھڑی کرتے ہو اور ہم اپنے معبودوں کی مورتیں بناکر پوجتے ہیں' تو تم قبروں کو بناکر ان کی صورتوں کو پوجتے ہو۔ جیسے تعزیہ' پیر خانہ' چلہ خانہ چنانچہ لدھیانہ میں ایک خانقاہ پیر صاحب کے نام پر مشہور ہے اور وہاں جاکر سینکڑوں آدمی سجدہ کرتے ہیں۔ چڑھاوا چھڑاتے ہیں' روشنی کرتے ہیں' اور ہم (ہندو) دیوی کے نام پر جوتے جگاتے ہیں اورتم پیر کے نام پر چراغ جلاتے ہو اور اگر ہمارے یہاں بلدیو کا چبوترہ ہے تو تمہارے یہاں امام کا چبوترہ ہے اور اگر ہمارے یہاں ٹھاکر دوارہ ہے تو تمہارے یہاں امام باڑہ ہے اور اگر ہم کشن جی کی عبادت میں گاتے' بجاتے' ناچتے' کودتے ہیں تو تم (مسلمان) اپنے پیر کے نام پر مجلسیں تیار کرکے ڈھولک' سارنگی' طبلہ بجواکر راگ سنتے ہو' ناچتے کودتے ہو اور تمہارے دین (اسلام) کے بزرگ صوفی اس طور کی مجلس کو عبادت سمجھتے ہیں حتی کہ اس میں وضو کرکے بیٹھتے ہیں اور بعض مسلمان قبروں کی تعظیم میں کسبیوں (طوائفوں) کو بھی نچواتے ہیں اور ہم (ہندوؤں) پر تم نے (مسلمانوں نے) اعتراض کیا تھا کہ ہندو کھیل تماشے کو عبادت سمجھتے ہیں تو دیکھو یہ سماع (قوالی) کی محفلیں

اور طبلہ سارنگی اور کسبی کا ناچ بھی تو کھیل، تماشا ہی ہے تو پھر جب یہ سب قباحتیں اور اللہ کے سوا اوروں کو نفع نقصان بخشنے والا سمجھنا تمہارے دین میں بھی موجود ہے تو پھر ہم پر (ہندوؤں پر) تمہارا (مسلمان کا) اعتراض بے جا ہے۔

جواب الجواب:

(مسلمانوں کی جانب سے)

ہماری تمہاری گفتگو دین کے مقدمہ میں ہے۔ تو ہمارے دین کی اصل قرآن اور حدیث ہے۔ جب کہ تمہارے دین کی اصل بید اور شاستر ہیں۔ لہٰذا ہم نے تمہارے دین کے کاموں پر اعتراض کیا ہے۔ وہ سب کام تمہارے بید اور شاستروں کے اعتبار سے روا اور درست ہیں اور اگر ہمارا یہ کہنا غلط ہے تو تم کھل کر کہو کہ یہ باتیں ہمارے دین (ہندو مت) میں روا نہیں ہیں۔ دوسرے تم نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے (مسلمانوں نے دین میں اللہ کے علاوہ اوروں کو معبود ٹھہرانا درست ہے اور اس کے علاوہ جو باتیں تم نے (ہندوؤں نے) ہمارے (مسلمانوں کے) دین کے متعلق کہی ہیں یہ سب باتیں نا سمجھ مسلمانوں میں رائج ہیں لہٰذا جن کو تم (ہندو)اسلام کے خلاف بہت زبردست اعتراض سمجھتے ہو اس کی سرے سے کوئی بنیاد ہی نہیں۔ یہ سب باتیں قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں۔ ایسی باتوں کو ہمارے دین میں شرک اور بدعت کہتے ہیں۔ شرک کا مطلب ہے۔ کسی اور کو اللہ کا شریک کرنا۔ اور بدعت وہ کام ہے جو ہمارے پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے وقت میں نہ ہوا ہو اور لوگ اس کو دین کا کام سمجھنے لگیں۔ تمہیں (ہندوؤں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام میں شرک اور بدعت سے بڑھ کر

اور کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ کام دراصل جاہل مسلمانوں نے تمہاری (ہندوؤں کی) صحبت سے اختیار کر لیے ہیں۔ یہ کام ہرگز ہرگز قابل اعتبار نہیں کیوں کہ یہ کام اسلام کی رو سے ناجائز ہیں اور سراسر اسلامی تعلیمات کے بر خلاف۔ اسلام میں جتنا شرک کی برائی کا ذکر کیا گیا ہے اتنا اور کسی چیز کا نہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

"ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشآء(-۱)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالی اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دے دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہو گا بخشدیں گے۔ (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

اور اپنے حبیب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتا ہے:

قل لا املک لنفسی نفعا" ولا ضرا" الا ما شاء اللہ. ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر۔ وما مسنی السوآء۔ ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون۔ (۱۱-۰)

ترجمہ:۔ (''آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ تعالی نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض (عذاب سے) ڈرانے والا اور (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی) بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں''۔ (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

اب (اے ہندوؤ!) دیکھو کہ باوجود اس کے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سارے جہان سے زیادہ ہے لیکن اللہ تعالی نے نفع و نقصان کا مالک اور غیب دان ان کو بھی نہیں بتلایا تو پھر اللہ تعالی کے علاوہ کسی سے بھی نفع یا

نقصان کی امید رکھنا یا اس کو غیب دان سمجھنا اور اس سے حاجت طلب کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔الطیرہ شرک یعنی (جانوروں کی آواز سے شگون لینا شرک ہے۔)

اسی طرح حدیث میں آتا ہے ۔ من اتا عرافاً فسئله عن شی لم یقبل له صلوٰۃ اربعین لیلہ۔ یعنی "جو کوئی خبر بتانے والے(غیب کی باتیں بتانے والا) کاہن نجومی، رمل پھینکنے والے یا فال دیکھنے والے کے پاس آوے اور اس کچھ پوچھے تو چالیس رات تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ لعن اللّٰه من ذبح لغیر اللّٰہ یعنی اس شخص پر کہ جو سوائے خدا کے اور کی تعظیم میں جانور ذبح کرے اللہ اس پر لعنت کرے اسی طرح حدیث مبارک ہے۔ من حلف بغیر اللّٰه فقد اشرک یعنی جس نے قسم کھائی سوائے اللہ کے اور کسی کی پس تحقیق وہ شخص مشرک ہوا۔

تفسیر عزیزی (قرآن پاک کی مشہور تفسیر) میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔"ماشااللّٰه ولو شئتہ یعنی جو اللہ اور تم چاہو وہ ہوگا۔ حضرت نے فرمایا۔ جعلتنی لله ندًا بل ماشااللّٰه وحدہ۔ یعنی۔ ٹھہرایا تو نے مجھ کو اللہ کا شریک یوں نہیں بلکہ وہی ہو گا جو چاہے گا اللہ اکیلا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کہنا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو خوش رکھے۔ یا"اللہ اور رسول گواہ ہیں یا"اللہ اور پیر صاحب تیری حاجت روا کریں" کسی طرح بھی درست نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ۔ "یسئل احدکم بربه حاجته کلها حتی یسئل الملح ویسئل شسع نعله اذا

تعطع" یعنی ہر شخص کو چاہیے کہ اپنی حاجتیں اپنے رب سے مانگے یہاں تک کہ نمک بھی اللہ ہی سے مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگے۔ مختصراپنی ہر حاجت کو خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو یا کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو وہ اللہ ہی سے مانگے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کی معروف کتاب "فوزالکبیر" میں لکھا ہے کہ ترجمہ" شرک یہ ہے کہ اللہ تعالی کی خاص صفتوں میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔ یعنی اللہ تعالی کے علاوہ کسی دوسرے کے متعلق یہ اعتقاد قائم کرلے کہ وہ جو چاہتا ہے اسی وقت ہوجاتا ہے یا اس کو حواس کے بغیر (سننے' دیکھنے وغیرہ کے بغیر) اور اسی طرح دلیل عقلی یا خواب یا الہام کے بغیر علم حاصل ہوجاتا ہے اور وہ جس شخص پر رحمت کرتا ہے وہ شخص تندرست اور آسودہ حال ہوجاتا ہے یا وہ کسی بھی بیمار کو شفا بخش سکتا ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے سے شرک لازم آتا ہے۔"

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور سے رزق یا بیماری سے صحت یا درازئی عمر مانگنا یا اس کی ناراضگی سے ڈر کر یا اس سے نفع کی امید رکھ کر نیاز دلانا شرک ہے۔

تفسیر عزیزی میں بیان کیا گیا ہے کہ:

ترجمہ: اللہ کے نام کی مانند کسی اور کے نام کا وظیفہ کرنا اور عبدالرسول ﷺ' بندہ علی' عبدالنبی' اور بندہ حیدر علی اور اسی طرح حسین بخش' میراں بخش' پیران دیا' محبوب بخش' قلندر بخش' بو علی بخش' سالار بخش 'مدار بخش' خواجہ بخش' امام بخش' سلطان بخش وغیرہ وغیرہ

اور سوائے خدا کے کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنا یا نذر یا منت ماننا یا بلا کے دور ہونے کے واسطے کسی کو پکارنا اور نفع یا نقصان کا اس سے صادر ہونا۔ ایسے تمام کام

شرک کے ہیں۔ البتہ کسی بزرگ کا وسیلہ پکڑنا جیسے یوں کہنا "یا الٰہی میں حضرت ...... کا وسیلہ پکڑ کر تجھ سے دعا مانگتا ہوں کہ تو میری یہ مشکل آسان کر دے۔" درست ہے۔

در مختار (ایک مشہور کتاب) میں لکھا ہے۔

"علماء اور بزرگوں کے سامنے زمین بوسی (زمین کو چومنا) حرام ہے اور نہ صرف یہ کہ جو کرے بلکہ وہ بھی جس کے لیے ایسا کیا جائے۔ دونوں گناہ گار ہیں۔"

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں کہ:

"جاہل لوگ کہتے ہیں "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی" ایسا کہنا جائز نہیں ہے۔ البتہ بزرگوں کے وسیلہ سے اللہ سے دعا مانگنا درست ہے"۔

غرض اسلام میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو معبود ٹھہرانا اور اس کو حاجت روا اور نفع و نقصان کا مالک سمجھنا درست نہیں بلکہ شرک ہے۔ ہندوؤں کی طرف سے یہ کہنا کہ صوفی لوگ کھیل اور تماشے کی مجلس کو عبادت سمجھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ صوفی بننا بہت مشکل ہے اور ہمارے دین اسلام میں صوفی اس کو کہتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہشوں کو چھوڑ کر بالکل شریعت کا تابع ہو۔ ریاضت اور مجاہدے سے اپنے دل کو صاف کرے اور جو لوگ کہ طبلہ و سارنگی وغیرہ سنتے ہیں یہ لوگ بلا سوچے سمجھے غفلت کے سبب ایسی مجلسوں میں جاتے ہیں۔ سچے صوفی تو وہ ہوتے ہیں جن کے اخلاق چوتھی فصل میں بیان کیے گئے ہیں۔ صوفیوں کے ہاں تو ایک دم بھی اللہ کی یاد سے غافل ہونا درست نہیں۔ کھیل تماشے کا تو

ذکر ہی کیا ہے اسلام میں کھیل تماشا قطعی منع ہے۔ اللہ پاک قرآن پاک میں فرماتا ہے:۔

وذر الذین اتخذوا دینھم لعبا" و لھو"ا وغرتھم الحیوہ الدنیا (۶۔۷۰)

ترجمہ: اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ انھوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا ہے اور دنیاوی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال کر رکھا ہے۔" (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

اور یہ بھی فرمایا:

"ومن الناس من یشتری لھوالحدیث لیضل عن سبیل اللّٰہ بغیر علم ق ویتخذھا ھزوا" اولئک لھم عذاب مھین۔ (۳۱/۰۶)

ترجمہ: اور بعضا آدمی ایسا (بھی ہے) جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے اور اس کی ہنسی اڑادے۔ ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔" (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

مفسرین قرآن کے مطابق یہ آیت راگ اور باجوں کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہور کتاب مشکوہ شریف میں یہ روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وامرنی ربی بمحق المعازف والمیزامیر۔"

یعنی "میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ معازف اور مزامیر دونوں کو مٹادوں۔"

معازف ان باجوں کا نام ہے جو ہاتھ سے بجائے جاتے ہیں اور مزامیر ان باجوں کو کہتے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے ہیں۔ اسلام کے چاروں مکاتب فکر کے

اماموں[12] اس پر متفق ہیں کہ باجوں کے ساتھ راگ سننا حرام ہے۔ ہاں اتنا جائز ہے کہ کبھی عید کے دن یا بیاہ وغیرہ میں کوئی دائرہ (ایک باجہ کا نام ہے) باجے یا کوئی ایسی نظم وغیرہ جس میں خوشی کا یا بہادروں کی بہادری کا بیان ہو گائے یعنی خوش الحانی سے پڑھے تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اس قدر مصروفیت میں زیادہ غفلت نہیں ہوتی لیکن اس پر بھی دوام اور متواتر ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

صوفیاء کے چار طریقے:

اس زمانہ میں صوفیوں کے چار بڑے بڑے طریقے ہیں جو زیادہ مشہور ہیں:
(۱) قادری (۲) سہروردی (۳) نقشبندی (۴) چشتی۔

ان چاروں میں سے حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو قادری سلسلے کے امام ہیں انھوں نے کبھی ایسی مجالس نہیں کی۔ غنیتہ الطالبین میں جو آپ کی تصنیف ہے۔ اس طرح لکھا ہے۔ (مختصر ترجمہ) ایسی مجالس اس صورت میں جائز ہیں کہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو۔ یعنی گانے بجانے کے کسی قسم کے بھی آلات نہ ہوں اور نہ کوئی خلاف شرع کھیل کود ہو۔"

کیونکہ یہ سب حرام ہیں۔ حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ سہروردی طریقے کے امام ہیں ان کے یہاں بھی اس قسم کی مجالس کا ہونا ثابت نہیں بلکہ ان کے مرید خاص حضرت مصلح الدین سعدی شیرازی نے گلستان میں لکھا ہے:

"میں ابتداء شباب میں راگ سنا کرتا تھا پھر میں نے توبہ کی"

اب دیکھئے کہ توبہ تو گناہ سے ہوتی ہے عبادت سے نہیں۔ نقشبندی طریقہ کے متعلق تو سب کو معلوم ہے کہ ان کے یہاں اس قسم کی مجالس سے سخت انکار

ہے۔ جہاں تک چشتی سلسلہ کا تعلق ہے تو اس طریقہ کے بزرگوں نے بھی باجے کے ساتھ راگ نہیں سنا۔ اگر کوئی ان کی نسبت ایسی روایت بیان کرتا ہے تو وہ بے اصل ہے افتراء ہے۔ البتہ بعض بزرگوں نے خلوت میں بیٹھ کر اپنے مریدوں کی زبانی سے کبھی کبھی ایسا راگ سنا ہے جس میں اللہ اور اس کے رسول کی تعریف ہو یا اس میں ایسا مضمون ہو جس کو سن کر ایک حالت ذوق کی پیدا ہو۔ اس میں بھی کھیل تماشے یا طبلہ و سارنگی کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ صورت بھی تمام چشتی بزرگوں کی نہیں تھی بعض اس کا شدت سے انکار کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کبھی کبھی راگ سنا کرتے تھے۔ جب کہ ان کے خلیفہ حضرت نصیرالدین اولیاء چراغ دہلوی راگ سننے سے منکر تھے۔ ایک شخص نے حضرت نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کے پیر تو راگ سنتے ہیں آپ کیوں نہیں سنتے۔ حضرت نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جو کوئی پیر شرع کے خلاف کرے تو مرید کو اس کی متابعت نہ کرنی چاہئے۔ ایک شخص نے یہ بات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے کہی تو انہوں نے کہا کہ نصیرالدین[13] رحمۃ اللہ علیہ سچ کہتا ہے۔ ایک روایت ہے حضرت قاضی ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے راگ سننے پر معترض تھے۔ مگر جب حضرت قاضی صاحب بیمار ہوئے تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ان کی مزاج پرسی کو گئے اور شریعت کے مطابق اجازت طلب کی۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اب میرا وقت آخر ہے۔ اللہ سے میری ملاقات کا وقت قریب ہے۔ لہٰذا مجھے یہ گوارہ نہیں کہ اس وقت بدعتی میرے سامنے آوے۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاضی صاحب سے جاکر کہو کہ بدعتی بدعت سے توبہ کرکے آیا ہے۔ جب قاضی صاحب نے یہ سنا تو اسی وقت اپنا عمامہ دیا اور کہا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کے نیچے

اسے بچھا دو اور عرض کرو کہ اس پر چل کر اندر آئیں یہ اللہ کے ولی ہیں ان میں اتنا ہی قصور تھا یعنی راگ سنا۔ کہتے ہیں کہ حضرت نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس عمامہ کو ادب سے اٹھایا اور سر پر رکھ لیا اور اندر گئے۔ جب باہر آئے تو قاضی صاحب بہشت نصیب ہوئے۔ اور جب تک حضرت قاضی صاحب مدفون نہ ہوئے حضرت خواجہ نظام للدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آنسو بند نہ ہوئے۔ دوسرے اس طرح کا راگ بھی جن بعض بزرگوں نے سنا ہے وہ ان شرائط کے ساتھ سنا ہے کہ اس مجلس میں کوئی خوبصورت جوان العمر عورت یا مرد نہ ہو۔ قوال راگ کی مزدوری لینے والا نہ ہو۔ راگ کا مضمون کفر اور فسق نہ ہو۔ نماز کا وقت نہ ہو۔ گانے بجانے کے آلات نہ ہوں اور بھی شرطیں ہیں۔ اس کے باوجود اگر کسی نے اعتراض کیا تو انہوں نے اپنی لغزش کو تسلیم کیا۔

ہندوؤں کی جانب سے اس بیان پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے بزرگوں میں کچھ بھی طاقت نہیں ہے اور وہ بالکل عاجز اور درماندہ تھے کہ جن سے نہ کسی کو فائدہ پہنچتا تھا نہ نقصان جب کہ ہندوؤں کے بزرگ بڑے شکتی مان یعنی طاقت والے تھے کہ لوگ باگ ان سے حاجات مانگتے اور مراد پاتے ہیں۔

جواب

مسلمانوں کے بزرگوں کے متعلق یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ ان میں کچھ بھی طاقت نہیں ہے بلکہ بنیادی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے بزرگ اللہ کے شریک نہیں ہیں۔ وہ ہمارے تمہارے آگے نہیں بلکہ اللہ کے سامنے عاجز ہیں۔ رہا نفع یا نقصان پہنچانا تو نفع یا نقصان دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ شخص خود کسی کو

نفع یا نقصان پہونچانے کی قدرت رکھتا ہے تو یہ بات یعنی کہ نفع یا نقصان پہنچانے کی قدرت تو یہ قدرت صرف اللہ ہی کا خاصہ ہے۔ کسی اور کی شان نہیں ہے اور کسی انسان کی خواہ نبی ہو یا ولی ہو یہ شان نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اگر ولی اللہ کی جناب میں کسی کے واسطے دعا کرے اور اللہ پاک اس کی دعا قبول کرلے تو اس طرح کا نفع مسلمانوں کے بزرگوں سے بہت سے لوگوں کو پہنچا ہے۔ اسی طرح بہت سے ظالموں اور سرکشوں کو ولیوں کی بددعا سے نقصان بھی ہوا ہے۔ اس لیے ہمارے سب علماء کے نزدیک یہ درست ہے کہ کوئی شخص کسی زندہ بزرگ سے اللہ کی جناب میں اپنے لیے دعا کی درخواست کرے (یوں نہ کہے کہ آپ میری دعا پوری کریں) بعض صوفی بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اگر کسی مرے ہوئے بزرگ[14] کی قبر کے پاس جاکر اس سے کہے کہ اے بزرگ تم میرے واسطے اللہ کی جناب میں دعا کرو تو بھی درست ہے۔ البتہ اتنا لازمی ہے کہ کوسوں اور میلوں سے کسی بزرگ کو نہ پکارا جائے۔ کیوں کہ ہر وقت[15] ہر چیز کی خبر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہوتی اگرچہ مسلمانوں کے بعض بزرگوں کو بعض اوقات اللہ کے حکم سے دور دور کی بھی خبر ہوگئی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر ہوچکا ہے۔

قابل توجہ بات

ہمارے (مسلمانوں کے) سب سے بڑے بزرگ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ان کا فیض اس قدر جاری و ساری ہے کہ اس وقت سے قیامت تلک جتنے مسلمان مرد و عورت ہیں سب حضور ﷺ کے طفیل سے اور ان ہی کی ہدایت سے دوزخ سے بچے اور بہشتی[16] ہوئے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ پیر اور جمعرات کو مسلمانوں کے اعمال فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ حضور ﷺ اچھے اعمال کو

ایسے دفتر میں لکھوا دیتے ہیں کہ کبھی نہ مٹیں اور برے اعمال سن کر مسلمانوں کے واسطے اللہ سے بخشش مانگتے ہیں۔ یہ فیض اب تک جاری ہے۔ قیامت کے دن حضور ﷺ کی شفاعت سے گناہ گار بخشے جاویں گے۔ بعض بغیر عذاب کے اور بعض دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ حضور ﷺ سے جس قدر فیض اللہ کی مخلوق کو پہنچا ہے اس کا بیان اس قدر وسیع ہے کہ اس کے لئے ہزارہا کتابیں بھی ناکافی ہیں۔ اللہ پاک نے خود فرمایا۔

وما ارسلنک الا رحمۃً للعالمین (۲۱/۱۰۷)

ترجمہ: "اور ہم نے (ایسے مضامین نافعہ دے کر) اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہاں کے لوگوں (یعنی مکلفین) پر مہربانی کرنے کے لئے" (مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضور ﷺ کے علاوہ جتنے نبی ہیں ان سے بھی اسی طرح کا فیض خلق خدا کو پہنچا۔ انبیاء کے بعد اولیاء ہیں۔ ان سے بھی بہت سے فیض کے چشمے جاری ہوئے۔ خصوصاً حضور ﷺ کے اہل بیت، اصحاب کبار، تابعین اور تبع تابعین جن سے دین حق دنیا میں پھیلا اور ان کے بعد وہ بزرگ ہوئے ہیں۔ جنہوں نے حضور ﷺ کی احادیث کو جمع کیا جیسے حضرت امام محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نسائی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور فقہ کے امام جیسے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام محمد، حضرت امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ ان کے ساتھ ساتھ عقائد کے امام حضرت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوالمنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے علاوہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور

حضرت امام احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ مجدد الف ثانی وغیرہ ہم کہ علم سلوک و تصوف اور معارف کے امام ہیں۔ ان بزرگوں کے علاوہ اور مشاہیر بھی ہیں جن کا نام لکھنا طوالت کا باعث ہے۔ اور دین کے مسائل اطراف عالم میں پہنچائے۔ ان کی خدمات تحریر میں لانے کے لئے ہزارہا کتابیں بھی ناکافی ہیں۔ اس کے برخلاف تمہارے (ہندوؤں کے) بزرگ ہیں کہ کس نے کسی سے دغابازی سے سلطنت چھین لی۔ کسی نے لاکھوں آدمیوں کا قتل عام کیا۔ کسی نے کسی کی جورو سے زنا کیا۔ کسی نے کسی کی ناک کاٹ دی۔ کسی نے بدخلقی کی جیسا کہ دوسری اور چوتھی فصل میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ لوگوں کا (ہندوؤں کا) یہ کہنا کہ ہمارے بزرگ بڑے شکتی مان یعنی قدرت والے تھے جن سے لوگ باگ اپنی مرادیں مانگتے تھے' اور حاصل کرتے تھے۔ سو وہی تمہارے شکتی مان دیوتا ایک جلندھر دیت کی لڑائی میں کہ تمہارے کہنے کے مطابق انہی کا بنایا ہوا تھا عاجز ہوگئے اور جلندھر نے برہما کی داڑھی پکڑ کر اس کو رلایا اور مہادیو اپنے غصہ کی آگ کو نہ روک سکا اور گنیش کا سر تلاش کرنے لگا۔ اور نہ پاسکا۔ برہما اور بشن ایک آلت کو ناپنے لگے اور اس کی انتہا نہ پاسکے یہ سب باتیں بیان کی جاچکی ہیں۔ اس قسم کی باتیں مہا بھارت اور آپ کی (ہندوؤں کی) تاریخوں میں درج ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہر قسم کی قدرت رکھنا اور ہر قسم کی احتیاج سے پاک ہونا صرف اور صرف اللہ تعالی کی شان ہے۔ لہٰذا وہ مستحق عبادت ہے اور کوئی نہیں۔ اس لئے ہمارے یعنی مسلمانوں کے دین کا خلاصہ یہ ہے۔ "لآ الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" یعنی "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد "صلی اللہ علیہ وسلم" اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں" جنہوں نے اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچایا۔ بعض نادان اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے حاجت مانگتے ہیں۔ اور ان کو ان کی مراد مل بھی جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ کوئی کسی طرح

مانگے اللہ دے دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح چھوٹا بچہ ماں باپ کو چھوڑ کر ہر چیز اپنی دائی (nurse) سے مانگتا ہے اور نرس ماں باپ سے لے کر اس کو دیتی ہے۔ لیکن بچہ یہ سمجھتا ہے کہ نرس دے رہی ہے۔ اگر ایک نابالغ انسان ایسا سوچتا ہے کہ تو اس کا شرک اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اس سبب سے دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔

جینی اور سراؤگی

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ ہندو ہونا(Hinduism) فی نفسہ کوئی دین نہیں ہے۔ ہندوؤں میں بے شمار متضاد اعتقادات رکھنے والے چھوٹے چھوٹے اور بڑے بھی گروہ ہیں جن میں جینی اور سراؤگی بھی ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مشرک نہیں ہیں۔ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو عبادت کا سزاوار نہیں سمجھتے۔ نہ ہم کشن کو مانتے ہیں نہ بشن کو۔ نہ مہادیو کو نہ دیوی دیوتا کو نہ گنگا کو نہ جمنا کو۔ ان لوگوں کے متعلق صورت حال یہ ہے کہ ان کے نزدیک اللہ دو طور پر ہے۔ ایک نرگن پرمیشر جس کی کوئی صفت ہی نہیں اور اس کو معطل سمجھا جاتا ہے۔ دوسرا سارکا پرمیشر۔ سارکا پرمیشر کے متعلق تم ہندو یہ خیال رکھتے ہو کہ کوئی شخص بھی پرہیزگاری کی زندگی گذار کر غیب داں بن جاتا ہے اور ایسے پرمیشر ان لوگوں کے نزدیک چوبیس آدمی ہوئے ہیں کہ اول ان میں آدھ ناتھ اور آخری مہاویر ہے۔ سوچیے کہ جس گروہ کے نزدیک پچیس خدا ہوں ایک نرگن پرمیشر اور چوبیس ساکار پرمیشر اس سے زیادہ کوئی مشرک ہو سکتا ہے۔

حکایت

مصنف نے لاہور میں ایک شخص سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کافی ہیں۔ جو دین اسلام کی حقانیت کے قائل ہیں مگر ان میں اتنی جرأت ایمانی نہیں کہ اس کا اظہار کر سکیں۔ اور چپے چپے توفیق خداوندی ہوتی جاتی ہے وہ ظاہر کرتے رہتے ہیں۔

نانک پنتھی

نانک پنتھی اگرچہ ہندوؤں سے مختلف ہیں لیکن ان کو بھی ہندوؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کو آج کل سکھ کہا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ شرک سے خالی ہیں اور بابا گرو نانک اور دوسرے گروؤں نے شرک نہیں کیا۔ یہ تو صحیح ہے کہ بابا گورونانک کے کلام میں توحید کا بہت ذکر ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ مشرکوں سے بے زار تو ہوا لیکن جناب نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لایا۔ یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی متابعت نہ ہوگی' اللہ کے نزدیک شرک سے بچنا قابل قبول نہ ہوگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بابا گرونانک نے حضرت محمد ﷺ کی تعریف کی ہے اور

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کہا ہے " ترجمہ " (پنجابی زبان سے) "جناب محمد ﷺ کی متابعت کے بغیر عبادت

بے کار ہے' اور پہلا نام خدا کا دوسرا رسول ﷺ کا اور تیسرا کلمہ نانک کا اگر پڑھ لے تو درگاہ میں قبول ہوجاوے" لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ جو بابا نانک کے چیلے ہوں ان کو چاہئے کہ بابا صاحب کا حکم مانیں اور مسلمانوں کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے گرو گوبند سنگھ[19] نے شرک کو ظاہر کیا اور نینا دیوی کی پوجا کی 'اس کے علاوہ ہُوم[20] کیا اور اپنے ایک چیلے کا سر کاٹ کر دیوی کی قربانی دی اور ہوم میں جلادیا۔ اس کے علاوہ اس نے دیوی کی مناجات اس طرح کہا ہے کہ "کشن بشن سے کچھ کام نہیں چلتا۔ جو کچھ کام چلتا ہے وہ تجھ سے (دیوی سے) چلتا ہے گویا اس نے دیوی کو اللہ کا شریک بنایا ہے۔

دس گرنتھی پوتھی

دس گرنتھی پوتھی میں اس طرح درج ہے: (ترجمہ پنجابی زبان سے)

(۱) "اولا" دیوی کی عبادت کر کیوں کہ نانک نے اس سے مدد مانگی تھی"

(۲) "دیوی انگنت نے امرداس اور رام داس کی مدد کی"

(۳) "اے لوگو ارجن' ہرگوبند اور ہر رائے کے نام جپو"

(۴) ہرکشن کو یاد کرکے اس سے مدد مانگنی چاہیے جس کے دیکھنے سے سب دکھ جاتا رہتا ہے۔

(۵) گرو تیغ بہادر کا نام جپنا چاہئے تاکہ گھر میں دوڑ کر نعمت آوے۔

(۶) اے ممدوحِ ہر جگہ مدد کرنا

[illegible]

[illegible]

(گرمکھی عبارت)   یہ کلمات صریح شرک کے ہیں جن سے کوئی سمجھ دار آدمی انکار نہیں کرسکتا۔ ہندو پنڈت خود سکھ مذہب کو بدعتی کہتے ہیں۔ جنم[۱۹] ساکھی میں ایسی خرافات کا بیان ہے جو ان کے (سکھ مذہب) کو باطل قرار دینے کے لئے کافی ہے۔

اللہ پاک جملہ ہنود اور سکھوں کو ہدایت عطا کرے۔ آمین۔

نوٹ۔ ہندوؤں کے یہاں ستاروں کی حیثیت

ہندوؤں کے یہاں ستاروں کو بھی معبود (عبادت کے لائق) سمجھا جاتا ہے۔ مہابھارت کے سانپ پرب میں بیان ہوا ہے کہ چاند کو وچھ کی بددعا سے کئی شکلیں اختیار کرنی پڑیں اور صحت کے بعد بھی (یعنی بددعا کے اثرات ختم ہونے پر بھی) یہ صورت ہے کہ روشنی کے کمال کے باوجود اس کے سینہ پر سیاہ داغ موجود ہے۔ اسکندھ پوران کے ادھیائے (باب) ۱۵ کے مطابق چاند نرے من کا جو دنیا کا پالنے والا ہے بڑا بیٹا ہے۔ اس نے اپنے مرشد برہسپت کی بیوی تارا سے زنا کیا۔ اس زنا

کے نتیجہ میں بدھ پیدا ہوا۔ اور ہومن سورج کا پوتا کسی کی بددعا سے عورت ہوگیا تھا۔ اس کے پیٹ سے بدھ کا بیٹا راجہ پرورد پیدا ہوا۔ اس کی اولاد میں شریف ہندوؤں کے دونوں خاندان ہیں۔ (جن کو سورج ہنسی اور چندر ہنسی کہا جاتا ہے) بی بی کنتی جو کشن جیو کی پھوپھی ہیں سورج کی نسل سے ہیں۔ سورج نے اس کنواری سے جماع کیا۔ اس کے نتیجہ میں راجہ کرن[20] پیدا ہوا۔ اس سے پیشتر چاند اور اندر کا گوتم کی جورو سے قصہ اور برہسپت سے اس کی بھابی کا قصہ بیان ہوچکا ہے۔ یہ قصہ عجیب ہے۔ اور جر وید میں ہے کہ برہسپت نے اپنی صورت زہرہ کی بنائی اور اسرن یعنی دیوتاؤں کو جہل تعلیم کہا اور سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ سمجھایا۔[21] زہرہ یعنی شکر کو دیوتاؤں کا مرشد سمجھاتا ہے۔ اسکندھ پوراں کے ادھیائے (باب) ۱۷ میں ہے کہ برہما سے منگل اور منگل کشپ اور کشپ سے سورج پیدا ہوا۔ پرجاپت نے اپنی بیٹی سنگھا اس سے (سورج سے) بیاہ دی اور ہم بستری کے وقت سنگھا سورج کی تجلی کی تاب نہ لاسکی۔ سورج نے اس کی خاطر اپنے آپ کو بیضہ مردہ کے کرکے اس سے مباشرت کی پھر جب اس میں تندی آئی تو سنگھا بھاگ کر اپنے باپ کے گھر گئی اور اپنا سایہ چھوڑ گئی۔ سورج اس کے سایہ سے مباشرت کرتا رہا۔ سنگھا گھوڑی بن کر بھتر کے جنگل میں چرنے لگی۔ سورج دیوتا خبر پاکر اس کے پیچھے لگا۔ اور گھوڑا بن کر اس کے درپے ہوا اور شدید مستی سے آگے پیچھے میں تمیز نہ کرکے اس کے تھنوں میں دخول کیا اس حرکت سے اس کے کمار[22] پیدا ہوا اسکندھ پوران میں ہے۔

کہ جو سورج دیوتا کی پرستش چھوڑ کر کسی دوسرے کی پرستش کرتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے۔ جو کوئی سورج نکلنے کے وقت دریا کے کنارے جاکر سورج کے سامنے دو مرتبہ سجدہ کرتا ہے اس کو ثواب عظیم ملتا ہے اور اس کو سورج دیوتا سے

نیک دعا ملتی ہے۔ سورج کو پوجنے والوں کو دنیا میں اعلی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ چھانڈوک اپنکھنڈ سام بید میں لکھا ہے کہ سورج میں جو سرخی ہے وہ آگ کا جزو ہے اور سفیدی پانی کا اور سیاہی مٹی کا۔ پس آفتاب ان تینوں کے اجتماع کا نام ہے۔

اس طرح سورج اور چاند کے پوجنے والوں کے معبود خاک اور پانی اور آگ ہوئے اور اسی اپنکھنڈ میں ہے کہ جب اس نے چاہا کہ وحدت سے کثرت ہو تو اس نے مختلف شکلیں اختیار کیں۔ اپنے نور سے آگ کو روشن کیا۔ جب آگ نے کثرت کا ارادہ کیا پانی پیدا ہوا اور پریہ اپنکھنڈ جر میں ہے کہ پانی ہوا سے بنا اور ہوا اکاس سے اور اسی میں ہے کہ سب سے پہلے پانی پھر جملہ لطیف عناصر موجود ہوئے[۲۲]۔ اور پریدارن اپنکھنڈ ججر بید میں لکھا ہے کہ ہرن گربھ کی ریاضت کرنے سے حرارت ہوئی اس حرارت سے آگ پیدا ہوئی آگ سے آفتاب۔ آفتاب سے ہوا اور اسی میں لکھا ہے کہ دنیا کے انتظام میں برہما کی صورت آگ جیسی ہوئی مگر اس سے پرورش نہ ہو سکی۔ غرض اور بہت سے دیوتا پیدا کیے گئے اور آخر میں زمین دیوتا کو پیدا کیا گیا[۲۳]۔ مختصراً" ویدوں میں ان معبودوں کی پیدائش میں شدید اختلاف ہے البتہ یہ خوب واضح کہ کیسا مذہب ہے اور کیسے اچھے اس کے معبود ہیں۔

حواشی

۱۔ ابھی حال ہی میں ۱۹۹۱ء اسی جگہ (ترکاشی) میں زلزلہ آیا ہے جو آتش فشاں ہونے کا ثبوت ہے۔

۲۔ اس قسم کے اطراف عالم میں سینکڑوں چشمے ہیں جن کو انگریزی میں Geasser کہتے

ہیں۔

۳۔ تفصیلی نوٹ اس باب کے آخر میں دیکھئے۔

۴۔ اس کو بعض فقہاء نے کفر لکھا ہے۔

۵۔ یہ پنجابی لفظ ہیں ۔ بوہڑ کے معنی آؤ' اور چر کے معنی دیر لگائی۔

۶۔ بیدار کرنا۔ ۷۔ یہودی جو غیب کی خبریں بتاتے تھے۔

۸۔ مسلمان علماء کے نزدیک درست نہیں۔

۹۔ قرآن مجید سے فال لینا مکروہ ہے۔

۱۰۔ ارشادالطالبین از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ایسا کہنے والا کافر ہے۔

۱۱۔ اسلامی تعلیمات ۔کے اعتبار سے جب بچہ (لڑکا یا لڑکی) پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان دی جائے اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے اور نام رکھا جائے مثلاً" عبدالرحمٰن 'محمد اسحٰق یافاطمہ 'عائشہ وغیرہ۔

۱۲۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ' حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۳۔ لکھا ہے کہ حضرت نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

۱۴۔ بعض علماء کے نزدیک یہ درست ہے۔

۱۵۔ سوائے اللہ تعالے کے کسی کو غیب کا علم نہیں۔

۱۶۔ جو کے ایمان پر مرے۔

۱۷۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی قرآن و حدیث کے معانی سمجھنے اور اس سے دین کے مسئلے حل کرے۔

۱۸۔ ہوم گھی کو دیوتا کی نذر کرکے آگ میں جلاتے ہیں۔ نانک پنتھی سکھوں کے دس مرشد ہیں۔ ۱۔نانک ۲۔ انگت ۳۔امرداس ۴۔رام داس ۵۔ارجن ۶۔ ہرگوبند ۷۔ ہررائے ۸۔ ہرکشن

۹۔ تیغ بہادر ۱۰۔ گوبند سنگھ جس نے اس مذہب کو بدل ڈالا۔ بالوں کا مونڈنا، تمباکو کھانا، حقے پینا اس نے حرام کردیا اور فوج کشی کر کے ملک کو لوٹنا شروع کردیا۔

۱۹۔ جنم ساکھی میں نانک کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے مدینہ کا سفر کیا وغیرہ۔

۲۰۔ سوط اللہ الجبار صفحات ۱۱۸۔۱۱۹

۲۱۔ ایضاً ۲۲۔ ایضاً ۲۳۔ ایضاً

فصل ہفتم

اسلام میں مذہبوں کا اختلاف

اگرچہ اسلام کے تہتر فرقے مشہور ہیں لیکن اعتقادات اور اصل الاصول میں سب کو اتفاق ہے اختلاف نہیں۔ مثلاً" اللہ تعالی کا خالق اور مالک' وحدہ لا شریک لہ اور جامع جمیع صفات کمال اور جملہ نقصانوں کی صفتوں سے پاک ہونے پر سب کو اتفاق ہے۔ سوائے اللہ کے کسی اور کی عبادت کو سب کفر جانتے ہیں۔ سب پیغمبروں کو اللہ کے بھیجے ہوئے برحق جانتے ہیں۔ سب فرشتوں کو برحق جانتے ہیں اور جتنی کتابیں اللہ نے پیغمبروں پر اتاری ہیں سب کو برحق سمجھتے ہیں۔ قیامت کے دن حساب ہونے کو اور بہشت و دوزخ کو سب سچ جانتے ہیں۔ سب کا یہ ایمان ہے کہ مسلمان ہمیشہ بہشت میں رہیں گے۔ کافروں کو بہشت نصیب نہ ہوگی وہ دوزخ میں جلیں گے۔ سب کا اتفاق ہے کہ دن رات میں پانچ وقت کی نماز میں سترہ رکعت نماز فرض ہے۔ اسی طرح ایک سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں اور اگر حیثیت ہو تو عمر بھر میں ایک بار کعبہ کا حج اور اسی طرح صاحب نصاب پر زکوہ فرض ہے۔

ماں باپ کی خاطر داری اور اطاعت کرنا' کنبے کے لوگوں اور ہمسایوں سے مروت کرنا'اللہ کی رحمت کی امید رکھنا اس کے عذاب کا خوف رکھنا شریعت ' جملہ کتب آسمانی'انبیاء اور فرشتوں کا ادب کرنا زنا' چوری' رشوت ستانی' ظلم' حرام خوری' شراب خوری جوئے بازی حسد (کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اس سے

جلنا) غیبت (کسی کے پیچھے ایسا ذکر کرنا جسے سن کر وہ رنجیدہ ہو) ریا (دکھاوے کے لیے عبادت کرنا) تکبر (اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھنا) رعونت (اپنے آپ کو فی نفسہ بہتر سمجھنا) ظاہری گناہوں اور باطنی گناہوں کو برا سمجھنا۔ ان باتوں پر سب فرقوں کو اتفاق ہے کسی کو ذرہ بھر اختلاف نہیں۔ بعض فروعی مسائل اور جزئیات میں تھوڑا بہت اختلاف ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ کے کلام میں اختلاف ہے۔ واضح رہے کہ اللہ اور رسول کے کلام میں مطلق اختلاف نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ بعض آیتوں اور حدیثوں کے معنی کسی کی سمجھ میں کچھ اور آئے یا کسی کی دانست میں کسی حدیث کے راوی کو کچھ سہو ہوگیا اور اس نے غلطی سے دوسرے طور پر بیان کیا اور اس کو صحیح سمجھ کر اس پر عمل کیا گیا۔ اس کے علاوہ اختلاف کی اور بھی وجوہات ہیں لیکن اس بات پر سب فرقے متفق ہیں کہ اللہ اور رسول کے کلام میں کوئی معمولی سا بھی اختلاف نہیں ہے اور جو اختلافات ہیں وہ محض قیاسی اور عقلی ہیں۔ اس صورت حال کے باوجود مسلمان سب فرقوں کو حق پر نہیں جانتے بلکہ سب کا عقیدہ یہ ہے کہ ان میں صرف ایک فرقہ حق پر ہے اور حق پر وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی اور رسول اللہؐ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے طریقوں پر چلتے ہیں اور ان میں کمی اور بیشی نہیں کرتے۔ ان لوگوں کو اہل سنت کہتے ہیں کہ جب کہ ہندوؤں کے یہاں کئی سو مذہب (فرقے) ہیں۔ ان میں چھ مذاہب بڑے ہیں یعنی چھ شاستر ہیں۔ ان چھ شاستروں میں بہت سے اختلافات ہیں لیکن ان اختلافات کے باوجود ہندو ان کو ست یعنی برحق مانتے ہیں۔ یہ بات عقل کے نزدیک محال ہے کہ باوجود اس اختلاف کے یہ شاستر برحق ہوں اور ان میں سے کوئی بھی غلطی پر نہ ہو۔

ہندوؤں کے بڑے مذاہب:

پہلا بیدنت شاستر

یہ شاستر بیاس کا نکالا ہوا ہے۔ اس شاستر کو ماننے والے بیدانتی کہلاتے ہیں۔ ان کے نزدیک خدا کے سوائے اور کوئی چیز موجود نہیں ہے یہ لوگ تمام مخلوقات کو خواب و خیال سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جب برھم یعنی خدا میں مایا کی جنبش ہوئی تب وہ ایشر کہلایا گیا۔ ایشر تین طرح سے ہولج گن کے پیوند سے برہما ہوا اور ست گن کے پیوند سے بشن ہوا اور تمگن کے پیوند سے شب مہادیو پیدا ہوا۔ برہما پیدا کرنے والا۔ بشن پالنے والا۔ شب فنا کرنے والا غرض ان کے نزدیک دنیا کے جملہ امور کا تعلق ان تینوں سے ہے اور خدا یعنی برمھ معطل ہے۔ حقیقت میں یہ تینوں خود برمھ ہیں مایا کی وجہ سے ایشر کہلاتے ہیں اور جب کہ برمھ کو ابدیا یعنی پیدائشی کا پیوند ہوا تب وہ جیو یعنی جاندار کہلایا یعنی یہ سارے جاندار خود ہی برمھ ہیں ابدیا یعنی بیدائشی کے سبب سے اپنے آپ کو جیو جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک برمھ یعنی خدا اور ایشر یعنی برہما اور بشن اور شب جیو ہونے سے یعنی جاندار ہونے سے ایک ہی وجود ہے۔ ابدیا کو اگیان بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے اگیان ان کے نزدیک دو قوتیں رکھتا ہے۔ ایک قوت کا نام بکھپ شکت ہے۔ یعنی پیدا کرنے کی شکتی (قوت) جس سے جاندار پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری اورن شکت ہے۔ یعنی کے دبا لینے کی قوت اور مکت ان کے نزدیک یہ ہے کہ بیدائشی دور ہوجاوے اور جیو (جاندار) جو اگیان کے سب اپنے آپ کو برمھ سمجھ رہا ہے اپنے آپ کو برمھ سمجھ لے تاکہ جینے اور مرنے سے چھوٹ جاوے۔ ابدیا کے متعلق بیدائشی دو

اعتقاد رکھتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ ابدیا بہت ہیں۔ ان کے نزدیک مکت (نجات) کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور بعض کا اعتقاد یہ ہے کہ ابدیا بہت ہیں۔ ان کے خیال میں مکت (نجات) بہت سوں کو حاصل ہو چکی ہے۔ ان کے نزدیک مکت (نجات) حاصل ہونا گیان یعنی دانش کا ہے جس کسی کا اگیان یعنی بیدانشی دور ہوا اس کو گیان حاصل ہوا اور اس نے اپنے آپ کو خدا سمجھ لیا اور اس کی مکت (نجات) ہو گئی۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگیان کے تین گن (صفت) ہیں رج جس سے خواہش، غم اور خوشی حاصل ہو۔ ست جس سے عقل اور خوش حالی و آسودگی حاصل ہو۔ تم جس سے غصہ اور جہالت اور تن آسانی حاصل ہو اور یہ پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ یہ تینوں صفتیں برمھ یعنی خدا سے وابستہ ہیں۔

دوسرا میمانسیا شاستر

یہ شاستر جیمن رکھ کا نکالا ہوا (ترتیب دیا ہوا) ہے۔ اس کے شاگردوں کے نام یہ ہیں مراوی مصر کمارل بہت پربھاکر کردار۔ اس شاستر والوں کو میمانلک کہتے ہیں یہ حق تعالیٰ کو خالق نہیں جانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جو رنج و راحت یا اقبال اور ادبار، خوشی و غم وغیرہ جو کچھ پیدا ہوتا ہے اس کا تعلق کرم یعنی عمل سے ہے اور جس طرح بیدانتی تینوں ایشروں کو خدا کا نائب اور مظہر سمجھتے ہیں۔ میمانلک اس کو نہیں مانتے بلکہ ان کا خیال یہ ہے کہ انہی آدمیوں میں سے کبھی کوئی برہما پہنچاتا ہے کوئی شب (مہادیو) اور جہان کی ابتدا یا انتہا پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ یہ پہاڑوں، دریاؤں وغیرہ کو ابدی سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ جسم ذرات سے مرکب ہے۔ جزلا یتجزیٰ سے انکار کرتے ہیں اور ان کے خیال میں مکت (نجات) کا وسیلہ گیان اور کرم دونوں ہیں۔ یہ انسان کو اپنے اعمال کا مختار سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک دس

پدارتھ ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ "بدیا کے معنی علم کے ہیں ابدیا کے معنی بے علمی ہوئے۔ گیان کے معنی علم اور اگیان کے معنی بے علمی ہوئے۔ پھیپ کے معنی قوت پیدا کرنے کے ہیں۔ جزلا یتجزی متکلمین کے نزدیک وہ جز ہے(ایٹم)جو تقسیم نہیں ہوسکتا"

تیسرا نیائے شاستر

یہ شاستر گوتم (ہندو فلسفی) کا ترتیب دیا ہوا ہے۔ اس میں فلسفہ منطق اور مناظرہ کا بیان ہے۔ بعض ہندو اس کو بید کا حصہ نہیں سمجھتے بلکہ اس کو بید سے باہر سمجھتے ہیں لیکن یہ سمجھے کے باوجود یہ شاستر مردود نہیں ہے[2]۔ جو لوگ اس شاستر سے واقف ہیں اور اسی پر اعتقاد رکھتے ہیں ان کو نیایک کہا جاتا ہے۔ اس شاستر کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی نہ کوئی ابتداء ہے نہ انتہا۔ وہی پید کرنے والا ہے۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالی اپنی پیدا کی ہوئی ایک صورت سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اس کے ذریعہ ر وسیلے سے لوگوں کو ایک کتاب پہنچاتا ہے۔ اس کتاب کی چار قسمیں ہیں۔

---- ایک رگ وید یا بید-- دوسرا ججروید---- تیسرا سام وید یا بید چوتھا اتھر بید---- یہ لوگ بہشت اور دوزخ میں رہنے کو ابدی نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک خدا کی آٹھ صفتیں ہیں۔ ان میں سے چھ کو قدیم سمجھتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) گیان یعنی ہر چیز کا علم ہونا۔

(۲) پرتین یعنی تدبیر۔

(۳) اچھیا یعنی خواہش۔

(۴) سنکھیا یعنی واحد۔

(۵) پرمال یعنی بے انتہا مقدار۔

(۶) پر تھکتو یعنی تشخیص و تمیز۔

باقی دو صفتوں کو حادث سمجھتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) سنجوگ یعنی پیوند یا وابستگی

(۲) بھاگ یعنی جدا ہونا۔

اور موجودات سولہ پدارتھ پر مشتمل ہے۔ جن کے نام یہ ہیں[3]۔

(۱) پرتیجہ (۲) پرمان (۳) پریمئی (۴) ششئی (۵) وشنانٹ (۶) سدہانت (۷) اویوا (۸) تزرک (۹) ترقی (۱۰) باد (۱۱) جلپ (۱۲) تپانٹا (۱۳) ہیتو (۱۴) ابھاس (۱۵) چھل (۱۶) جاٹ

نیا یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ مکت (نجات) کے لئے ان سولہ چیزوں کو جیسی کہ ہیں دریافت کریں۔ ان کے نزدیک عالم (دنیا) قدیم ہے لیکن فنا ہونے والا ہے۔

چوتھا بیشش شاستر:

یہ کناد کا مرتبہ ہے۔ اس شاستر پر اعتقاد رکھنے والوں کو بیشیشک کہتے ہیں۔ اس شاستر کے بیشتر مسائل نیائے شاستر سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک پدارتھ سات ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) رب (۲) گن (۳) کرم (۴) سامان (۵) بسیکھ (۶) سموائے (۷) ابھایا۔

پانچواں سانکھ شاستر:

یہ شاستر کپل کا مرتبہ ہے۔ اس شاستر پر اعتقاد رکھنے والے خدا کو خالق نہیں مانتے۔ بلکہ ان کے خیال میں ہر چیز کی پیدائش پرکرتی ہے یعنی پراکرتی علت اولی

ہے۔ وہ عالم کو قدیم جانتے ہیں اور کسی شے کے فنا ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ معلول علت بن جاتا ہے۔ اس شاستر میں تت (Element) بیان کئے گئے ہیں جو چار ہیں۔ پہلی تت پراکرتی (Nature) ہے جو ان کے نزدیک ہر چیز کا کارن (سبب) ہے اور یہ پر کرتی کارج یعنی مسبب نہیں ہوتی اور اس کی صفت یہ ہے کہ یہ ایک جوہر قدیم بیدانش ہے جو ہر جگہ موجود ہونے والی صفت یعنی رج گن والے تمام گن والے اور ست گن والے۔ دوسرا تت: برکرتی۔: بکرتی جو بعض چیزوں کا کارن (سبب) اور بعض چیزوں کا کارج (مسبب) ہوتی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) منست جس کو بدھ بھی کہتے ہیں۔

(۲) آہنکار (جو تین طرح کی ہے پہلی اگر ں میں ست گن کا غلبہ ہے تو بی کرت آہنکار کہلاتا ہے دوسری اگر اس میں رج گن کا غلبہ ہے تو یہ تیجس آہنکار کہلاتا ہے۔ تیسری اگر اس میں تم گن کا غلبہ ہے تو بھوتاؤ آہنکار کہلاتا ہے۔)

(۳) تیسری قسم تن ماترا۔ (جو پانچ ہیں سپر آواز سپرس یعنی ایک چیز کا دوسرے سے چھوٹا روپ یعنی شکل رس یعنی گندہ ذائقہ یعنی بو۔)

تیسرا تت بکرتی۔ جو کارج یعنی سیب ہوتی ہے اور سبب نہیں ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک اندری یعنی حواس اور بعض دوسرے اعضاء۔ یہ پانچواں عنصر پانچوں تن ماتر سے موجود ہوئے ہیں۔ اکاش۔ سدسی پوں۔ سپرس سے۔ اگن۔ روپ سے۔ جل رس سے۔ پرتھی گندہ سے۔ چوتھا تت! پر کرتی نہ بکرتی کہ نہ معلول ہے اور نہ علت یعنی نہ سبب ہوتی ہے نہ مسبب اور اس کو پرکھ اور آتما بھی کہتے ہیں۔ پرکھ کی دو قسمیں ہیں ایک جیو آتما یعنی نفس ناطقہ۔ اس کو بھی قدیم سمجھا جاتا ہے دوسرا پرتم آتما یعنی خدا تعالیٰ۔ ہندوؤں کا اعتقاد ہے جب پرکرتی کا

رکھ سے پیوند ہوتا ہے تو دنیا کی پیدائش ہوتی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جب پرکرتی
کا رکھ اندھی ہے اور آتما یعنی پرکھ لنگڑا ہے یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کے پیوند
کے پیوند کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے اور کہتے ہیں کہ وقت پرلے۔ یعنی فناء عالم کی
تینوں عرض یعنی رجگن 'ست گن' اور تم گن برابر ہوتے ہیں اور جب دنیا پیدا
ہوتی ہے تو ست گن غالب ہوتا ہے اس وقت مہ تت پیدا ہوتا ہے۔

الغرض: ہندوؤں کے نزدیک جب پراکرتی کو پرکھ سے پیوند ہوتا ہے تو ست
گن غالب ہوتا ہے تب مہ تت پیدا ہوتا ہے اور مہ تت سے آہنکار اور آہنکار سے
گیارہ اندریاں اور پانچ تن ماتر سے پانچ عنصر اور جب دنیا فنا ہوتی ہے تو پانچوں تن
ماتر میں غائب ہوجاتے ہیں جب کہ پانچ تن ماتر آہنکار ہیں اور آہنکار مہ تت ہیں
اور مہ تت پراکرتی ہیں۔

چھٹا شاستر پاتنجل یہ پتنجل کا مرتبہ ہے۔ یہ اکثر باتوں میں سانگھ شاستر سے
ملتا جلتا ہے۔ اس شاستر کے مطابق مکت یعنی نجات جوگ یعنی ریاضت کے بغیر
حاصل نہیں ہوسکتی۔ سوائے ان چھ شاستروں کے تین شاستر اور ہیں لیکن برہمنوں
کے نزدیک یہ تین شاستر مردود ہیں۔

(ا) جین شاستر: یہ شاستر جین کا مرتبہ ہے۔ اس کو ماننے والے یہ اعتقاد رکھتے
ہیں کہ آدمی نیکوکاری سے ہمہ دان(سب کچھ جاننے والا)بن جاتا ہے اور اس کا
کلام خدا کا کلام ہو جاتاہے۔ ایسے آدمی کو ساکار پرمیشر کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک
چوبیس آدمی ایسے ہوئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا آدمی اوناتھ اور سب سے
آخری مہاویر ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو نرگن یعنی بلا صفت مانتے ہیں یعنی خدا
تعالیٰ میں کوئی قدرت نہیں ہے۔ بلکہ وہ معطل ہے۔ ان لوگوں کے خیال میں

عورت کی اس وقت نجات نہیں ہوتی جب تک وہ مرد کے جنم میں نہ آجائے۔ ان میں بعض لوگ ثواب کی خاطر غذا ترک کرکے مرجاتے ہیں۔ اس عمل کو سنتھارا کہتے ہیں۔ برہمن اس فرقے سے اتنے متنفرہیں کہ وہ اس فرقہ کے لوگوں کے سامنے آنے سے شیرہاتھی کے منہ میں جانا بہتر سمجھتے ہیں (غالباً"مراد جینیوں سے ہے) دوسرا بودھ شاستر ہے۔ یہ بدھ کا مرتبہ ہے جو بہار کے علاقہ کے حاکم راجہ سدھارتھ کا بیٹا تھا اس کی ماں کانام مایا تھا۔ اس شاستر کا نام شاک من ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ شاک من ناف سے پیدا ہوا ہے۔ برہمنوں کے نزدیک بدھ دس اوتاروں میں نواں اوتار ہے (غالباً" یہ بدھ مت کا بیان ہے) اس مذہب والے خدا کو خالق نہیں مانتے۔ یہ لوگ دنیا کی ابتدا اور انتہا پر بھی یقین نہیں رکھتے ان کا کہنا ہے کہ دنیا ہر لمحہ فنا ہوتی ہے اور ہر لمحہ پیدا ہوتی ہے۔ یہ لوگ نہا دھویا بہت کرتے ہیں۔ مردار کو کھالیتے ہیں کیوں کہ یہ خدا کا مارا ہوا ہے۔ لیکن خود کسی جاندار کو نہیں مارتے۔ زمین سے گھاس تک نہیں اکھاڑتے۔ عورتوں سے ہم بستری کو اچھا نہیں سمجھتے۔ تیسرا مذہب گرونانک کا مرتبہ ہے۔ اس مذہب والے بسوائے عناصر(Elements) کے کسی چیز کو موجود نہیں مانتے ان کا کہنا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے وہ عناصر کا کھیل ہے۔ ان کے نزدیک جو چیز حواس سے معلوم ہو۔ بس وہی موجود ہے۔ (گویا الہام یا وحی پر یقین نہیں رکھتے) معقولات پر بھی یقین نہیں رکھتے اور نہ اللہ تعالی کو مانتے ہیں۔ بہشت اور دوزخ کے ہونے سے انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک بہشت یہ ہے کہ آدمی کی خواہشات پوری ہوتی رہیں اور دوزخ یہ ہے کہ آدمی کسی کا محکوم ہوجائے۔ ان کے خیال میں زندگی کا ماحصل عیش و کامرانی ہے۔ (غالباً" مراد سکھوں کے مذہب سے ہے۔)

حواشی

۱۔ کہتے ہیں کہ بیس بیس سال ان تینوں کی حکومت رہتی ہے۔ برہما کے بیس سال، میں کثرت پیدائش 'بش کے بیس سال میں کثرت پرورش اور شو کی بیسی میں موت کی کثرت ہوتی ہے۔

۲۔ بیدانت کے برخلاف ان کے یہاں وسیلہ نجات صرف علم ہے۔

۳۔ مصنف کتاب نے خود یہ واضح کیا ہے کہ ان کا بیان دراز ہے اور ان کا سمجھنا مشکل ہے۔ لہٰذا صرف نام دیئے ہیں۔

فصل ہشتم

دعوت کے بارے میں

دعوت سے مراد یہ ہے کہ جو مسلمان نہ ہو ان کو اسلام کی طرف بلایا جائے ان سے کہا جائے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر برحق ہیں۔ وہ خاتم الانبیاء ہیں جو شخص ان کے دین کو اختیار کرے گا وہ اللہ کی امان میں آجاوے گا اور جو نہ مانے گاوہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہوجائے گا لہٰذا اگر کوئی دین اسلام قبول کرنا چاہے تو سب سے پہلے اس کو تلقین کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی اور معبود اور حاکم اور مالک نہیں ہے۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پھر اس کو ایمان کی صفات بتلائی جائیں اور مستحب[1] ہے کہ پھر اس کو غسل کرنے کو کہا جائے اور اس کے بعد کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہلوایا جائے جو شخص مسلمان ہوجائے اس کی خاطرداری کی جائے۔ اللہ کے نزدیک اس کا بڑا مرتبہ ہے۔ بقول شیخ سعدی:

بحمد اللہ آنکس کہ مسلمان شدہ

اگرچہ گدا بود سلطان شدہ

(اللہ کا شکر ہے کہ جو شخص مسلمان ہوجاتا ہے اگرچہ وہ گدا ہو بادشاہ ہوجاتا ہے)۔

ہندو کسی دوسرے شخص کو اگر وہ ان کا دین قبول کرلیتا ہے اپنے سماج میں شامل نہیں

کرتے بلکہ ان کے یہاں جو چار قومیں (برہمن، کھتری، ویش، شودر) وہ ایک دوسرے سے اتنے الگ ہیں کہ کسی صورت میں بھی ایک قوم کافر دوسری قوم میں شامل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دیتے وقت ان سے دو سوال کئے جائیں۔

پہلا سوال: یہ ہو کہ کیا تمھارا دین خدا کی طرف سے ہے؟ اگر وہ جواب میں یہ کہیں کہ خدا کی طرف سے نہیں۔ تو ان سے یہ کہا جائے کہ ایسے دین کو جو خدا کی طرف سے نہ ہو برحق نہیں کہا جاسکتا۔ لہٰذا اس دین کو ترک کرنا لازم ہوجاتا ہے۔ اگر ہندو یہ کہیں کہ ان کا دین خدا کی طرف سے ہے تو ان سے یہ کہا جائے کہ خداتو سارے جہان کا خدا ہے اس کی رحمت تو عام ہوتی ہے لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کی رحمت صرف ہندوؤں تک محدود ہو اور کوئی اور اس میں داخل تک نہ ہوسکے۔ اس کے برعکس اسلام جو اللہ کی طرف سے ہے۔ اس میں ہر شخص خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی خواہ مجوسی خواہ آگ کا پرستار خواہ ہندو ہو خواہ جینی خواہ بدھ ہو خواہ سکھ ہو خواہ برہمن ہو خواہ شودر، کلمہ پڑھتے ہی مسلمانوں میں شامل ہوجاتا ہے اور اس کے وہی حقوق ہوجاتے ہیں جو اور کسی بھی دوسرے مسلمان کے ہوتے ہیں۔ اسلام میں نہ نسل کی اہمیت ہے نہ رنگ کی نہ قوم کی۔ اس دین (ہندومت) کو کس طرح کامل کہا جاسکتا ہے جس میں کوئی دوسرا داخل نہ ہوسکے بلکہ خود ان میں یہ امتیاز ہے کہ سوائے برہمنوں کے کسی اور کو مکتی (نجات) حاصل نہیں ہوگی۔

دوسرا سوال: یہ ہوسکتا ہے کہ کیا تمھارے (ہندوؤں کے) نزدیک اسلام خدا کی طرف سے ہے؟ اگر وہ کہیں کہ اسلام خدا کی طرف سے ہے تو ان سے کہا جائے کہ ہمارے دین (اسلام) کے مطابق جو شخص اسلام قبول نہ کرے گا وہ دوزخی ہوگا لہٰذا تم (ہندوؤں) کو چاہئے کہ مسلمان ہوجائیں کیونکہ جو دین خدا کی طرف سے ہو اس کو ضرور قبول کرنا چاہئے ورنہ خدا کا غضب ان پر نازل ہوگا۔ اگر وہ یہ جواب دیں کہ اسلام خدا کی طرف سے نہیں ہے تو ان (ہندوؤں سے) دریافت کیا جائے کہ اگر (معاذاللہ) مسلمانوں کا دین خدا کی طرف سے

نہیں ہے تو پھر وہ (مسلمان) کیا کریں تاکہ ان کو نجات مل سکے۔ یہ بھی دریافت کیا جائے کہ آیا ان کے (ہندوؤں کے) یہاں ہمارے لئے (جو ہندو نہ ہوں) کوئی طریق عبادت ہے؟ اگر وہ جواب دیں کہ "ہے" تو ان سے یہ دریافت کیا جائے کہ پھر وہ مسلمانوں کو اپنے دین میں کیوں شامل نہیں کرتے۔ اگر وہ (ہندو) یہ جواب دیں کہ کوئی طریقہ عبادت نہیں ہے تو ان (ہندوؤں) سے یہ پوچھا جاسکتاہے کہ مسلمان کیا کریں کیوں کہ تم (ہندو) ہمارے دین کو خدا کی طرف سے تسلیم نہیں کرتے اور تمھارے (ہندوؤں کے) دین میں ہماری کوئی گنجائش نہیں ہے۔ تو کیا خدا نے ہم مسلمانوں کو بے کار پیدا کیا۔ اس کا جواب ان سے لیا جائے۔

دوسرا سوال: جس زمانے میں میں نے (مصنف نے) خود مسلمان ہوجانا ظاہر نہیں کیا تھا۔ دیگر احباب سے دین اسلام کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی تھی اور میرے ایماء پر چند احباب درپردہ مسلمان ہوچکے تھے لیکن وہ بھی میری طرح اپنا اسلام لانا چھپاتے تھے۔ اس زمانے میں بہت سے ہندو پنڈتوں سے گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ ایک دن ایک ہندو پنڈت کہنے لگا کہ اگر فلاں پنڈت اسلام قبول کرلے تو وہ بھی اسلام قبول کرلے گا۔ یہ دوسرا پنڈت ایک اور شہر میں تھا۔ وہاں سے اس کو بلایا گیا۔ یہ پنڈت چھ شاستروں پر عبور رکھتا تھا۔ اس سے مباحثہ شروع ہوگیا۔ یہ مباحثہ پندرہ دن جاری رہا لیکن اس پنڈت کو میرا (مصنف کتاب) کا مسلمان ہوجانا معلوم نہ تھا۔ اس کو یہ گمان تھا کہ میں یوں ہی اس موضوع پر گفتگو کر رہا ہوں۔ ایک دن مجھے اللہ تعالی کی طرف سے القاء ہوا یعنی اللہ نے میری دل میں ایک تقریر کا مضمون ڈالا اور میں نے پنڈت جی سے سوال کیا کہ "اگر مسلمان اپنے دین و طریقہ پر قائم رہیں تو کیا ان کی مکت (نجات) ہوگی یا نہیں؟" پنڈت جی نے جواب دیا "کیوں نہیں ہوگی پھر میں نے پوچھا "مسلمانوں کا دین حق ہے یا نہیں" پنڈت جی نے جواب دیا "ان کا دین ان کے لئے حق ہے" پھر میں نے دریافت کیا "مسلمانوں کے دین کی اصل قرآن پاک ہے تو قرآن پاک سچی کتاب ہے یا نہیں؟" پنڈت جی بولے "ہاں قرآن پاک سچا ہے" اس پر میں

نے کہا کہ قرآن پاک میں آتا ہے۔

"ومن یبتغ غیر الاسلام دینا" فلن یقبل منه. وهو فی الاخره من الخسرین. (۔ ۸۵)

ترجمہ: اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہے۔"

یہ آیت پڑھ کر اور اس کا مطلب بتلا کر میں نے کہا کہ تم نے یہ اقرار کیا تھا کہ قرآن پاک سچی کتاب ہے سو قرآن پاک تو یہ کہتا ہے کہ اللہ پاک کو اسلام کے علاوہ کوئی اوردین قابل قبول نہیں لہٰذا اب تم فوراً" مسلمان ہوجاؤ اور اپنے دین سے توبہ کرو میری یہ دلیل سن کر پنڈت جی بولے "اگر قرآن پاک میں یہ لکھا ہے تو قرآن پاک سچا نہیں ہے۔" اس جواب پر میں نے پنڈت جی سے کہا کہ تمھارے خیال میں قرآن پاک سچا نہیں ہے اور مسلمان کو ان کے دین میں نجات بھی نہیں ملے گی تو پھر میں تم سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ اگر (معاذاللہ) مسلمان یہ خواہش کریں کہ تم ان کو (مسلمانوں کو) اپنے دین میں شامل کرلو اور ان کے لئے عبادت کا کوئی طریقہ بتلاؤ جس سے وہ مکت (نجات) حاصل کریں۔ اور آیا تمھارے کسی شاستر میں کوئی طریقہ عبادت لکھا ہے یا نہیں؟ ابھی میں نے پنڈت جی کے اس جواب پر مزید کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ دوسرا شخص جس کے ایماء پر پنڈت جی کو بلوایا گیا تھا از خود بولا "واہ پنڈت جی مسلمانوں کے لئے مکت (نجات) ان کے اپنے دین میں بھی نہ ہو اور تم بھی ان کے لئے کوئی طریقہ عبادت نہیں بتلاتے ہو تو اب وہ بے چارے کہاں جائیں' کس طرح اپنے اللہ کی عبادت کریں۔ دیکھئے اس کے برخلاف مسلمان تو یہ کہتے ہیں کہ تم یعنی ہندو ان کے دین میں داخل ہوجاؤ تو تمھاری نجات ہوجائے گی۔ تو کیا خدا نے ان کو یوں ہی بے کار پیدا کیا ہے اور وہ

کس طرح مکت (نجات) حاصل کریں اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پنڈت جی تمھارا ہی دین جھوٹا ہے۔" چنانچہ یہ بحث اس بات پر ختم ہوگئی اور وہ شخص جس کی خواہش پر یہ مناظرہ ہوا تھا درپردہ مسلمان ہوگیا۔ الحمد للہ علی ذالک

مندرجہ بالا گفتگو کے علاوہ بعض ہندو افراد سے جب اسلام کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ان کا دین اجل (روشن) ہے جب کہ تمھارا (مسلمانوں کا) دین گھور یعنی میلا ہے۔ اس میں وہ کہتے آویں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اجل دین تو اسلام ہے جس میں توحید بھری ہوئی ہے اور گھور دین تو ہندوؤں کا ہے جو شرک سے بھرا ہوا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس میں گوبر کا کھانا اور پیشاب پینا روا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس میں اعضائے تناسل کی پوجا کرنا اور دوسرے بے حیائی کے کام درست ہیں بلکہ ثواب کے کام سمجھے جاتے ہیں اور ایسا دین اجل کہاں رہا (اس کتاب میں ہندوؤں کے دین کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے کیا اس کی بنیاد پر اس کو اجل کہا جاسکتا ہے۔)

بعض ہندو یہ کہا کرتے ہیں کہ اگرچہ مسلمانوں کا دین عقل و فہم کے اعتبار سے غالب ہے لیکن ہماری (ہندوؤں کی) پوتھی (گیتا) میں لکھا ہے کہ اپنا دین اگرچہ رائی کے برابر ہو اور دوسرا دین پہاڑ کے برابر ہو جب بھی اپنا دین نہ چھوڑنا چاہئے۔ اس بات کا یہ جواب ہے کہ جب کسی کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس کا دین باطل ہے تو پھر اس پر قائم رہنا محض حماقت ہے۔ اور یہ بات ایسی ہے کہ اگر یہ واقعی گیتا میں لکھا ہے تو گیتا بھی باطل کتاب ہے کیوں کہ اس میں ایسی کم فہمی کی بات لکھی ہے کیونکہ جس شخص کو یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ زہر کھا رہا ہے اور اس کے باوجود وہ اس زہر کو کھاتا رہے تو وہ شخص یقیناً" ہلاک ہوجاوے گا دین یا دھرم تو وہی ہے جو حق ہو ناحق کو دین کہنا کہاں تک درست ہے۔

حکایت:

ایک روز میں (مصنف کتاب) اپنے پیرو مرشد حضرت مولانا علاؤالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دین کے متعلق گفتگو کر رہا تھا اس وقت میرے ایک دوست موجود تھے۔ میں نے حضرت ممدوح سے عرض کیا کہ اگر آپ کو یہ یقین کامل ہوجائے کہ ہمارا دین اسلام باطل ہے تو آپ اس دین یعنی اسلام کو چھوڑیں گے یا نہیں ؟ حضرت نے جواب دیا کہ اگر بالفرض محال ایسا ہوجائے تو اگر ہم اس دین کو نہ چھوڑیں تو اللہ کی لعنت ہم پر نازل ہوگی۔ دوسرے دن میرے اس دوست کے سامنے سابق پنڈت جی سے گفتگو ہونے لگی۔ میں نے پنڈت جی سے کہا کہ اگر تم کو یہ یقین ہوجائے کہ ہندو دھرم باطل ہے تو کیا تم اس دین کو چھوڑو گے یا نہیں؟ پنڈت جی بولے "ہرگز نہیں" میں تو ابھی خاموش تھا کہ میرے یہ دوست بولے کہ پنڈت جی! یہ کیا انصاف کی بات ہے کہ باوجود اس کے کہ ایک دین کو باطل بھی سمجھا جائے اور پھر اس کو چھوڑا بھی نہ جائے ۔ ایسی بے انصافی کی بات مسلمان تو نہیں کہتے جیسی کہ تم (پنڈت جی) کہتے ہو چنانچہ چند دن کے بعد میرا یہ دوست بھی مسلمان ہوگیا مگر اپنا ایمان پردہ میں رکھا۔ الحمد للہ علی ذالک

بعض ہندو یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا دین یعنی اسلام بہت اچھا ہے کہ ان کے یہاں صرف ایک رب یعنی معبود ہے جب کہ ہندو دھرم میں ہزاروں معبود ہیں لیکن ایسے لوگ صرف اپنے بڑوں کی تقلید میں دین اسلام اختیار نہیں کرتے اسی طرح بعض ہندو یہ کہتے ہیں کہ اگر خدا کو ہمارا مسلمان ہونا منظور ہوتا تو ہم کو ہندوؤں کے گھر کیوں پیدا کرتا؟ مسلمانوں کے گھر پیدا کرتا۔ ہم تو پیدا ہی ہندو

ہوئے ہیں لہٰذا ہم خود خدا کی پیدائش کو کس طرح بدل دیں گے۔ اس کا جواب بہت صاف ہے وہ یہ کہ یہ ضروری نہیں جو شخص جس قوم میں پیدا ہوا ہو وہ اسی قوم کے چال و چلن پر رہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ اپنی عقل و فہم کے اعتبار سے دین حق کی تلاش کرے اور جو دین اللہ کی طرف سے ہو اس کو اختیار کرے۔ اس وجہ سے ہمارے دین یعنی اسلام میں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب اس کو شعور ہوتو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے دین کے حق ہونے کی دلیلیں دریافت کرے صرف باپ دادا کی تقلید پر نہ رہے۔ لہٰذا کوئی ہندو کے گھر میں پیدا ہوا ہے تو اس پر یہ لازمی نہیں ہے کہ وہ ہندو رہے۔ جیسے ہی اس کو شعور آئے یا جب بھی عقل آئے تو دین حق کی تلاش کرے اور مسلمان ہوجائے تاکہ اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ اور پیدائش مسلمانوں سے زیادہ ہو کیوں کہ اس نے اپنے باپ دادا کا مذہب باطل چھوڑ کر جواں مردی کا ثبوت دیا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ ثواب کا حق دار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ ولی الذین آمنوا یخرجھم من الظلمت الی النور"

ترجمہ: اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف:(۲،۲۵۷)

ہندوؤں کی طرف سے یہ دلیل کہ ہم اول سے ہی ہندو پیدا ہوئے ہیں غلط ہے۔ کیوں کہ جو یہ کہتا ہے اس سے یہ پوچھا جائے کہ جس دن وہ پیدا ہوا اس دن اس پر کون سی نشانی ایسی تھی جس کی بنیاد پر اسے ہندو کہا جائے۔ نہ وہ رام لچھمن سے واقف تھا' نہ برہما اور بشن سے' نہ اس کے گلے میں زنار تھا اور نہ وہ سندھیا (ہندوؤں کی عبادت) سے واقف تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ولادت کے بعد ہی آدمی ہندو ہوجاتا ہے یا مسلمان۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

"ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنالیتے ہیں یا نصرانی۔ مفہوم"

بعض ہندو یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی پیدائش کو کس طرح بدل ڈالیں اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ جناب پیغمبر ﷺ کی متابعت اختیار کرنے سے خدا کی پیدائش میں تغیر لازم نہیں آتا ہے بلکہ یہ تو اللہ کی عین مرضی ہے۔ مثلاً" کوئی بادشاہ اپنی ایک فوج کو ایک قلعہ میں رکھ کر اس کی پرورش کرے پھر وہ بادشاہ کسی وقت اپنے معتمد کی زبانی اس فوج کو کہلا بھیجے اور ساتھ ہی اپنا فرمان بھی اس کے ہاتھ بھیجے اور صاف حکم دے کہ اس قلعہ سے نکل کر فلاں شہر میں جاؤ اور اس معتمد کی تابعداری کرو تاکہ ہم (بادشاہ) تم پر مہربان ہوں اور تم کو بہت سا انعام واکرام عطا کریں۔ ایسی صورت میں اگر اس فوج کے لوگ یہ کہنے لگیں کہ ہم کو بادشاہ نے جس قلعہ میں اول دن سے رکھا ہے ہم تو اس قلعہ میں ہی رہیں گے۔ اور اگر بادشاہ کو ہمارا فلاں شہر میں رکھنا منظور ہوتا تو ہم کو اول دن ہی سے اس میں رکھتا اور اگر ہم اس قلعہ کو چھوڑیں گے تو بادشاہ کے حکم میں تغیر ہو جائے گا۔ تو اس فوج کے لوگوں کو سننے والے سب بے وقوف سمجھیں گے کہ بادشاہ کے حکم کی بجاآوری کو حکم میں تغیر سمجھتے ہیں لہٰذا بادشاہ کے قہر میں گرفتار ہوں گے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے ہندوؤں کو اولاً" ہندوؤں کے گھر پیدا کیا۔ جب تم نے تربیت پاکر عقل سنبھالی تو تم کو (ہندوؤں کو) اپنے معتمد یعنی پیغمبر ﷺ کے ذریعہ اپنا پیغام بھیجا اور اپنے فرمان عالی شان یعنی قرآن شریف کے ذریعہ کہلوایا کہ اپنے باپ دادا کے طریقوں کو چھوڑ دو اور دین اسلام اختیار کرلو تاکہ تم بہشت میں رہو اور وہ (اللہ) تم سے خوش رہے۔ اس صورت میں اگر ہندو مسلمان ہونے کو خدا کی پیدائش کا تغیر سمجھیں تو نہایت افسوس کی بات ہے اگر یہی دلیل آگے بڑھائی

جائے تو جو کوئی کسی مفلس کے گھر پیدا ہوتا تو اس کو دولت مند بننا حرام ہوجاتا کیونکہ اس کے باپ دادا مفلس تھے۔ اسی طرح جس کے باپ' دادا اندھے ہوتے وہ باپ دادا کی تقلید میں کس طرح بینا (دیکھنے والے) رہ سکتا۔ ظاہر ہے کہ ایسے کاموں یعنی دین کے کاموں میں باپ دادا کی تقلید درست نہیں بلکہ ان امور میں اپنی عقل کو کام میں لانا چاہئے۔ ورنہ تو اگر دادا چور' ظالم اور زناکار ہوں یا شرابی ہوں تو بیٹے کو بھی ان کی تقلید میں چور' ظالم' زانی اور شرابی ہونا چاہیے۔ آخر جب ان کاموں میں عقل استعمال کرکے ہی بچا جاسکتا ہے تو دین کے کاموں میں عقل کو کام میں لانا اور بھی ضروری ہے۔ عقل جو ہر چیز سے افضل ہے آخر کس لئے ہے۔ عقلِ اللہ نے دی ہی اس لیے ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور حق و باطل میں تمیز کرلے تاکہ اللہ تعالی کی رضامندی حاصل کرلے۔ اللہ نے ہر ایک کو جدا جدا عقل دی ہے کہ ہر کوئی اپنے دین کی تحقیق کرے اور اگر باپ دادا کا دین اللہ کی مرضی کے مطابق نظر آئے تو اس پر قائم رہے اور اگر اس کے برخلاف ہو تو جلد از جلد اس کو چھوڑ دے حتی کہ خود شاستروں میں لکھا ہے کہ اگر باپ دادا کا مذہب باطل نظر آئے تو اس کو چھوڑنا ضروری ہے۔ جیسا کہ پرہلاد نے کیا۔ پرہلاد نے اپنے باپ ہرن کسب کا مذہب اس لئے چھوڑا کہ ہرن کسب اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا۔ یعنی ہرن کسب کا مذہب خود پرستی تھا اور پرہلاد خدا پرست تھا اسی لیے شاستروں میں پرہلاد کی بہت تعریف لکھی ہے۔ اگر ان دونوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ گو ہرن کسب اور پرہلاد کا اعتقاد اور چال چلن جدا جدا تھا مگر دین تو دونوں کا ایک ہی تھا۔ اسکے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ دین کا بدلنا دراصل اعتقادات اور چال چلن کا ہی بدلنا ہے اور کوئی چیز نہیں بدلتی لہٰذا جس طرح پرہلاد نے اپنے باپ کے برے اعتقادات اور چال چلن کو چھوڑ کر اچھا اعتقاد

اور چال چلن اختیار کیا۔ اسی طرح ہندوؤں کو بھی چاہیئے کہ وہ بھی اپنے باپ دادا کے دین کو یعنی اللہ کے سوا اور کی عبادت کو درست جاننا اور برا چال چلن یعنی بت پرستی کرنا چھوڑ کر اللہ کو معبود سمجھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہنما سمجھیں نماز، روزہ اور دیگر فرائض ادا کریں اگر ہندو یہ کہیں کہ پرہلاد نے اپنے باپ دادا ہرن کسب کا مذہب اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ ہرن کسب نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ دیا تھا اور نیا مذہب یعنی خود پرستی اختیار کر لیا تھا گویا پرہلاد کا وہی مذہب تھا جو اس کے بزرگوں کا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح ہندوؤں کے کہنے کے مطابق ہرن کسب نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر یعنی خدا پرستی کو چھوڑ کر خود پرستی اختیار کرلیا تھا اور پرہلاد نے خود پرستی کو برا سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اسی طرح ہندوؤں نے اپنے باپ دادا کے قدیم مذہب یعنی حضرت آدم (علیہ السلام) اور حضرت نوح (علیہ السلام) کا مذہب یعنی توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرلی لہٰذا ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ اپنے باپ دادا کا مذہب یعنی بت پرستی کو چھوڑ کر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا مذہب یعنی توحید اختیار کریں اس کے جواب میں اگر ہندو یہ کہیں کہ ہندو تو برہما کی اولاد ہیں (آدم اور نوح کی اولاد نہیں) تو ہندوؤں کا یہ قول غلط ہے کیونکہ اگر ہندو برہما کی اولاد ہوتے تو جس طرح برہما کے چار منہ تھے تو ان کے بھی چار منہ ہونے چاہئیں تھے۔

لیکن ہندوؤں نے شیطان کی تلقین سے خود کو برہما مقرر کیا ہے اور حقیقت میں ہندو ہوں یا مسلمان سب بنی آدم ہیں اور ہندو جو خواہ مخواہ حضرت آدم کی نسل سے باہر ہو کر برہما دیو کی اولاد بنتے ہیں تو اس میں ان کو ایک اور مشکل آوے گی اور وہ یہ کہ برہما دیو نے سارستی کی جو اس کی بیٹی تھی جورو بنالیا اور ہندوؤں کے یہاں باپ دادا کی تقلید ضروری ہے تو ہندوؤں کو بھی ایسا کرنا چاہیئے۔

بعض ہندوؤں نے بھی (مصنف کتاب پر) یہ اعتراض کیا کہ اس نے باپ دادا کا دین چھوڑا تو اس کے باپ دادا بیوقوف تھے۔ اس کا جواب مصنف نے اس طرح دیا کہ پرہلاد نے اپنے باپ ہرن کسب کا طریقہ چھوڑا۔ اور اس کے دین چھوڑنے پر شاستروں میں اس کی بہت تعریف لکھی ہے جب کہ ہرن کسب کی برائی کی گئی ہے۔ اس نکتہ پر ہندوؤں کے دین پر سخت اعتراض ہوتا ہے۔ معلوم نہیں اس اعتراض کا ہندو کیا جواب دیں گے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ ہندوؤں ہرن کسب دیت کو اس واسطے برا کہتے ہیں اور خدا کا دشمن سمجھتے ہیں کہ ہرن کسب نے خود کو خدا کہلوایا۔ تو ہندوؤں کو اس کا جواب دینا ہوگا کہ وہ رام چندر، پرس رام اور کشن کو بھی دشمن خدا یعنی ڈشٹ کیوں نہیں سمجھتے کیوں کہ ان تینوں نے بھی خدا کا بندہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو خدا کہلوایا۔ اس لئے ان کی تابعداری بھی غلط ہے۔ بلکہ ہندوؤں کو چاہیئے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی متابعت اختیار کریں کیوں کہ انہوں نے خود کو اللہ کا بندہ کہا اور خدا نہیں کہلوایا جیسا کہ کلمہ طیبہ سے ظاہر ہے جو یہ ہے۔

"اشھد ان لآ الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد" اعبدہ ورسولہ" "گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں" (بخاری و مسلم)۔

احادیث نبوی ﷺ کی مستند اور معتبر کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا "میری تعریف میں حد سے مت بڑھو جیسے نصاریٰ (عیسائی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں بڑھ کر ان کو خدا کہنے لگے۔ میں تو اللہ کا بندہ ہی ہوں سو یہی کہو کہ بندہ اس کا اور رسول اس کا" رسول اللہ ﷺ کا یہ اعلان بغرض احتیاط اس رجحان کو روکنا تھا جس کے تحت دیگر ادیان

میں انسانوں' پتھروں اور درختوں کو خدا بنالیا گیا۔

ہندوؤں کا اعتراض

اندرمن (ہندو پنڈت) نے یہ اعتراض کیا کہ مسلمان مسیلمہ کی تکذیب اور تکفیر کرتے ہیں اور محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں جب کہ دونوں یکساں طور پر کھاتے پیتے تھے' چلتے تھے'سوتے تھے جاگتے تھے۔ اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ یہ صفات انسانی ہیں اور صرف ان صفات کی بنیاد پر کوئی پیغمبر نہیں ہوسکتا۔ پیغمبراور نبی وہ ہوتا ہے جو ان صفات کے باوجود اللہ سے بذریعہ وحی تعلق رکھتا ہو۔

ہندوؤں کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ رام اور کشن کی متابعت اور پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدا کے اوتار تھے۔ لیکن ان کا یہ کہنا بھی وزن نہیں رکھتا کیوں کہ رام اور کشن بھی ہرن کسب کی طرح دیگر انسانوں کی طرح تھے یعنی وہ بھی کھاتے پیتے تھے' ان کو بھوک پیاس بھی لگتی تھی حتی کے شاستروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رام چندر کی بیوی کو راون پکڑ کر لے گیا۔ رام چندر کو شدید پریشانی ہوئی اور وہ عاجز ہوکر ہنومان کی مدد سے اس کو چھڑا کر لایا۔ جب کہ کشن کے پیر میں تیر لگا اور وہ زخم کی تکلیف سے مرگیا۔ ان باتوں سے یہ واضح ہے کہ جن کو خدا سمجھ کر پوجتے ہیں ان سب میں انسانی عادات تھیں۔ مختصراً" ہرن کسب میں بھی یہی صفات تھیں۔ جب صورت یہ ہے تو اس کو (ہرن کسب) کو دشمن خدا کیوں سمجھا جاتا ہے۔

ہولی کے تہوار کی حقیقت

ہندوؤں کے بقول ہرن کسب کی بہن کا نام ہولی تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے

بھتیجے پرہلاد کو ہلاک کرے۔ اس نے پھاگن (مارچ) کے مہینہ میں چند روز پرہلاد کو راگ رنگ میں مشغول رکھا۔ پھر اپنے اندر سے اس کو جلانے کے لئے آگ نکالی لیکن ہوا یہ کہ وہ خود اس آگ میں جل گئی۔ اب ہندو اس کی یاد میں ہولی کا تہوار مناتے ہیں جس میں ہولی جلائی جاتی ہے' گانے بجانے ہوتے ہیں' ناچ رنگ میں گالی گلوچ ہوتی ہے۔ شراب پی جاتی ہے۔ اور ان تمام کاموں کو ثواب کے کام سمجھتے ہیں۔ یہ ہے ہندو دھرم اس موقع پر ہندو شیعوں کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ جس میں رسول اکرم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ اس بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ ایسے لوگ دین اسلام سے خارج ہیں۔

باپ دادا کی پیروی

باپ دادا کی پیروی کے متعلق ہندو یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان بھی بہت سی باتیں خلاف شرع ہونے کے یہ کہہ کر نہیں چھوڑتے کہ یہ کام ان کے باپ دادا کرتے آئے ہیں مثلاً" شادی بیاہ میں مختلف رسومات' میت سے متعلق سوئم' چہلم اور مزاروں پر عرس وغیرہ اس اعتراض کے متعلق یہ جواب ہے کہ خود مسلمان بھی ان باتوں کو خلاف شرع سمجھتے ہیں۔

یہ بات بالکل متفقہ ہے کہ جو رسومات باپ دادا کی' استاد یا مولوی کی' پیرو مرشد کی حاکم یا بادشاہ کی یا کسی اور کی جو خلاف شرع ہو اس کو چھوڑ دینا چاہیئے اور جو ایسا نہیں کرتا اس کو فاسق و فاجر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دین میں (اسلام میں) صرف جناب پیغمبر ﷺ ایسے ہیں جن سے خطا نہیں ہوئی جب کہ ان کے علاوہ ہر کسی سے خطا ہونا ممکن ہے۔

اسلام میں مختلف مذہب یا مسلک

ہندو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان کلمہ تو پڑھتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا لیکن کہلاتے ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، قادری، چشتی، نقشبندی وغیرہ اور ان بزرگوں کی تقلید کیوں کرتے ہیں جن کے ناموں سے یہ نسبتیں ہیں۔ اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ جو مسلمان یہ کہلاتے ہیں وہ ان بزرگوں کے دین میں نہیں کیونکہ یہ بزرگ تو خود رسول اکرم ﷺ کے دین میں ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ بزرگ قرآن شریف اور حدیث کو عام آدمیوں سے زیادہ اچھے سمجھنے والے ہوئے ہیں۔ ان ہی لوگوں نے سالہا سال کی محنت کے بعد عام آدمی کی سہولت کے لئے مسائل مرتب کیے ہیں۔ سو جس مسلمان کو جس بزرگ سے زیادہ حسن ظن ہوا وہ اسی سے طریق محمدی سیکھنے لگا اور اپنے آپ کو اس کی نسبت سے حنفی، شافعی وغیرہ کہنے لگا۔ ان بزرگوں کے حالات زندگی سے سب واقف ہیں کہ انہوں نے دین کو آسان اور قابل عمل بنانے کے لئے کتنی محنت کی ہے اور جتنا علم دین کا ان کو تھا عام آدمی تو درکنار خواص کو بھی ہونا مشکل ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان خود اتنا قابل و دانا ہو کہ وہ قرآن شریف اور احادیث نبوی ﷺ سے مسائل نکال سکتا ہو تو اس پر ان بزرگوں کی تقلید لازم نہیں خود قرآن پاک میں آتا ہے۔

فسئلواء اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۱۶/۴۳)

ترجمہ: سو اگر تم کو علم نہیں تو اہل علم سے پوچھ دیکھو۔

اس کے باوجود اگر ہم یہ گمان کریں کہ فلاں مسئلہ جو ان بزرگوں میں سے کسی امام نے بتلایا ہے وہ قرآن و سنت (احادیث) کے خلاف ہے تو ہم امام کے قول پر ہرگز عمل نہیں کریں گے کیوں کہ اللہ اور رسول ﷺ کے کلام میں غلطی

نہیں ہوسکتی اور ان بزرگوں کی سمجھ میں غلطی کا امکان موجود ہے۔ چوک اور خطا اپنے اختیار میں نہیں۔ ان بزرگوں (اماموں) نے خود کہا ہے۔

اترکوا قولنا بالحدیث

یعنی ہمارا جو قول تم کو حدیث کے خلاف معلوم ہو اس کی متابعت مت کرو اور حدیث پر عمل کرو۔

اس طرح وہ اپنی ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہوگئے اور ذمہ داری خود ہماری ہوگئی۔ حق تعالی نے فرمایا ہے۔

یآ ایھا الذین امنو اطیعو اللّٰہ واطیعو الرسول واولی الامر منکم

"ترجمہ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں۔" (۴/۵۹)

اس کے بعد فرمایا

فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تومنون باللّٰہ والیوم الاخر ط

ترجمہ: پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ (۴/۵۹)

غرض ہر صورت میں اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کو مقدم رکھنا ہے۔ پھر حق تعالی فرماتا ہے۔ ذالک خیر "واحسن تاویلا" ٥ (۴/)

ترجمہ: یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام

بعض لوگوں کو حافظ کے اس شعر پر اعتراض ہوتا ہے

یہ مے سجاد رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید

اولا" دیوان حافظ دین کی کتاب ہی نہیں۔ دوسرے اس سے ظاہری معنی مراد

نہیں۔ تیسرے ہمارے یہاں یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی بزرگ کا کوئی شعر یا عبادت خلاف شرع معلوم ہو تو اس کی تاویل کر کے اس کے صحیح معنی کیئے جاتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو اس کو قبول نہیں کرتے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کو کسی نے ان بزرگ سے نسبت کر دیا ہے۔ یہ بات اس سے ثابت ہوتی ہے کہ بہت سی حدیثیں لوگوں نے وضع کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام منسوب کردی تھیں (ان احادیث کے متعلق بہت چھان بین کی گئی اور گھڑی ہوئی احادیث کا پتہ چلایا گیا۔ بہرحال شرع کے خلاف کسی کے قول کو بھی قبول نہیں کیاجاتا اور جہاں تک شعراء کا تعلق ہے تو قرآن شریف میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے

والشعر آء یتبعھم الغاون ط (۲۶/۲۲۴)

(یعنی شعروں کی بات پر وہی چلتے جو بے راہ ہیں)

چنانچہ اس زمانہ میں بہت سے اشعار اور عبارتیں ایسی ہیں کہ ظاہر میں ان کے معنی کفر کے ہیں مثلاً"

ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے نہیں واقف
گر کعبہ ہوا تو کیا اور بت خانہ ہوا تو کیا

اس طرح کے بہت سے اشعار ہیں جو کہ اکثر لوگ بغیر سوچے پڑھتے رہتے ہیں اگر ان کو یہ معلوم ہوجائے یا کوئی بتلائے کہ یہ کفر ہے تو وہ یقیناً" ان اشعار کو نہیں پڑھیں گے اور توبہ کرلیں گے۔ اسی طرح کچھ کتابیں ہیں مثلاً" بدر منیر اور بہار دانش۔ ان کتابوں میں بھی بہت سی باتیں قابل اعتراض ہیں جن کی طرف علمائے کرام اسلام توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بہت سی باتیں صوفی بزرگوں کے متعلق مشہور ہوگئی ہیں۔ جن کا نہ سر ہے نہ پیر۔ یہ سب من گھڑت ہیں اور محض

بدنام کرنے کے لیے ہیں۔ مختصردین اسلام میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے قول وفعل کو سند سمجھنا درست نہیں خواہ وہ پیر ہو یا استاد ہو۔ ایسا شخص جو اللہ اور رسول کے حکم کے مقابلہ میں کسی بھی دوسرے کے حکم کو پسند کرتا ہے وہ کافر اور مرتد اور دین اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

بعض لوگ بلا سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں کہ ہندو مسلمان میں کیا فرق ہے یہ کہنا شدید جہالت اور بیوقوفی کی بات ہے۔ اس کتاب میں ہندو اور مسلمان میں جو فرق ہے وہ واضح کردیا گیا ہے۔ جو حق اور ناحق میں تمیز کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔ لیکن اگر اس کے باوجود کوئی ایمان نہیں لاتا تو ہم کو تردد نہ کرنا چاہئے کیوں کہ ہمارا کام تو صرف حق کو اجاگر کرنا ہے اور خود حق پر قائم رہنا ہے۔

حواشی

۱۔ ایسا کام جس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں عذاب نہیں۔

۲۔ بھارت کے ایک سابق وزیراعظم نے جو ہندو تھا اس کا اعتراف کیا۔

باب دوم

فصل اول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نجاست

اسلامی عبادات

اس میں نجاست کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی ناپاکی' دل کی ناپاکی ہے۔ دل کی ناپاکی کا مطلب یہ ہے کہ اعتقادات اچھے (درست) نہ ہوں۔ اخلاق و عادات اچھے نہ ہوں اور ان سب کے ساتھ ساتھ اس کو گناہ کرتے وقت مطلق جھجک نہ ہو۔ یہ ناپاکی سب ناپاکیوں سے زیادہ سخت ہے۔ اعتقادات کو درست کرنے کے لئے اعتقادات سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ البتہ اعتقادات کا مختصر بیان اس کتاب کے باب اول میں گزر چکا ہے۔ اس پر اعتقاد جمالینا کافی ہے۔ اس کے خلاف کسی بات کو درست نہ سمجھنا چاہیئے۔ برے اخلاق اور گناہوں سے بچنے کے لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کیمیائے سعادت' اور احیاء العلوم کا مطالعہ بہت مفید ہے۔ دوسری ناپاکی کا تعلق بدن اور کپڑوں سے ہے۔ یہاں پر اسی ناپاکی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ ناپاکی دو طرح کی ہوتی ہے ایک حقیقی دوسری حکمی۔ نجاست حقیقی یہ ہے جیسے پیشاب پاخانہ لید' گوبر' لہو' پیپ' کتا' سور وغیرہ اگر اس طرح کی نجاست کے لگنے سے کوئی چیز ناپاک ہوجاتی ہے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی سے مل کر دھو ڈالیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہے اور بعض چیزیں مثلاً" تلوار' تانبے وغیرہ کے برتن' آئینہ وغیرہ رگڑنے سے بھی پاک ہوجاتی ہیں کیوں کہ ان کا جسم سخت ہوتا ہے۔ مسام دار نہیں ہوتا اس لئے ان میں نجاست

سرایت نہیں کرتی لہٰذا ان کو دھو کر نچوڑا نہیں جاسکتا۔ جو چیزیں آگ میں جل کر راکھ ہوجاتی ہیں یا نمک میں مل کر نمک ہوجاتی ہیں یا زمین میں مل کر مٹی ہوجاتی ہیں۔ یعنی ان کی ماہیئت اور ہیئت تبدیل ہوجاتی ہے تو ایسا ہونے کے بعد وہ چیزیں بھی پاک ہوجاتی ہیں۔ وہ چیزیں جو زمین میں گڑی ہوئی ہوں مثلاً" دیوار یا درخت خشک ہوجانے کے بعد پاک ہوجاتی ہیں اگر نجاست کا اثر باقی نہ رہے۔ نجاست حکمی یہ ہے کہ کسی کی منی شہوت کے ساتھ نکلے یا سوتے میں منی نکلے (احتلام ہوجائے) یا جماع کرے یا اغلام میں مبتلا ہو خواہ منی نکلے یا نہ نکلے اس قسم کی ناپاکی کو جنابت کہتے ہیں۔اسی طرح کسی عورت کے رحم سے حسب عادت خون جاری ہوجائے تو اس کو حیض کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی عورت بچہ جنے اور اس کے اندر سے خون نکلے تو اس کو نفاس کہتے ہیں۔یہ بھی جنابت ہوتی ہے اور اس قسم کی ناپاکی سارے جسم کے دھونے سے یعنی غسل سے دور ہوتی ہے۔

حدث کی ناپاکی وضو کرنے سے جاتی رہتی ہے۔ نجاست حکمی سے آدمی کا بدن نجس نہیں ہوتا یعنی ایسے مرد یا عورت کا ہاتھ پیر (اعضائے جسمانی) کسی چیز میں ڈالنے سے یا اس کے پسینہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی لیکن اس پر نجاست کا حکم لگایا جاتا ہے یعنی اس حالت میں نماز پڑھنا اور چند دیگر امور کی انجام دہی منع ہے لیکن مدت کی کچھ قید نہیں ہے جیسے ہی غسل کرلیا یا وضو کرلیا اسی وقت جنابت اور حدث رفع ہوگیا لیکن حیض اور نفاس جب خشک ہوتا ہے جب ہی غسل کیاجاتا ہے اور ناپاکی دور ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر حیض دن سے زیادہ اور نفاس چالیس دن سے زیادہ ہوجائے تو اس کو بیماری سمجھا جاتاہے۔ جس کو استحاضہ کہتے ہیں کیونکہ استحاضہ کا خون رحم سے نہیں آتا۔ استحاضہ کی حالت میں غسل کرکے نماز پڑھنا درست ہے

ہندوؤں کے یہاں ناپاکی

ہندوؤں کے یہاں بھی ناپاکی دو طرح کی ہوتی ہے ایک حقیقی ناپاکی اور دوسری حکمی ناپاکی۔ حقیقی ناپاکی کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے جیسے گو،موت وغیرہ اگر یہ چیزیں کسی کپڑے کو لگ جائیں تو پانی سے دھو لیا جاتا ہے اور اگر بدن کو لگ جائیں تو مٹی لگاکر پانی سے دھو لیاجاتا ہے۔ دوسری قسم ناپاکی کی یہ ہے کہ ہندو کا منھ جو کانسی کے برتن کو لگ جاوے تو راکھ مل کر دھو لیتے ہیں اور اگر چاندی یا سونے کے برتن کو لگ جاتا ہے تو صرف پانی سے دھو لینا ہی کافی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ سونے کا برتن ہوا سے پاک ہوجاتا ہے اور اگر کسی غیر قوم کامنہ ان کے برتن کو لگ جاتا ہے تو آگ اور مٹی دونوں کو لگا کر دھوتے ہیں۔ خیال کیجئیے کے انسان اشرف المخلوقات ہے اورخود ہندو اس کو نرنارائیتی(یعنی خدا کا جسم) کہتے ہیں اس کا منہ جس سے وہ کھانا کھاتا ہے۔ جس سے وہ اللہ کا نام لیتا ہے اس کو ناپاک سمجھاجائے کس قدر تعجب کی بات ہے جب کے گھوڑے کا منہ اور گائے کا گوبر اور پیشاب جیسی چیزوں کو پاک سمجھاجائے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ کپڑا جب جسم سے اترتاہے تو ناپاک سمجھاجاتا ہے یعنی اس کو پاک کیئے بغیر اس کپڑے کو پہن کر عبادت کرنی درست نہیں سمجھتے ۔ ایسے کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کپڑا اگر سفید ہو اور سوت کا بنا ہوتو پانی میں دھوتے ہیں اور اگر کپڑا رنگ دار ہے تو اس کو پانی کا چھینٹا دے کر پاک کر لیتے ہیں جب ریشمی کپڑا ہوا لگنے یا سورج کے سامنے ہونے سے پاک ہوجاتا ہے۔ چوتھی قسم یہ ہے کہ اگر زمین کو پاک کرنا ہوتو گائے کا گوبر یا صرف پانی مل کر زمین کو پاک جانتے ہیں۔ اگر کوئی شخص جائے

ضرورت (پاخانہ) سے باہر آتا ہے تو اس کے لیے شاستروں میں یہ لکھا ہے کہ وہ اول بائیں ہاتھ کی سیدھی طرف کی انگلیاں دس بار مٹی اور پانی سے دھووے اور پھر اسی ہاتھ کی پیٹھ دس بار اسی طرح دھووے اور پھر دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملاکر سات بار مٹی اور پانی سے دھووے۔ پھر بارہ کلیاں کرے تب وہ شخص پاک سمجھاجائے گا۔ ہندوؤں کے یہاں نجاست حکمی یہ ہے کہ جب کوئی شخص رات کو سوکر صبح کو ناپاک اٹھے تو جب تک غسل نہ کرے عبادت نہ کرے اور نہ کھانا کھاوے۔ اور اگر آسن (عبادت گاہ) کی جگہ سے اٹھ کر کسی اور جگہ چلا جائے تو وہ ناپاک خیال کیا جاوے گا اور اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ دوبارہ ہاتھ پاؤں دھووے، کلی کرے تب وہ عبادت کرے۔ حیض کی صورت میں عورت کا تمام بدن ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سوکھا ہاتھ بھی کپڑوں اور بدن کو لگنے نہیں دیتے۔ ایسی عورت چھ دن بعد غسل کرے تب پاک خیال کی جاوے گی۔ حیرت ہوتی ہے کہ خون کا اخراج تو ایک جگہ سے ہوتا ہے باقی بدن کس طرح ناپاک ہوجاتا ہے اسی طرح ولادت کے موقع پر عورت کا تمام بدن ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی قوم کے سب مرد اور عورتیں ناپاک تصور کی جاتی ہیں۔ اس ناپاکی میں اس عورت کی قوم کے وہ لوگ بھی شمار ہوتے ہیں جو کسی اور شہر میں ہوں یا سفر میں ہوں اور ان کو ولادت کی اطلاع مل جائے۔ اس ناپاکی کا نام سوتک ہے۔ جو عورت بچہ جنتی ہے اس کا بدن چالیس[۲] دن کے بعد پاک ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ وہ اپنے سر کو گائے کے گوبر اور پیشاب سے دھووے اور گائے کا گوبر اور پیشاب پیوے اور غسل کرے۔ اس عورت کی قوم کے لوگ اس طرح پاک ہوتے ہیں کہ وہ اگر برہمن ہوں تو گیارہ دن بعد پاک سمجھے جاتے ہیں ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ زنار بدلیں گنگا جل پئیں۔ اور اگر گوہ موت پئیں تو

بہت زیادہ پاکی حاصل ہوجاتی ہے۔ اگر اس عورت کی قوم کھتری ہے تو ان کو وہی سب کام کرنے پڑتے ہیں جو برہمنوں کے لئے ضروری ہیں لیکن ان کے لئے مدت تیرہ دن ہے۔ویش یعنی بنیوں کے لیے یہ مدت پندرہ دن ہے اور شودروں کے لئے تیس دن ہے۔ سوتک کے دوران استعمال ہونے والے برتن اگر وہ مٹی کے ہوں تو پھینک دیے جاتے ہیں۔ غور کیجئیے یہ کتنی دلچسپ بات ہے کہ بچہ تو جنا عورت نے مگر ساری قوم ناپاک ہوگئی اور ناپاکی کی مدت میں بھی برہمن' بیش' کھتری' اور شودر کی تفریق ہے یعنی ناپاکی کا تعلق ذات سے ہے بدن سے نہیں۔ اگر کسی قوم میں موت واقع ہوجائے تو بھی ساری قوم ناپاک ہوجاتی ہے۔ اور یہ ناپاکی پاتک کہلاتی ہے۔ اس ناپاکی کے احکام میں بھی سوتک کی طرح معمولی سا فرق ہے۔ جنازے کے ساتھ جتنے آدمی (دوسری قوم کے بھی) جاتے ہیں وہ بھی ناپاک ہوجاتے ہیں۔ ان کے لئے غسل کرنا اور کپڑوں کا پاک کرنا ضروری ہے۔ ایک ناپاکی اور ہے وہ یہ کہ اگر کسی کے بدن کو چمار' جوہڑے یا حائضہ یا نفاس والی یا گناہ کبیرہ کے مرتکب کا کوئی عضو چھو جائے تو اس کا بدن کپڑوں سمیت ناپاک ہوجاتا ہے۔ یہی حکم مردہ کتا' گدھا' بلی' کوا اور خواجہ سرا (مخنث) کے لے ہے۔ اس ناپاکی کو دور کرنے کے لئے کپڑوں سمیت نہانا ضروری ہے۔ ناپاکی کی اس صورت کو سمجھنے کے لئے عقل کام نہیں کرتی۔ اس سے زیادہ دلچسپ ناپاکی یہ ہے کہ جب کوئی ہندو کھانا کھاتا ہے تو شاستر کے حکم کے مطابق زمین کو گوبر وغیرہ سے نلپاک کرکے دھوتی کے سوا اور کپڑوں کو اتار کے کھانا کھاتا ہے۔ پھر اگر اس کھانے کے دوران سگا بھائی بھی باہر سے آجائے اس کے چونکے میں کپڑوں سمیت داخل ہوجائے تو اس کا چونکا بھرسٹ (ناپاک) ہوجاتا ہے اور وہ کھانا اس کے لیے درست نہیں رہتا۔ کپڑے اس طرح اتار کر کھانا کھانے میں کیا حکمت ہے ہندو ہی سمجھ

سکتے ہیں۔ صرف دھوتی کو جسم پر رہنے دینا اور بھی تعجب خیز ہے کیوں کہ دھوتی جو جسم کے زیریں حصہ پر ہوتی ہے اس پر پیشاب یا اور ناپاک چیزوں کا چھینٹا پڑنے کا زیادہ امکان ہے۔

حواشی

۱۔ تفصیلی مسائل فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۲۔ ہندوؤں کے یہاں نفاس کی مدت دس دن ہے مگر رواج چالیس دن کا ہے۔

۳۔ ہندوؤں نے یہ اعتراض کیا کہ مسلمان کے یہاں تین دن تک اہل میت کا کھانا کھاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ میت کے گھر کھانا بھیجنا مناسب سمجھا جاتا ہے کیونکہ میت کے گھر والے غم و اندوہ کی صورت کھانے پکانے کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ رہا میت کے گھر کھانا تو یہ رواج قابل مذمت سمجھا جاتا ہے۔

نوٹ: ہندوؤں کے یہاں رینٹھ، تھوک، آنکھ کا میل، پسینہ وغیرہ ناپاک ہیں اسی طرح گرد و غبار بھی۔ اسلام میں ایسا نہیں ہے۔

نوٹ: ہندوؤں کے یہاں خواجہ سرا (مخنث) دھوبی، ماہی گیر، رنگ ریز، چمڑا رنگنے والے، تیلی وغیرہ ناپاک (پلید) ہیں۔ اگر ان کے بدن سے بدن کا کوئی حصہ چھو جائے تو ناپاک ہو جاتے ہیں اور اس ناپاکی کو دور کرنے کے طریقے جدا جدا ہیں۔ ہندوؤں کے نزدیک ڈاڑھی کے بال بھی موئے (پشم) کا حکم رکھتے ہیں اور اس کے لئے ان کا منڈوانا لازمی ہے۔

فصل دوم

نماز

اسلام میں ہر مسلمان مرد اور عورت پر رات دن میں پانچ وقت جو عبادات فرض ہے اس کو صلوہ یا نماز کہتے ہیں۔ یہ عبادت ایسی ہے کہ جس میں انسان کا دل، زبان اور تمام بدن اللہ ہی کی تعظیم میں مصروف ہوجاتا ہے۔ نماز ادا کرتے وقت ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ الفاظ کے معانی سمجھ کر اللہ کی تعظیم دل میں جگہ پکڑتی ہے اور عذاب سے ڈرتے ہوئے رحمت کا امیدوار ہوجاتا ہے۔ زبان سے اللہ کی بزرگی اور تعریف کے ساتھ اپنی بندگی اور بے چارگی بیان کرکے اللہ سے دعا مانگتا ہے۔ بدن سے اللہ کی تعظیم میں جھک کر رکوع کرتا ہے پھر ناک اور ماتھا جو سارے جسم سے اونچا ہے اللہ کی تعظیم میں زمین پر رکھ دیتا ہے اور اس کے بعد اللہ ہی کی تعظیم میں دو زانو بیٹھ جاتا ہے۔ دیکھیے نماز میں کتنے کام تعظیم کے جمع ہیں۔ اسلام میں ان کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی ایسا نہیں جو اللہ کے سوا کسی اور کی تعظیم کے لئے روا ہو۔ نماز بیماری میں بھی فرض ہے اور مریض کی کیفیت کے اعتبار سے اس کی ادائیگی بتلائی گئی ہے۔

ہندوؤں کے یہاں دن رات میں جو عبادت فرض ہے اس کو سندھیا کہتے ہیں اس کے تین وقت مقرر ہیں پرات کال (صبح کا وقت) مدھیان (دن کے بیچ) سیامن کال (شام کا وقت)۔ سندھیا میں دل سے تو برہما، بشن اور مہادیو کی تعظیم میں

مصروف رہنا ہوتا ہے یعنی آنکھیں اور ناک بند کرکے ان کی صورت کا دھیان اس طرح کرنا ہوتا ہے کہ بشن کی تصویر کو اپنی ناف میں اس طرح خیال کی جائے کہ اس کا رنگ سیاہ ہے چار ہاتھ ہیں' ایک ہاتھ میں سنکھ لئے ہوئے ہے ایک ہاتھ میں گرز۔ برہما کی صورت کو اپنے سینہ میں دھیان کرنا ہوتا ہے وہ اس طرح کہ پوشاک سرخ ہے چار منہ ہیں اور کنول کے پھول میں بیٹھا ہے مہا دیو کی صورت کو دماغ میں اس طرح دھیان کرنا ہوتا ہے کہ تین آنکھیں ہیں' پانچ منہ ہیں' پوشاک سفید ہے۔ ماتھے پر ٹیکا لگانا ہوتا ہے اور زبان سے گاتیری کا جپ کرنا ہوتا ہے گاتری کے علاوہ اور منتر بھی پڑھے جاتے ہیں جب کہ بدن سے آفتاب کی تعظیم میں مصروف رہاجاتا ہے۔ صبح کی سندھیا میں مشرق کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوتے ہیں اور دونوں ہاتھ بطور دعا کے اٹھاتے ہیں۔ دن کی سندھیا میں چونکہ سورج بلند ہوجاتا ہے کھڑے ہوکر دونوں ہاتھ بلند کرتے ہیں۔ شام کی سندھیا میں مغرب کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوتے ہیں اور دونوں ہاتھ بطور دعا کے اٹھاتے ہیں۔ یہ سندھیا جو ہندوؤں میں سب سے بڑی عبادت ہے۔ اللہ کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ سندھیا کے دوران گاتیری منتر پڑھنا ہندوؤں کے نزدیک بڑے ثواب کا کام ہے بلکہ تمام ہندوؤں کا اتفاق ہے کے گاتیری سے بڑا کوئی منتر نہیں ہے۔ بلکہ اس کو مول منتر یعنی منتروں کے جڑ کہتے ہیں۔ ہندوؤں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی برہمن اکیلا بیٹھ کر ہزار بار گاتری منتر کا جاپ کرے تو وہ گناہ کبیرہ سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے جدا ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ایمان رکھتے ہیں کے کوئی کام ایسانہیں ہے جو اس منتر کے طفیل پورا نہ ہو سکے۔ اس منتر سے متعلق اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ برہمہ' بشن' شب' اور بید گاتیری سے ہوئے ہیں۔ منوشاستر میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ پنڈت گاتیری کے پڑھنے سے مکت (نجات) حاصل کرلیتا ہے

'چاہے وہ اپنے مذہب کا کوئی اور کام نہ کرے۔ سورج' نارائن نے اپ نشر میں لکھا ہے کہ جو کوئی سورج کے سامنے بیٹھ کر گاتیری پڑھتا ہے اس کے دل کا خوف جاتا رہتا ہے اور مصیبت دور ہوجاتی ہے۔ اس شخص کا حرام کھانا اور بری صحبت میں بیٹھنا بھی اس کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ اسکندہ پوران میں لکھا ہے کہ بید میں گاتیری سے زیادہ کوئی چیز نہیں اور کوئی منتراس کے برابر نہیں جیسے کوئی شہر کاشی (موجودہ بنارس یا وارانسی) کے برابر نہیں اور گاتیری بید اور برہمنون کی مالی ہے اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی حفاظت کرتی ہے۔ گاتری منتر یہ ہے

"اون' بھور' بھوہ' سوہ' تت' سب' تر برے تیا' بھرگودلے لیبے' دیے' میے' دہیے' بونونہ' پرچودیے"

ॐ भूर भुवः स्वः तत
सवितुर्वरेण्यं भर्गो देवस्य धीमही
धियो यो नः प्रचोदयात्॥

اس منتر کے معنی یہ ہے: گاتیری کی ابتدا میں جو لفظ ہے یعنی اون تو یہ ہر منتر کے شروع میں ہوتا ہے۔ یہ مخفف ہے۔ بشن' مہادیو اور شکتی دیو کا۔ دوسرا لفظ ہے بھور اس کے معنی ہیں "زمین" تیسرا لفظ ہے بھوہ اس کے معنی ہیں خلاء کے۔ سوائے ان چار لفظوں کے باقی جتنی گاتیری کی ہے اس کے معنی ہیں کہ ہم سورج کی بڑی روشنی پر دھیان کرتے ہیں وہ ہمارے دل کی رہنمائی کرے۔ اب دیکھنے کی بات ہے کہ جو منتر اتنا اہم سمجھا جاتا ہے اس کا مضمون کس قدر لچر اور پوچ ہے اور اسی لچر اور پوچ مضمون کو برہمنوں اور کھتریوں کو سکھلانا درست نہیں سمجھتے بلکہ

ان کو بھی رازدانہ انداز میں سکھلایا جاتا ہے۔ ایسے منتر کا پڑھنا سراسر وقت ضائع کرنا اور اس پر ایمان رکھنا گناہ ہی گناہ ہے۔ ہوسکتا ہے اس مقام پر ہندوؤں کی طرف سے یہ اعتراض ہو کہ مسلمان بھی اللہ کے سوا اور کی نماز پڑھتے ہیں جیسے بعض جاہل کہتے ہیں کہ فرض نماز اللہ کی ہے اور سنت رسول اللہ۔

بعض عورتیں حضرت بی بی فاطمہ کے نام کی نماز پڑھتی ہیں۔ اور بعض لوگ صلوہ الخطوات یعنی ضرب الاقدام پڑھتے ہیں یعنی گیارہ قدم بغداد کی طرف منہ کرکے چلتے ہیں اور اس میں حضرت پیرصاحب کا نام لیتے ہیں۔ یہ تمام باتیں غلط ہیں اور غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ سنت رسول اللہ سے مراد رسول پاک کی متابعت ہے یعنی جو کام رسول اللہ ﷺ نے خود کیا ہے وہ کام مسلمان بھی کریں تو رسول اللہ ﷺ جو نماز پڑھتے تھے اس میں اتنا فرق ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ نے یہ تصریح کردی ہے کہ یہ فرض نماز ہے اور یہ سنت ہے لہذا جو شخص فرض نماز ادا نہ کرے گا تو دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوگا اور اس نماز کے فرض ہونے کا ہی انکار کرے گا تو کافر سمجھا جائے گا۔ جب کہ اگر کوئی سنت نماز ادا نہیں کرتا تو اس کو قیامت کے دن جھڑکی ملے گی اور ملامت ہوگی۔ لہذا سب نماز اللہ ہی کے لئے ہے لیکن اگر کوئی سنت نماز پڑھنے کے دوران یہ سمجھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بندگی کر رہا ہے تو وہ شخص مسلمان ہی نہیں رہتا بلکہ کافر ہوجاتا ہے۔ اسی طرح بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز پڑھنے والا بھی مشرک ہے البتہ اگر کوئی نفل نماز پڑھ کر یہ کہے کے اس کا ثواب حضرت پیغمبر علیہ الصلوہ والسلام یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یا کسی اور بزرگ یا خود اپنی ماں یا باپ کی روح کو بھیج دے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ صلوہ الخطوات کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں۔ ایک غلط رسم پڑ گئی ہے چنانچہ اس کے متعلق علمائے کرام کے فتاوی موجود ہیں کہ یہ حرام ہے۔ مختصراً"

اسلام میں اللہ کے سوا کسی کو معبود جاننا اور بیت اللہ کے سوا کسی اور جگہ کو قبلہ ٹھہرانا درست نہیں ہے۔

فصل سوئم

روزہ

اسلام میں روزہ اس کام کو کہتے ہیں کہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک اللہ کی تعظیم میں نہ کچھ کھائے نہ پیئے' اور نہ جماع کرے اور رات کو حلال روزی میں سے جو ملے وہ کھالے۔ ایک سال میں ایک مہینہ یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھنا فرض ہے جو کوئی رکھے گا ثواب ملے گا اگر نہ رکھے گا تو سخت گناہ گار ہوگا اور جو روزوں کے فرض ہونے سے انکار کرے گا کافر سمجھا جائے گا اور ان فرض روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی ہیں جو کوئی رکھے گا ثواب پائے گا اور جو نہ رکھے گا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ روزہ بڑی عبادت ہے اور اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور نام کا روزہ رکھنا کفر ہے۔ ہندو اپنے معبودوں اور بتوں کے نام کے روزے رکھتے ہیں اس کو برت کہتے ہیں مثلاً" ہر مہینے کی اکاوشی (گیارہویں تاریخ) کو وشن کا نام کا' چودس (چودہویں کو) مہادیو کے نام کا' منگل کے دن ہنومان کے نام کا' اتوار کو سورج کے نام کا' ہفتہ کے دن سنیچر یعنی زحل کے نام کا' بھادوں کے مہینہ میں جنم اسشمی کے دن کرشن کے نام کا برت رکھتے ہیں۔ کاتک کے مہینہ میں اماوس یعنی دیوالی کو لچھمی کے نام کا' چیت اور اسوج کے مہینوں میں نوراتوں میں دیوی کے نام کا برت رکھتے ہیں اور بعض ہندو کالکا کے نام کا برت رکھتے ہیں۔

اسی طرح ہندو اور معبودوں کے نام کے برت رکھتے ہیں۔ ایک اور خصوصیت یہ

ہے کہ بعض برتوں میں بعض ایسی غذائیں استعمال کرنا حرام سمجھتے ہیں جن کا عام دنوں میں کھانا حلال ہوتا ہے۔ بعض برتوں میں رات اور دن کو بھی کچھ نہیں کھاتے۔ بعض برتوں میں کچھ کھاسکتے ہیں۔ بعض میں بالکل نہیں۔ غرض اللہ کے نام کا برت ہندوؤں کے یہاں نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوؤں کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان بھی بہت سے بزرگوں کے نام کے روزے رکھتے ہیں مثلاً" مخدوم جہانیاں' جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کا یا عورتیں سید سلطان کا یا بی بی مراد کے نام کا روزہ رکھتی ہیں۔ اسلام میں یہ سب روزے قطعی بے معنی ہیں' بے کار ہیں بلکہ ایسا کرنا شدید گناہ ہے۔ جو مسلمان اللہ کے نام کے علاوہ کسی نام کا روزہ[4] رکھے تو وہ مشرک ہے۔

حواشی

۱۔ ہندوؤں کا کیلنڈر علیحدہ ہے۔

۲۔ ہندوؤں کے کیلنڈر کے مہینوں کے نام۔

۳۔ ایک دیوی کا نام۔

۴۔ اللہ کے نام کے روزے رکھ کر اس کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے بشرطیکہ یہ نفلی روزہ ہو۔

فصل چہارم

صدقہ

عبادت کی دو قسمیں ہیں ایک مالی دوسری بدنی۔ مالی وہ ہے جو مال سے ادا ہوتی ہے اور بدنی وہ ہے جو بدن سے ادا کی جاتی ہیں۔ مثلاً" نماز' روزہ وغیرہ۔ مالی عبادت کی مثال زکوہ اور صدقہ ہے۔ یعنی اپنے مال میں سے ایک حصہ اللہ کے نام پر دیا جائے۔ زکوہ فرض ہے ان لوگوں پر جو ایک مقررہ مال (نصاب) کے مالک ہوں۔ زکوہ کا نصاب ساڑھے سات تولہ سونا یا باون تولہ چاندی ہے زکوہ کا منکر کافر ہے۔ صدقہ عیدالفطر کا اور عیدالضحیٰ کی قربانی واجب ہے اہل توفیق پر۔ ان کے سوا اور صدقات نفلی ہیں اور حسب توفیق دیئے جاتے ہیں۔ یہ سب عبادات اللہ کی رضامندی اور تقرب حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہیں اور اللہ ہی سے امید کی جاتی ہے کہ وہ ان کاموں کے ادا کرنے سے اپنے بندہ سے راضی ہوجائے۔ مسلمان اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ یہ عبادات ادا نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائے گا۔ غرض ہر طرح کی عبادات خواہ مالی ہوں خواہ بدنی اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف ہندو اللہ کے علاوہ اوروں کی قربت و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یا ان کے خوف سے عبادت کرتے ہیں خواہ مالی ہو یا بدنی۔ ہندوؤں کے یہاں بدنی عبادت یہ ہے کہ دیوی پر زندہ بکرا چڑھایا جائے یا جان سے مار دیا جائے۔ مالی عبادت یہ ہے کہ دیوتاؤں کے

نام پر اپنے مال میں سے حصہ نکالا جاتا ہے اور ہوم کیا جاتا ہے۔ دیوتاؤں کی نذر و نیاز کی جاتی ہے۔ اس موقع پر ہندو یہ اعتراض کرسکتے ہیں کہ بعض مسلمان بھی پیرصاحب یا سید سلطان کا دسواں حصہ اپنے مال میں سے نکالتے ہیں اور بعض اپنی اولاد کو پیرصاحب کا دسوندی بنا کر ان کی قیمت مقرر کرکے اس کا دسواں حصہ پیرصاحب کے نام پر دیتے ہیں یا بعض مسلمان اپنے غلہ میں سے حضرت علی مرتضیٰ کی چنگی نکالتے ہیں۔ بعض مسلمان کسی کے نام پر اپنا زیور دھوکر رکھ چھوڑتے ہیں۔ بعض پیروں سے نفع و نقصان کی امید رکھ کر ان کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ بعض پیروں کے نام کی منتیں مانتے ہیں اور بعض پیروں کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں یا چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض قبروں پر بکرا وغیرہ چڑھاتے ہیں اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ ان چیزوں کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں۔ وہ جاہل اور گمراہ ہیں۔ ان کے سمجھانے کے لئے علماء بہت کچھ تنبیہہ کرتے رہتے ہیں۔ مختصراً" اسلام میں اللہ کے سوا کسی اور سے ذرہ بھر بھی امید یا خوف رکھنا یا نفع یا نقصان سمجھنا قطعی درست نہیں ۔ جب کہ ہندوؤں کے یہاں جو کچھ کیا جاتا ہے وہ صحیح اور درست قرار دیا جاتا ہے۔

فصل پنجم

حج

اسلام میں ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ استطاعت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے پاس زادراہ (سفر خرچ) ہو، سواری ہو اور جن لوگوں کا (مثلاً بیوی، اولاد اور ماں باپ) نان و نفقہ اس کے ذمہ فرض ہو وہ دے سکتا ہو یعنی صبح کے دوران غیر موجودگی میں اس کا بندوبست کر کے جانا ضروری ہے۔ بیت اللہ جس کو کعبہ بھی کہتے ہیں مکہ معظمہ میں ایک مبارک گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کوئی نماز پڑھے تو کعبہ کی طرف منہ کرکے ادا کرے اور کسی طرف منہ کرکے سجدہ کرنا منع ہے۔ دراصل یہ سجدہ اس گھر کو نہیں ہے بلکہ سجدہ تو اللہ ہی کو ہے اس کے گھر کی طرف صرف منہ کرنے کا حکم ہے یہ بات واضح کر دی گئی ہے اس گھر کی بزرگی اور شرف کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلمانوں کے لیے قبلہ عبادت ٹھہرایا ہے۔ پھر وہاں جاکر مسلمان اس گھر کا طواف کرتے ہیں اور اللہ کی پاکی اور اپنی عاجزی بیان کرتے ہیں۔ بیت اللہ کے قریب ایک میدان ہے جس کا نام عرفات ہے۔ عرفہ کے دن وہاں جاکر کھڑے ہوتے ہیں اور ٹھہرتے ہیں۔ اس طرح حج کرنے کا اللہ یہ بدلہ دیتے ہیں کہ حج کرنے والے نے حج سے قبل جتنے گناہ کیے ہوں وہ اللہ تعالیٰ معاف کردیتا ہے (لیکن وہ گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں مثلاً قرض، ظلم، رشوت، چوری، قتل،

معاف نہیں ہوتے جب تک یہ حق ادا نہ کیے جائیں اور لوگوں سے معاف نہ کرائے جائیں۔ اس کے باوجود توبہ کرنا ضروری ہے۔ بیت اللہ کے علاوہ کسی اور مکان کو حج کی نیت سے جانا درست نہیں بلکہ شرک ہے۔ جو سب سے بڑا گناہ ہے اور جسے اللہ بھی معاف نہیں کرے گا۔ ہندوؤں کے یہاں بے شمار زیارت گاہیں اپنے معبودوں کے نام پر مقرر کرلی گئی ہیں ان زیارت گاہوں پر جا کر اپنے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں مثلاً کر کھیتر گنگا' جمناجوالا مکھی' کانگڑہ' چنت پورنی' منسادیوی' آسادیوی' بالاشندری' چیستی' بھدری' بھوجی' کالی' بندراین' متھرا کاشی' جگن ناتھ' بدری' گدار' گیا بھکر' ہماچل (پہاڑ کا نام) وغیرہ۔ لیکن ان جگہوں پر جاکر اللہ کی عبادت کا پتہ نہیں چلتا۔ اس موقع پر ہندو یہ اعتراض کرسکتے ہیں کہ مسلمان بھی تو ان جگہوں پر جاتے ہیں جہاں مسلمان بزرگوں کی قبریں ہیں مثلاً" اجمیر سرہند' پاک پٹن' سدھورا' مکن پور' بہرائچ' پیران کلیر' گنگوہ وغیرہ وغیرہ اور وہ ان جگہوں پر دور دور سے اپنی حاجتیں مانگنے جاتے ہیں بلکہ پاک پٹن کے متعلق تو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو ایک دفعہ جنتی دروازے سے نکل جاوے بہشتی ہوجاوے دراصل یہ کام جاہلوں کے ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسلام میں قبروں کی زیارت کا بہت فائدہ بتلایا گیا ہے۔ لیکن زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ قبر پر جاکر پہلے سلام کرے۔ اور اپنے اور ان کے لئے اللہ سے بہتری کی دعا مانگے اپنی موت کو یاد کرے تاکہ دنیا سے رغبت کم ہو اور گناہوں سے بچے۔ اس کے علاوہ اگر بزرگوں کی قبر پر اس نیت سے بھی جاوے کہ وہاں اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہوگی تو مجھے بھی اس سے برکت حاصل ہوگی تو بھی کوئی بری بات نہیں۔ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنے کا بہت ثواب ہے (بعض محققین کے نزدیک زیارات کے لئے سفر اختیار کرنا سوائے تین مسجدوں کے اور کسی کے لئے جائز نہیں

(۱) مسجد حرام (بیت اللہ) (۲) مسجد اقصیٰ (۳) مسجد نبوی ﷺ۔

لیکن حج کی نیت سے یا پرستش اور طلب حاجات کے لئے کسی کی بھی قبر پر جانا درست نہیں۔ اسلام میں یہاں تک بندوبست کیا گیا ہے کہ کسی کی بھی قبر کو سجدہ کرنا یا اس کا طواف کرنا یا اس کو بوسہ دینا بھی درست نہیں حتی کے قبر پر چراغ جلانا بھی حرام ہے اسی طرح قبر کو پکا بنانا اور اس پر عمارت کی تعمیر بھی ممنوع ہے۔ پاک پٹن کے جنتی دروازے کی کوئی اصل نہیں۔ اسلام میں بہشت میں جانے کا سبب اللہ کا فضل اور اپنا ایمان اور اپنے نیک اعمال ہیں۔ اسلام میں تو کسی کو یقینی طور پر جنتی کہنا بھی درست نہیں سوائے ان لوگوں کے کہ جن کے متعلق قرآن یا حدیث سے جنتی ہونا ثابت ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام' حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمرفاروق رضی اللہ عنہ' عثمان رضی اللہ عنہ' علی رضی اللہ عنہ' زبیر رضی اللہ عنہ' طلحہ' ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ' سعد رضی اللہ عنہ' سعید رضی اللہ عنہ' عبدالرحمن رضی اللہ عنہ' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' اور حضرات حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اور سوائے ان کے وہ ہیں جن سے اللہ راضی ہوگیا۔ اسی طرح کسی کا دوزخی ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو۔ جیسے شیطان' دجال' فرعون' ابولہب و ابوجہل وغیرہ تو جب حضرت بابافرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا قطعاً" و یقیناً" بہشتی ہونا معلوم نہیں تو ان کے مقبرہ کی حدود میں دروازے میں نکلنے والا کہاں سے یقینی طور پر بہشتی ہوگیا۔ اس دروازے کی اتنی حقیقت ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ نظام الدین سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو اس جگہ پر حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی لہٰذا وہ اسی جگہ سے محبت کرتے تھے۔ مجاوروں نے اپنے مقاصد کے لئے اس جگہ دروازہ بناکر اس کا نام جنتی دروازہ رکھدیا۔

حاشیہ

۱ـ ہندوؤں کے یہاں توبہ کے متعدد اور بہت دلچسپ طریقے ہیں۔

فصل ششم

ایصال ثواب

یہ تو سب جانتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کی عملی زندگی ختم ہوجاتی ہے لیکن اسلامی تعلیمات کے اعتبار سے اگر کوئی زندہ آدمی اس وفات پاجانے والے کے لئے کوئی نیک کام کرے مثلا کسی بھوکے کو کھاناکھلائے یا کسی محتاج کو کپڑا پہنائے یا نقد روپیہ پیسہ سے اس کی مدد کرے یا نفل نماز پڑھ کریا نفل روزہ رکھ کر یا قرآن پاک پڑھ کریا کوئی اور نیک کام خود کرکے اس کا ثواب وفات پاجانے والے کو بخش دے یعنی اس کے کئے ہوئے اس عمل کا جو ثواب اللہ تعالی کی بارگاہ میں اس کو ملتا ہے وہ وفات پاجانے والے کو دلادے تو انشاء اللہ یہ ثواب اس وفات پاجانے والے کو پہونچ جائے گا۔ اور نیک کام کرنے والے کو خود بھی ملے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ عمل صرف اللہ کے لئے کیا گیا ہو دنیا والوں کو دکھلانے یا رواج سے مجبور ہوکر نہ کیا گیا ہو۔ وفات پانے والے کو ثواب پہنچانے کا طریقہ یہ ہے کہ جب اس نوعیت کے کام کرنے کا ارادہ ہوتو یوں نیت کرے کہ میں فلاں شخص کی طرف سے نائب ہوکر یہ عمل کرتا ہوں۔ یہ صورت مالی عبادت (صدقہ خیرات وغیرہ) میں ہے۔ دوسری یہ ہے کہ جب عبادت کرچکے تو اس وقت اللہ تعالی کی جناب میں دعا کرے کہ اے پروردگار اس عمل کا ثواب تو اپنے فضل

وکرم سے اس شخص کو بخش دے۔ اس طرح کے نیک کام کرنے کے لئے کوئی دن یا وقت مقرر نہیں جس دن چاہے اور جس وقت چاہے۔ یہ نیک کام کرکے ثواب پہنچایا جاسکتا ہے البتہ بعض دن افضل ہیں اور وہ اس طرح کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فضیلت بتلائی ہے۔ چنانچہ ایسے کاموں کا ثواب رمضان شریف میں زیادہ ہے۔ جہاں تک کھانے کا تعلق ہے تو کوئی کھانا مخصوص نہیں ہے اور نہ کوئی عمل کسی کے لئے مخصوص ہے بلکہ جو بھی کسی سے آسانی سے ہوسکے وہ کردے لیکن مال حلال کی شرط ہے۔ ان باتوں کے علاوہ یہ شرط بھی نہیں ہے کہ اس مقصد کے لئے جو کھانا ہو وہ فلاں کھاسکتا ہے فلاں نہیں۔ اس قسم کا کھانا ہر کسی کو کھلادینا اور دینا درست ہے لیکن افضل یہ ہے کہ ضرورت مندوں کو کھلایا جائے مثلاً" محتاجوں کو یتیموں کو' مسافروں کو' قیدیوں کو اور طلباء کو کھلانا یا دینا بہت ہی اچھا ہے۔ دراصل یہ عمل وفات پانے والے کے ساتھ مروت کا کام ہے۔ ان سے ڈرکر یا ان سے کوئی امید رکھ کر نہیں کیا جاتا۔ اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جس وفات پانے والے کے لئے یہ کام کیے جاتے ہیں اس کی روح وہاں آکر موجود ہوجاتی ہے۔ بلکہ مرنے والے کی روح جہاں بھی ہوتی ہے ان کاموں کا ثواب ان کو وہیں پہنچ جاتا ہے۔

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ یہ کام نہ فرض ہیں نہ واجب اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ کام قرض وادھار کرکے کئے جائیں۔ اس سلسلے میں شرعی طور پر یہ بہتر سمجھایا گیا ہے کہ اپنی حلال آمدنی میں اپنے اور اپنے اہل کے خرچ سے جو زائد رقم بچے اس کو خیرات کرکے اس کا ثواب وفات پاجانے والے کو پہونچایا جائے۔ بعض لوگوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ ایصال ثواب کے لئے گھر میں جو کھانا تیار کیا جائے اس کے لئے نئے برتنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ خیال غلط

ہے۔ ایصال ثواب کے لئے کھانا پکانے کے لئے گھر میں پہلے سے استعمال ہونے والے برتن کافی ہیں نئے برتنوں کی قطعی ضرورت نہیں۔ اس کھانے پر کچھ پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ کھانے کے ساتھ پانی رکھنے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ کھانا تیار ہی اس غرض سے کیا جارہا ہے۔ یہ نیت کافی ہے۔ ایسے کھانے سے متعلق کسی قسم کی کوئی شرط نہیں ہے۔

ہندوؤں کے یہاں ایصال ثواب کا طریقہ:

کھانا، کپڑا اور جس کسی چیز کا ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے تو پہلے تو اس کی اس طرح نیت کی جاتی ہے کہ ثواب پہونچانے والا داہنے ہاتھ میں پانی لے کر شاستری زبان میں کہتا ہے کہ آج فلاں مہینہ، فلاں تاریخ، فلاں دن کو میں فلاں شخص (مرنے والے کا نام) فلاں قوم کے لئے فلاں فلاں چیزیں میں صدقہ کرتا ہوں اور پانی زمین پر ڈال دیتا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں اگرچہ ثواب کسی بھی دن پہنچایا جاسکتا ہے لیکن دن بھی مقرر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

کریاکرم

کریاکرم کے لئے ایک دن مقرر کیا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے خیال میں مردے کے مرنے سے اس دن تک اس مردہ کا ایک بدن عالم برزخ میں تیار ہوتا ہے اور یہ بدن قابل سزا و جزا ہوتا ہے۔ شاستری زبان میں کریا بدن کو کہتے ہیں اور کرم عمل کو کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں مردے کے مرنے سے اس دن تک کوئی شخص

جو اس مردے کا قریب ترین رشتہ دار ہو وہ شاستر کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل کرے تاکہ اس مردے کا بدن تیار ہو پھر اس خاص دن مردہ کے واسطے کچھ عمل کیاجاتا ہے۔ اس کو بدن کا عمل یعنی کریاکرم کہتے ہیں۔ عمل یہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کے نام پر کھانا کپڑا، پلنگ اور دیگر اشیاء استعمال جو بھی بن پڑے مہابرہمن کو دیتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ اس کو یعنی مرنے والے کو پہنچاتا ہے۔ کریاکرم کے واسطے دن کا تعین اس طرح ہوتا ہے کہ اگر مرنے والا برہمن ہے تو مرنے کے بعد گیارہویں دن کھتری ہے تو تیرہویں دن، اگر ویش (بنیہ) ہے تو پندرہویں / سولہویں دن اگر شودر (Untouchable) ہے تو تیسواں یا اکتیسویں دن کریاکرم ہوتاہے۔ کریاکرم کے چھ ماہ بعد چھ ماہی ہوتی ہے اور سال بھر بعد برسی کے دن گائے کو بھی کھانا کھلاتے ہیں۔ مرنے کے چار سال بعد سدھ کی رسم ہوتی ہے۔ عام طور پر اسوج کے مہینہ میں جس تاریخ کو کوئی مرا ہو اس تاریخ پر مردہ کے لئے ثواب پہنچانا لازمی سمجھا جاتا ہے۔ کھانے کے ثواب کا نام سرادھ ہے۔ سرادھ کا کھانا تیار ہوجاتا ہے تو اس پر پنڈت کو بلاکر کچھ بید پڑھواتے ہیں۔ جو پنڈت بید پڑھتا ہے۔ اس کو ابھشرمن کہتے ہیں۔ اسی طرح اور دن بھی مقرر ہیں۔ لیکن جب اپنے معبودوں کی روح کے واسطے کچھ کرتے ہیں تو وہاں ثواب پہنچانے کی نیت تو ہوتی نہیں بلکہ ان سے ڈر کر یا کچھ نفع کی امید رکھ کر یا بطور نذر منت کے ان کے بھینٹ دیتے ہیں اور اس مقصد کے لئے بھی دن مقرر ہیں۔ بعض معبودوں کے واسطے بعض کھانے بھی مخصوص ہیں جیسے دیوی کو شراب اور عورت کا بھوگ لگانا ہندوؤں کے فرقہ یام مارگ کے یہاں بڑے ثواب کام ہے۔ اور ہنومان دیوتا کے لئے چورما جب کہ مہادیو کے لئے دھتورہ کا پھول اور بیل کا پتہ مخصوص ہے۔ جہاں تک معبودوں کے نام کی تیار کھانے کا سوال ہے تو

ہندوؤں کے یہاں نیاز سب کھاسکتے ہیں۔ لیکن جو چیز کسی مردے یا معبود کے نام پر سنکلپ (نیت) کرکے دی جائے تو اس چیز یا کھانے کا برہمن کے سوا کسی اور کے لئے نہ لینا درست ہے اور نہ کھانا چاہے برہمن مال دار اور دوسری قوم کے محتاج ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں کے بڑوں نے اپنی اولاد کی پرورش کی خوب تدبیر کردی ہے۔ یہاں تک کہ یہ بات شاستر میں بھی لکھ دی ہے کہ سنکلپ کیا ہوا مال برہمن کے سوا کوئی اور نہ لے۔ اس کے علاوہ معبودوں کے نام پر میوہ جات اور جَو، تل اور گھی شہد وغیرہ آگ میں جلادیتے ہیں۔ اس عبادت کو ہوم کہتے ہیں۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ مخصوص معبودوں اور مردوں کے نام لے کر پانی گراتے جاتے ہیں جب بشن اور برہما وغیرہ دیوتاؤں کے نام پر پانی گرانے لگتے ہیں زنار کو داہنی طرف پسلی پر کرلیتے ہیں اس عمل کو بشن سپ کہا جاتا ہے بعض ہندو جب اپنے پچھلے پنڈتوں اور بھگتوں کے نام پر پانی دیتے ہیں جس کو کورکھ کہتے ہیں تو اس وقت زنار کو سینے پر لٹکا لیتے ہیں۔

اس عمل کو کنٹھی کہتے ہیں۔ لیکن جب اپنے بزرگوں کو پانی دیتے ہیں تو زنار کو بائیں پسلی پر کر لیتے ہیں۔ اس عمل کا نام پترسب ہے اور پتر کے معنی ان کی زبان میں مرے ہوئے بزرگوں کو کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ پانی ان کے بزرگوں کو پہنچتا ہے۔ اس کو ترپن کہتے ہیں۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو آگ میں جلایا جاتا ہے یا زمین پر پھینک دیا جاتا ہے۔ یہ کتنا بڑا گناہ ہے کہ بے فائدہ مال ضائع کر دیا جائے۔ ثواب کی شکل تو جب ہوتی ہے جب یہ کھانا کسی مسکین کے کام آجاتا ہے۔ یہ نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ ایصال ثواب کے لئے جو کھانا ہندوؤں کے یہاں تیار ہوتا ہے اس میں سے کسی کو حتیٰ کہ بچوں کو بھی اس وقت تک نہیں دیتے جب تک اس میں سے برہمن نہ کھالیں۔

ہندوؤں کے اعتراضات

اس موقع پر شاید ہندو یہ اعتراض کریں کہ ثواب سے متعلق تو مسلمانوں میں بھی ہندوؤں جیسی رسومات موجود ہیں مثلاً" مسلمانوں نے بھی دن مقرر کرے جیسے مردہ کے لئے سوئم کو جسے قل کہا جاتا ہے۔ اسی طرح چالیسویں کو پلنگ بچھاکر طرح طرح کے کھانے رکھ کر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہاں مردے کی روح آتی ہے۔ جب کہ بعض کا خیال ہے کہ گھر سے روح نکلتی ہی اس دن ہے۔ چھ ماہی اور برسی کی رسومات بھی کرتے ہیں۔ حضرت پیران پیر کی فاتحہ سوائے گیارہویں اور سترہویں کے اور کسی تاریخ کو نہیں کرتے۔ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا ختم شب برات کو ہی کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ختم محرم کے عشرہ میں کرتے ہیں۔ دیگر بزرگوں کی فاتحہ ان کے مرنے کے ہی دن کرتے ہیں جبکہ بعض بزرگوں کی روح کے لئے بعض کھانے بھی مقرر کر رکھے ہیں۔ جیسے شاہ عبدالحق کا توشہ حلوے کا' حضرت بی بی کی صحنک دہی خشکہ کی حضرت بو علی قلندر کا ملیدہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کونڈا میٹھے چاولوں کا جو گرم گرم کھا جاتے ہیں بلکہ اس پر کیلے کا پتہ اور سرخ ڈورے رکھنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ بعض اس دن روزہ بھی رکھتے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نیاز صرف حلیم اور شربت پر ہوتی ہے۔ سر سید سلطان (نامعلوم بزرگ) کا روٹ یا ریوڑیاں' بابا فرید کی کھچڑی وہ بھی میٹھی' پیر نبوی کا نمک۔ اسی طرح دیگر بزرگوں کے نام پر کھانے مقرر کر رکھے ہیں۔ اور بعض بزرگوں کی نیاز کے سلسلے میں بعض نے یہ قید لگا رکھی ہے کہ فلاں بزرگ کی نیاز سوا روپیہ کی ہوگی فلاں کی پانچ پیسے کی' فلاں کا روٹ سوا من کا ہوگا فلاں کا روٹ

پانچ سیر کا فلاں کی تین کوڑی کی نیاز ہوگی۔ اور مردہ کا اسقاط قرآن مجید ہی کا ہوگا اور اس کو سات آدمیوں کے ہاتھوں میں بھرایا جاوے۔

یہی نہیں بلکہ بعض نیازوں کے سلسلے میں کھلانے اور لینے والے بھی مقرر کر رکھے ہیں مثلاً" کہتے ہیں کہ شاہ عبدالحق کا توشہ وہی کھاوے جو حقہ نہ پیوے اور کھائے تو وضو کرکے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صحنک صرف عورتیں ہی کھاسکتی ہیں اور عورت بھی وہ جس نے دوسرا نکاح نہ کیا ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نیاز سید ہی کھائیں اور کندوری کی نیاز کنواری لڑکیاں ہی کھاویں بلکہ بعض دنوں کے لئے بعض کھانے بھی مقرر ہیں۔ مثلاً" ہندوؤں کے یہاں رسم ہے کہ دسہرہ کو دہی خشکہ اور دیوالی کو شیرینی و منگل و اتوار کو برت یعنی روزے میں میٹھا اور گوگے پیر کی نومی (ہندی مہینہ بھادوں کی ۲۹ تاریخ) کو سوئیاں۔ اسی طرح مسلمانوں نے مقرر کر لئے ہیں کہ شب برات کو حلوہ ہی ضرور ہو اور محرم میں حلیم اور شربت عیدالفطر کو سوئیاں اور مخدوم جہانیاں کے روزے میں میٹھی روٹیاں پکاتے ہیں۔ بعض مسلمان بزرگوں کی نیاز اس امید پر دیتے ہیں کہ وہ بزرگ ان کی اولاد اور ان کے رزق میں ترقی دیں گے یا ان کی کوئی مراد پوری کریں گے اور ان کو یہ خوف رہتا ہے کہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو ان کا کچھ نقصان ہوجائے گا جب کہ بعض کے خیال میں ایسا کرنا یعنی نیاز دلانا فرض ہے اور اگر کوئی گیارہویں نہیں کرتا تو اس کو طعنہ دیا جاتا ہے۔ بعض مسلمان نیاز کے لئے نئے برتن نکالتے ہیں اور جس طرح ہندو سرادھ کے دن کھانے پر ا.ھشرمن سے منتر پڑھواتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ملا کو بلا کر ختم دلاتے ہیں اور جب تک ملا اس پر کچھ پڑھ نہیں لیتا اس کھانے میں کسی کو ذرہ برابر ذرا سا بھی کھانے کو نہیں دیتے۔ جس طرح ہندو سنکلپ کرتے ہوئے ہاتھ میں پانی لے لیتے ہیں مسلمان بھی پانی کا پیالہ نیاز دلاتے

وقت کھانے کے ساتھ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں اور جس طرح ہندو اپنے بزرگوں کو پانی دیتے ہیں ویسے ہی مسلمان محرم میں امام ؑ کی روح کے واسطے پانی کی مشکیں زمین پہ بہا دیتے ہیں اور جس طرح ہندو دیوتاؤں کے نام پر گھی وغیرہ آگ جلا کر اس کا نام ہوم کرتے ہیں اسی طرح مسلمان بزرگوں کے واسطے ہزارہا چراغ روشن کرکے اور اس میں سیروں اور منوں تیل جلا کر اللہ کی نعمت کو ضائع کرتے ہیں اور اس کا نام روشنی رکھتے ہیں۔ بعض ختم کے وقت ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بزرگوں کی ارواح یہاں حاضر و ناظر ہیں اور بعض مسلمان ختم کے وقت چراغ بھی جلاتے ہیں۔ اس قسم کی بہت سی روایات مسلمانوں میں رواج پارہی ہیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ہندوؤں کے ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ یہ رسومات دین اسلام کی کتابوں سے ثابت نہیں بلکہ کچھ ناسمجھ آدمیوں نے شاید ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ایسا کرنا شروع کردیا ہے۔ یہی نہیں دین اسلام میں تو دوسرے دین والوں کی ریس (نقل) کرنا سخت منع ہے حتی کے ہولی دیوالی اور دسہرہ وغیرہ جو ہندوؤں کے تہوار ہیں ان میں سیر کی غرض سے شامل ہونا بھی حرام ہے جیسا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من تشبه بقوم فهو منهم۔"یعنی جس نے کسی دوسری قوم کی نقل کی وہ ان ہی میں سے ہے۔ لہٰذا ان رسوم باطلہ کی دین اسلام میں کوئی حیثیت نہیں۔ ان رسومات کو بدعات اور ہنود کی مشابہت کہا جاتا ہے۔ ان میں بعض رسومات قطعی حرام ہیں اور بعض مکروہ اور بعض قطعاً" شرک ہیں۔ لہٰذا جو بات دین اسلام کی کتابوں سے ثابت نہ ہو اس سے متعلق اعتراض قابل توجہ نہیں ہوتا کیونکہ ریس ان باتوں میں منع ہے جس کا اصل دین اسلام میں کچھ نہ ہو اور وہ ہندوؤں کی یا اور دین والوں کی خصوصیات میں سے ہو۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ بعض ملا دیوالی وغیرہ کے

تہواروں پر عیدی لکھ دیتے ہیں اس کام کی بھی دین اسلام میں کوئی اصل نہیں۔
لہٰذا جو ایسا کرتے ہیں وہ گناہ گار ہوتے ہیں۔

حاشیہ

اے مردہ کے قضا نماز ر روزہ کا اسقاط یہ ہے کہ ایک نماز روزہ کے بدلے میں آدھا صاع گیہوں مسکین کو دیا جائے مگر قرآن مجید کا خاص کرنا اور پھرانا بدعت ہے۔

باب سوئم

فصل اول

نکاح

ہمارے دین اسلام میں نکاح اس عمل کو کہتے ہیں کہ کوئی عورت اپنے آپ کو کسی مرد کے عقد میں دے اور مرد اس کو قبول کرے تو اگر وہ عورت یا مرد نابالغ ہوں تو کوئی عورت کا ولی جیسے عورت کا باپ یا بھائی اس کا نکاح کردیں۔ پس اس اقرار کے واسطے دو صاحب ایمان اشخاص کا گواہ ہونا ضروری ہے۔ عورت کے نفس کا کچھ عوض بھی مرد کے ذمہ ہونا لازمی ہے اس کو مہر کہتے ہیں۔ نکاح کے وقت خطبہ پڑھنا سنت ہے خطبہ میں اللہ تعالی کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا بیان اور نصیحت کی باتوں کا مضمون ہوتا ہے۔ اس کے بعد دولہا اور دلہن کے حق میں دعا کرنا بھی سنت ہے۔ نکاح کے بعد مرد کو چاہئے کہ اس نعمت کے شکر میں دوستوں اور مسکینوں کی ضیافت کرے اس ضیافت کا نام ولیمہ ہے۔ اس تقریب میں دولہا اور دلہن کو اچھے کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا درست ہے۔ دف کی آواز سے نکاح کی شہرت کردینا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

عورت سے علیحدگی

دین اسلام میں اگر کسی وجہ سے مرد اپنی عورت کو علیحدہ کرنا چاہے تو وہ اس

کو طلاق دے سکتا ہے۔ ایسی عورت کا یا اگر کسی عورت کا خاوند مرجاوے تو اس کا دوسرے مرد سے عقد کرلینا درست ہے بلکہ بڑا ثواب ہے۔ (یہ دوسرا عقد عدت کی مدت کے بعد ہوگا۔)

ہندوؤں کے یہاں نکاح:

ہندوؤں کے یہاں نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کا والی مثلاً" اس کا باپ وغیرہ سنکلپ کرکے کسی مرد کو دے دے اور مرد اس عورت کو قبول کرلے اس لفظ سے سوست پھر اس اقرار کے واسطے آگ کو گواہ بنایا جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ آگ جلا کر دولہا دلہن آگ کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ یہ سمجھ سے باہر ہے کہ آگ کو گواہ بنانے میں کیا فائدہ ہے کیوں کہ گواہ تو وہ ہے جو وقت ضرورت کام آوے جب کہ آگ تو ایک بے جان چیز ہے۔ شاید ہندو اس کا یہ جواب دیں کہ بسنتر دیوتا آگ کا موکل ہے اور وہ باشعور ہے۔ لہٰذا اس کو گواہ کیا جاتا ہے۔ یہ جواب بھی اسی طرح بے معنی ہے کیوں کہ آگ کی طرح دیوتا کو بھی حاکم وقت کے سامنے جھگڑا ہونے کی صورت میں گواہ کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ دیوتا کی گواہی ایک فرضی چیز ہے۔ ہندوؤں کے یہاں جو دیگر رسومات نکاح سے متعلق ہیں وہ اور بھی حیران کن ہیں۔ مثلاً"

(۱) دولہا دلہن کے کنگنا اور سہرا باندھنا

(۲) برادری کی عورتوں کا جمع ہو کر تین یا پانچ یا سات دن تک سات (۷) سہاگنوں کے ہاتھ سے دولہا اور دلہن کے ابٹن لگانا۔

(۳) تیل چڑھانا

(۴) تنی کڑاہی اور ساونت کا کرنا

(۵) چوک پورنا

(۶) نام کے واسطے ڈھکاؤ کرنا

(۷) باڑا دینا

(۸) بلا ضرورت ہاتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنا

(۹) طوائف کا ناچ کروانا

(۱۰) آتش بازی چھڑوانا

(۱۱) ڈھول نفیری' نقارہ' تاشہ وغیرہ بجوانا

(۱۲) بندوقیں چھوڑنا

(۱۳) سمدھیوں کا آپس میں مل کر ہنسی اور ٹھٹھا کرنا

(۱۴) نامحرم عورتوں کا توشہ کے گرد جمع ہو کر چہل اور مذاق کرنا

(۱۵) عورتوں کا مردوں کو فحش گالیاں دینا

(۱۶) دولہا کا جسم سرخ ڈورے سے ناپنا۔ اور بہت سی رسوم باطلہ جن کا ذکر باعث طوالت ہے ان میں سے اکثر کام شدید بے حیائی کے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اگر ہندوؤں سے ان رسوم باطلہ اور فحش امور کا ذکر کیا جائے تو وہ یہ کہیں گے کہ یہ رسومات مسلمانوں کے یہاں بھی ہوتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں یہ سب کام باطل' مردود اور حرام ہیں۔ جاہل لوگ ہندوؤں کی نقل میں ایسا کرتے ہیں اور ایسا کر کے گناہ گار ہوتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہندو یہ کہیں کہ ان رسومات میں سے بعض ایسی ہیں کہ جن کا ذکر شاستروں میں نہیں ہے تو اس بارے میں ان سے یہ دریافت کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایسا ہے تو کیا پنڈت ان رسومات کی ادائیگی سے منع کرتے ہیں جس طرح کہ مسلمانوں کے علماء بار بار ان کی توجہ دلاتے ہیں کہ رسومات باطل ہیں ان کا اختیار کرنا گناہ ہے دوسرے جہاں تک شادی باہ میں گالیوں

کا تعلق ہے تو یہ تو مہابھارت کے اوپرپ کے مطابق درست ہے۔ مزید یہ کہ ہندوؤں کے یہاں جس عورت کا خاوند مرجاتا ہے وہ نکاح کر ہی نہیں سکتی۔ البتہ نچلی ذات کے ہندوؤں میں بیوہ عورت کو کسی مرد کے گھر میں زبردستی بٹھا دیا جاتا ہے۔ اعلی ذات کے ہندوؤں میں ایسا نہیں ہوتا چاہے وہ عورت کتنی کم عمر کیوں نہ ہو۔ یہ کس قدر ظلم ہے کہ ایسی کم عمر بیوہ ساری زندگی اسی حالت میں گذارتی ہے۔ اس کے برخلاف اگر کسی مرد کی عورت مرجاتی ہے تو اس کی دوسری شادی بڑے اہتمام سے ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں بیوہ عورتیں عموماً" بدچلن ہوجاتی ہیں۔ کیوں کہ عورت کا بغیر شوہر کے طویل مدت تک رہنا خیالات فاسدہ کو جنم دیتا ہے اور وہ بدچلنی کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ یہ کام کہ عورت بغیر شوہر کے رہے اور اولاد سے بھی محروم رہے۔ اللہ کی مرضی کے خلاف ہے کیوں کہ اس سے افزائش نسل پر اثر پڑتا ہے۔ اس موقع پر ہندو یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں میں بعض شریف خاندانوں میں بیوہ کے نکاح کو برا سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں ان سے یہ کہا جائے کہ دین اسلام میں تو قرآن پاک میں حکم دیا گیا ہے کہ بیوہ کا نکاح کرادیا کرو۔ اگر کوئی مسلمان خاندان خواہ کتنا ہی بڑا شریف کیوں نہ ہو بیوہ عورت کے نکاح سے کتراتا ہے اور اس کو برا سمجھتا ہے تو وہ سخت گناہ گار ہوگا۔ یہ بات صرف ہندوستان کے بعض گھرانوں میں دیکھی جاتی ہے ورنہ مسلمانوں کے دوسرے ممالک میں قطعی ایسا نہیں ہے اور اب تو ہندوستان میں بھی شاید ہی کوئی خاندان ایسا ہو جہاں بیوہ کے نکاح کو برا سمجھا جاتا ہو بلکہ اگر ایک عورت کا ایک خاوند مرجاتا ہے یا اس عورت کو طلاق ہوجاتی ہے تو عدت کے بعد دوسرا نکاح ہوجاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اگر یہ دوسرا شوہر بھی مرجائے یا اس عورت کو طلاق دے دے تو تیسرا نکاح یا چوتھا نکاح ہوسکتا ہے اس کے لیے

کوئی تعداد مقررہ نہیں۔ اگر دین اسلام کی ان واضح ہدایات کے بعد بھی کوئی مسلمان بیوہ عورت کے نکاح کو برا سمجھتا ہے تو وہ مسلمان ہی نہیں رہتا۔ نہ اس کو شریف کہا جاسکتا ہے۔ شریعت اسلامی احکامات اس بارے میں واضح ہیں اور ان میں کسی قسم کا شبہہ یا شک نہیں بلکہ یہاں تک ہے کہ علماء کا فتوی موجود ہے کہ جو مسلمان عورت کے نکاح ثانی کو عیب سمجھے وہ کافر ہے۔

ہندوؤں کا نظریہ:

ہندوؤں کا خیال یہ ہے کہ خاوند کی حیثیت پرمیشور یعنی خدا کی سی ہے اور پرمیشور ایک ہی ہے۔ لہٰذا شوہر بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ دلیل کتنی لچر اور پوچ ہے۔ اس پر گفتگو بے کار ہے۔ ہندوؤں کے یہاں چھوٹے بھائی کا نکاح بڑے بھائی کے نکاح سے پہلے ایسا ہے جیسے کہ گئو ہتیا اور صرف راجہ کو دو عورتیں اپنے نکاح میں رکھنے کا حق ہے اوروں کو نہیں۔ ہندوؤں کے یہاں آٹھ نو طرح کے نکاح ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ چھتری کسی کی لڑکی زبردستی اپنی زوجیت میں لے سکتا ہے۔ جیسا کہ بھیکم کے راجہ نے بنارس کے راجہ کی بیٹیاں زبردستی اپنے گھر میں ڈال لی تھیں۔ یہ قصہ تفصیل سے مہابھارت میں بیان کیا گیا ہے۔

فصل دوئم

حلال اور حرام

دین اسلام میں جو چیزیں زمین سے اگتی ہیں جیسے ترکاریاں ساگ وغیرہ اور ہر طرح کا اناج یہ سب چیزیں حلال ہیں بشرطیکہ یہ زہریلی نہ ہوں اور نہ نشہ آور ہوں۔ مثلاً" افیون بھنگ وغیرہ یعنی زہریات مسکرات مٹی یہ سب حرام ہیں ان کے علاوہ جو چیزیں بدبو دار ہوں مثلاً" کچا لہسن اور پیاز وغیرہ تو ایسی سب چیزیں مکروہ ہیں۔ ہندوؤں کے یہاں اناج میں سے مسور اور ترکاریوں میں سے شلجم اور گاجر کا کھانا بھی لہسن اور پیاز کی طرح منع ہے حالانکہ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ نہ آدمی کے لیے مضر صحت ہیں اور نہ مہلک نہ ان میں نشہ ہے نہ بدبو۔ اسلام میں ہر طرح کی شراب حرام ہے مگر ہندوؤں کے یہاں شراب کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی وہ جو اناج مثلاً" چاول وغیرہ سے بنائی جائے۔ دوسری وہ جو میوہ جات سے تیار کی جائے۔ تیسری وہ جو کہ گڑ سے بنائی جائے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ برہمنوں کے لیے ہر طرح کی شراب حرام ہے۔ اس کی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے جیسا کہ مہابھارت کے آورپ میں لکھا ہے کہ دیتوں نے ہر ہسپت کے بیٹے کو جو کہ شکر کا شاگرد تھا قتل کرکے اور جلا کر شراب میں ملا کر شکر کو پلایا۔ شکر نے اس کو پیٹ سے نکالا اور زندہ کیا اس روز سے برہمنوں پر شراب حرام ہے لیکن کھتریوں اور ویشن کو پہلی اور دوسری قسم کی شراب حرام ہے۔ جب کہ تیسری قسم کی جائز ہے۔ لیکن

شودروں کو ہر قسم کی شراب جائز ہے اس کے علاوہ بام مارگی لوگ ہر کسی کے لیے شراب کا پیام صرف جائز بلکہ کار ثواب سمجھتے ہیں۔ ان کے یہاں تو قسم کھانے کے وقت زہر کھانا بھی درست ہے۔

شراب تو نشہ کی وجہ سے حرام ہے۔ کیوں کہ نشہ کے دوران پینے والے کی عقل ماری جاتی ہے اور ان سے غیر انسانی فعل سرزد ہو جاتے ہیں لہٰذا ایسی چیز جس کا اثر انسان کی عقل پر پڑتا ہو حرام ہونی ہی چاہیے کیوں کہ عقل کا صحیح ہونا انسان کے قول و فعل کے لیے لازمی ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ یہ اناج ہونے یا میوہ جات ہونے کی وجہ سے حرام ہیں کیوں کہ یہ اناج یا میوے جن سے شراب تیار کی جاتی ہے حرام نہیں ہیں۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ رقیق (liquid) ہونے کی وجہ سے حرام ہیں کیوں کہ پانی بھی تو حلال ہے لہٰذا شراب کے حلال یا حرام ہونے میں انسانوں کی تخصیص کہ برہمن کو حرام ہے جب کہ دوسروں کو حلال ہے۔ قطعی بے کار اور بے دلیل بات ہے۔ زہر کا کھانا تو اس سے بھی زیادہ بے اصولی بات ہے۔ جس سے متعلق گفتگو بے کار ہے۔

اسلام میں پیشہ وروں کے گھر کا کھانا سو فیصدی حلال ہے بشرطیکہ ان کا مال حرام پیشہ سے متعلق نہ ہو مثلاً طوائف یا ڈوم ڈھپالی چور ڈاکو رشوت خور وغیرہ ہندوؤں کے یہاں سناروں، قلعی گروں، جلاہوں، دھوبیوں وغیرہ کے یہاں کا کھانا منع ہے حالانکہ یہ پیشے حرام نہیں اور عقلاً برے نہیں۔ اسلام میں حلال جانوروں کا دودھ استعمال کرنا جائز ہے۔ جب کہ ہندوؤں کے یہاں اس گائے کا دودھ پینا درست نہیں جس کا بچھڑا مرگیا ہو۔ یہ کس قدر بے کار بات ہے۔

فصل سوئم

آداب ملاقات

اسلام میں اس بات کا بڑا ثواب ہے کہ جب دو مسلمان ملیں تو مسکراتے ہوئے ملیں۔ ایک کہے **"السلام علیکم ورحمته اللّٰہ وبرکاته و مغفرته"** جواب میں دوسرا کہے **"وعلیکم السلام ورحمته اللّٰہ وبرکاته و مغفرته"** (ترجمہ:۔ تم پر سلامتی ہو' اور اللہ کی رحمت و برکت و بخشش بھی) حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سلام میں پہل کرتا ہے اس کو ثواب زیادہ ہوتا ہے اور جو سلام کرنے میں پہل نہیں کرتا وہ بڑا بخیل ہے۔ اور یہ حکم سب مسلمانوں کے لیے ہیں اس میں امیر یا غریب' جوان یا بوڑھے' فقیر یا مالدار' استاد یا شاگرد کی تمیز نہیں۔ بادشاہ ہو یا غلام سب کو آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا درست ہے۔ البتہ جوان یا نامحرم عورتوں سے سلام کرنا مردوں کے لیے منع ہے اسی طرح عورتوں کو جوان نامحرم مردوں سے سلام کرنا منع ہے۔ اپنی بیوی اور محرم عورتوں سے (ایسی عورتیں جن سے نکاح کرنا کبھی بھی درست نہیں ہوتا) سلام کرنا سنت ہے اور اول سلام کرنا سنت علی ا لکفایہ ہے۔ یعنی ساری جماعت میں سے اگر ایک بھی سلام کرے تو سب کے ذمہ سے فرض اتر جائے گا سلام کا جواب دینا فرض علی ا لکفایہ ہے یعنی جماعت میں سے اگر ایک بھی جواب دے دے گا تو سب کی ذمہ داری ادا ہوجائے گی اور اگر ایسا نہیں کیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ سلام کرتے وقت کمر کو جھکانا منع ہے اور ہاتھ اٹھانا بھی اچھا نہیں۔ سلام کے ساتھ ایک دوسرے سے مصافحہ کرنا (ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا) بہت ہی اچھا ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے۔

ہندوؤں کے یہاں ملاقات کے وقت آداب سلام بہت مختلف ہیں۔ ان کے یہاں چھوٹے کو چاہیئے کہ وہ بڑے کے آگے ماتھا ٹیکے یعنی تسلیمات کرے۔ نوکر

آقا کے چیلا گرو کے مرید شیخ کے شاگرد استاد کے بیٹا باپ کے اور بڑا اس کے جواب میں دعا دیتا ہے، برہمن اشیر باد اور چرن جیو (زندہ باد) کے الفاظ سے دعا دیتے ہیں۔ دیگر اقوام برہمنوں کے آگے ماتھا ٹیکتے ہیں، سنیاسی فقیروں کو سلام کی جگہ "نمو نارائن" کہا جاتا ہے اور بیراگی فقیروں کو "جے مہاراج" کہا جاتا ہے۔ سکھ لوگ جب آپس میں ملتے ہیں تو "واہ گرو جی کی فتح" کہتے ہیں یا "ست سری اکال" کہتے ہیں برہمن فقیر اور بڑے لوگ چھوٹوں کو دیکھ کر سلام کی ابتداء نہیں کرتے۔ ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں بھی پیر زادے اور مشائخ اسلام میں پہل نہیں کرتے اور اپنے مریدوں سے سلام کی جگہ "حضرت سلامت" کہلوانا پسند کرتے ہیں اور مصافحہ کی جگہ قدم بوسی کراتے ہیں۔ بعض فقراء السلام علیکم کی جگہ "یاد اللہ" اور بعض "یا علی مدد" اور بعض "تسلیمات" کہلواتے ہیں۔ یہ سب باتیں صحیح اسلامی تعلیمات کی رو سے درست نہیں ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے ہندوؤں کی طرف سے یہ جواب قطعی بے سود ہے۔ اسلام میں جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل نہیں کرتا وہ گناہ گار ہوتا ہے۔ یہ بات سب پر واضح ہے۔

فصل چہارم

کاموں کی ابتداء

ہر اچھا کام شروع کرنے سے پہلے اللہ کا نام لینا اور اللہ کی تعریف کرنا ثواب کا موجب ہوتا ہے لہٰذا مسلمان ہر اچھے کام شروع کرنے سے پہلے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** (یہ کام میں شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ کے جو بہت مہربان ہے نہایت رحم والا ہے) کہتے ہیں۔ بعض کاموں کے شروع کرنے سے پہلے صرف بسم اللہ ہی کہا جاتا ہے اور بعض کاموں کی ابتداء میں دعائیں بھی احادیث میں بیان کی گئی ہیں جن سے اللہ کی بزرگی اور بندوں کی عاجزی و بیچارگی معلوم ہوتی ہے۔

ہندوؤں کے یہاں ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے گنیش کا نام لینا ضروری ہے اس لئے ہندو ہر کام کو شروع کرنے سے پہلے "سری گنیشائے نمہ" کہتے ہیں یعنی گنیش کو میری نمسکار (تسلیمات) ہے۔ گنیش کو مہادیو کا بیٹا بتلاتے ہیں جس کا سر ہاتھی کی طرح کا ہے۔

یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ سب نعمتوں اور کاموں کی طاقت تو اللہ نے بخشی ہے مگر یہ لوگ نام لیتے ہیں گنیش کا۔ لیکن جب ہندوؤں سے یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ مسلمان بھی تو کاموں کی ابتداء میں "یاعلی یا حسین" کہتے ہیں۔ جب کہ ملاح کشتی چلتے وقت خواجہ خضر کا نام لیتے ہیں ہندوؤں کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ یہ سب کچھ کہنا اسلام میں درست نہیں ہے۔ لہٰذا یہ غلط کام ہمارے لئے حجت نہیں۔

فصل پنجم

شرافت نسبی اور پیشے

اسلام میں شرافت اور رذالت کی دو بنیادیں ہیں۔ اولین بنیاد اعمال کی ہے۔ جو شخص خوش اعتقاد' نیک اخلاق اور گناہوں سے بچنے والا ہو یعنی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں سرگرم ہو وہ اللہ کے نزدیک اشرف ہے۔ اس کا رتبہ آخرت میں بلند ہوگا۔ اور جو شخص بداعتقاد' بداخلاق اور فاسق ہو وہ اللہ کے نزدیک ارزل ہے (اللہ کی مغفرت علیحدہ چیز ہے وہ جو چاہے تو برے کو اچھا کرے) اللہ نے فرمایا ہے۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم "یعنی تم میں گرامی تر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو پرہیزگار تر ہے۔"

دوسرے انبیا اور اولیاء سے قرابت رکھنے والوں کو بھی فضیلت دی جاتی ہے جیسے سادات' بنی ہاشم لیکن یہ نسبی شرافت بھی ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے اگر اعمال درست نہیں تو یہ نسبی شرافت کسی کام نہیں آتی۔

اسلام میں وہی پیشے حلال ہیں جو اور اقوام میں بھی حلال ہیں جیسے کھیتی باڑی اور ہر حلال اور پاک چیز کی تجارت یا درزی کا کام' کپڑا بننے کا کام وغیرہ جو پیشے حرام ہیں وہ وہی ہیں جو دیگر اقوام میں ہیں مثلاً" شراب کشی' گانا بجانا' رقص و سرود وغیرہ کوئی سمجھ دار مسلمان اس قسم کے پیشے اختیار نہیں کرتا۔ مسلمانوں میں یہ بھی نہیں ہے کہ فلاں پیشہ فلاں قوم کو درست اور فلاں کو نہیں۔ یعنی پیشہ کا تعلق قوم سے نہیں فرد سے ہے۔ مسلمانوں کے رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا خود مرمت کرلیا کرتے تھے۔ ہندوؤں میں بھی اگرچہ شرافت اعمال پر منحصر ہے لیکن ان میں

قومیت کی فضیلت کا غلبہ ہے مثلاً" تمام ہندو چار قوموں میں منقسم ہیں۔
(۱) برہمن (۲) کھتری (۳) ویش (بیے) (۴) شودر (جاٹ گوجر وغیرہ)
ان چار میں برہمن سب سے اعلی اور افضل ہیں۔ اس کے بعد کھتری اور تیسرے نمبر پر ویش ہیں۔ چوتھے نمبر پر سب سے کمتر شودر ہیں۔ کرم بپاک میں لکھا ہے کہ برہمن کے سوا کسی کی نجات نہیں ہوتی خواہ کسی دوسرے قوم والے کتنے ہی نیک کام کیوں نہ کریں لیکن جب تک وہ برہمن کا جنم نہ پاویں گے ان کی نجات نہیں ہوگی۔ ہندوؤں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شودر اگر نیک کام کرتا ہے تو مرنے کے بعد ویش (بنیے) کا جنم لیتا ہے اور اسی طرح نیک کام کے بعد ویش کھتری کا جنم لیتا ہے اور اسی طرح کھتری نیک کام کے صلہ میں برہمن کا جنم لیتا ہے جب اس کو نجات حاصل ہوتی ہے۔ برہمن کی تعریف اور شودر کی تحقیر میں اس قدر مبالغہ کیا گیا کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔

منوشاستر میں لکھا ہے کہ برہمن کے نام میں دو لفظ چاہئیں پہلے کے معنی پاکیزگی اور دوسرے کے معنی اقبال مندی۔ کھتری (شتری یا چھتری) کے نام میں دو لفظ چاہئیں پہلے کے معنی قدرت اور دوسرے کے معنی حفاظت اسی طرح ویش کے نام میں دو لفظ چاہئیں پہلے کے معنی مال دوسرے کے معنی پرورش کرنا اور شودر کے نام میں بھی دو لفظ ہونے چاہئیں ایک حقارت دوسرے عاجزی سے خدمت کرنا۔ اسی لئے ہندوؤں کے یہاں ہر قوم کے لیے علیحدہ علیحدہ پیشہ مقرر کیے گئے ہیں یہی نہیں بلکہ ایک قوم کو دوسری قوم کا پیشہ جائز نہیں۔ چنانچہ برہمن کے لئے جو کام مقرر ہیں وہ علم پڑھنا علم پڑھانا اور صدقہ دینا و قربانی کرنا اور کرانا (اس کام کو جگ یا یگ کہتے ہیں) برہمن صدقہ لے سکتے ہیں۔ کھتری کے لئے جو کام مقرر ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) برہمن کی خدمت کرنا

(۲) ملک کی حفاظت کرنا اور اس غرض کے لیے لوگوں سے اجرت وصول کرنا اور بدکاروں سے جرمانہ لینا۔

(۳) بدکاروں کو سزا دینا

(۴) مال جمع کر کے ضرورت کے وقت خرچ کرنا

(۵) ہاتھی' گھوڑے' بیل اور خادموں کی خبر رکھنا۔

(٦) سوال نہ کرنا

(۷) نیکوں کا اعتبار زیادہ کرنا۔ لیکن کھتری نہ صدقہ دے سکتے ہیں نہ لے سکتے ہیں اور نہ علم پڑھ سکتے ہیں اور نہ پڑھا سکتے ہیں۔

ویش (بنیے) کے لئے یہ کام مقرر ہیں۔

(۱) علم پڑھنا۔

(۲) خدمت کرنا۔

(۳) کھیتی باڑی کرنا۔

(۴) تجارت کرنا۔

(۵) بیل چرانا

شودروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ برہمنوں' کھتروں اور ویشوں کی خدمت کریں' ان کے اترے ہوئے کپڑے پہنیں اور ان کا جھوٹا کھائیں۔ ان کے لئے مصوری' زرگری' نمک' شہد دودھ دہی گھی اور اناج کی تجارت جائز ہے۔ منوشاستر میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شودر برہمن کو سخت بات کہے تو اس کی زبان کاٹ دی جائے کیوں کہ شودر برہما کے پاؤں سے پیدا ہوا ہے اور پاؤں سارے اعضاء جسمانی سے ادنیٰ ہیں اور اگر کوئی کم ذات اشرف ذات کی نشست گاہ پر بیٹھ

جائے۔ اسکو ملک بدر کر دیا جائے یا اس کے چوتڑ میں زخم کردیا جائے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ برہمن کو قتل کی سزا دینا نہایت بے وقوفی ہے۔ لیکن تین ذاتوں کے افراد کو قتل کی سزا دینا درست ہے۔ برہمن نے اگر سب سے زیادہ گناہ کیے ہوں تو بھی اس کو قتل کرنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ اس کو اس کے مال و اسباب کے ساتھ ملک بدر کیا جائے۔ برہمن کا بدن تمام دیوتاؤں کے رہنے کی جگہ ہے۔ اگر وہ مارا جائے گا ان دیوتاؤں کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ برہمن کو یہ بھی حق حاصل ہے کہ وہ شودر کا مال بلا کسی وجہ کے لے سکتا ہے کیوں کے شودر کو ملکیت کا حق ہی نہیں۔ اس کا مال و اسباب اس کے آقا کا ہے۔ یعنی برہمن کا مختصرا" برہمن سب کا آقا' کھتری اس کا سپاہی' ویش اس کا سوداگ' شودر اسکا غلام ہے۔ ان چاروں قوموں کے سوا باقی خلقت کو ملیچ (ناپاک) سمجھتے ہیں۔

جہاں تک ان چار اقوام کے تعین کا تعلق ہے تو سام وید اور اکثر پوتھیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ برہمن برہما کے منہ سے' کھتری برہما کے ہاتھوں سے' ویش اس کی رانوں سے اور شودر اس کے پاؤں سے پیدا ہوئے بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ چار اقوام کی تقسیم راجہ شونک کے وقت میں ہوئی۔ بھگوت میں لکھا ہے کہ برہما نے اپنے آپ کو دو حصے کر ڈالا داہنا حصہ مرد بن گیا جس کا نام سویم بھومہ ہے اور بایاں مست روپا عورت اور پھر انھوں نے اپنی اولاد کو چار قسم پر کردیا یعنی برہمن' کھتری' ویش اور شودر۔ ہندوؤں کے یہاں برہمنوں کی تعریف میں جو اشلوک پسندیدہ ہے وہ یہ ہے۔

ترجمہ:۔ ”تمام دنیا دیوتاؤں کے تابع ہے اور دیوتا منتر کے تابع ہیں اور منتر برہمن کے تابع ہے لہٰذا برہمن میرا دیوتا ہے۔“

شودروں کی حیثیت ہندوؤں میں کیا ہے وہ منوشاستر کے اس بیان سے واضح ہوتی ہے۔ اگر برہمن کے ہاتھ سے کوئی جانور مثلاً ”کتا، بلی، یا مینڈک یا کوا وغیرہ مارا جائے تو اس کا کفارہ ایسا ہے جیسے کہ شودر کے مارے جانے کا۔ گویا شودر ان کے یہاں جانور سے بھی بدتر ہے۔

نوٹ:۔ (۱) برہمن کی ایسی بزرگی ہے کہ ایک بار دھرم برہمن کی صورت بنا کر شیو درشن کی جورو کے پاس گیا اور صحبت کا خواہاں ہوا اتنے میں شودر آ پہونچا وہ یہ حال دیکھ کر کہنے لگا کہ میں باہر چلا جاتا ہوں تم فراغت سے عیش کرو۔ دھرم نے شیودرشن کی برہمن نوازی پر آفرین کی اور اپنی اصل صورت ظاہر کروی اور چھتری راجوں کی عورتوں نے برہمنوں کے نطفہ سے اولاد حاصل کی ہے۔

(۲) چاند نے اپنے استاد برہسپت کی جورو سے زنا کیا اس سے بدھ (ولد الزنا) پیدا ہوا۔ ہنودمن جو سورج کا پوتا تھا کسی کی بد دعا سے عورت بن گیا تھا۔ بدھ کا اس سے نکاح ہوا اس سے راجہ پرورد ا پیدا ہوا اور سری کرشن جی اور سب کورو اور پانڈوں ہی کی اولاد ہیں۔ یہ دونوں خاندان جو کہ اولاد ہیں ولدالزنا کی ہندوستان میں شریف سمجھے جاتے ہیں۔

سوط۔ باب ۳۔ ص ۱۱۹

(۳) اندرمن (ہندو مناظر) نے بی بی ہاجرہ (علیہ السلام) کے کنیز ہونے کا طنز کیا۔ حیرت کی بات ہے کہ ہندوستان کے علاوہ کسی اور ملک اور قوم میں کنیز کی اولاد کی شرافت میں کوئی کلام نہیں۔ اس کے علاوہ ہندو اپنے اسلاف کے متعلق غور نہیں کرتے کہ ان کے

نزدیک بھوگنا (Sexual Inter Course) بلا عقد نکاح کے کوئی پاپ (گناہ) نہیں۔ دیوداسی کی رسم کچھ عرصہ قبل تک ہندوؤں میں جاری تھی۔ یعنی جس عورت کے اولاد نہ ہو وہ کسی دوسرے شخص سے سنتان (اولاد) حاصل کرسکتی ہے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ صورت جو حقیقت میں "زنا" ہے۔ ہندو مذہب کی رو سے جائز ہے جب کہ اسکندر بھاگوت ادھیائے ۳۴ میں ہے کہ سامہ پرتبھت نے سری کرشن جی کے کلول کوہوں کے ساتھ سن کر سکھدیوجی سے پوچھا کہ پرائی استریوں سے بھوگ کرنا تو نہایت ہی برا فعل ہے کرشن جی نے ایسا کیوں فرمایا کہ راجہ صاحب سامرتھے یعنی توفیق اور قدرت والے مختصراً" سامرتھیوں کو نہایت برے فعل بھی حلال ہیں۔

देवा ऋन नान जगत सर्व मुक्त यामव देवता ॥
तेमवा ब्राह्मणा धीता ब्राह्मणा समान
देवता: ॥

فصل ششم

عدالت اور انصاف

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ جو شخص عدالت میں دعوی دائر کرتا ہے اس کو مدعی کہتے ہیں اور جس شخص پر دعوی ہوتا ہے اس کو مدعا علیہ کہتے ہیں۔

اسلام میں انصاف کا طریقہ یہ ہے کہ مدعی کو اپنے دعوی کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرنا لازمی ہے اور اگر دو گواہ اس کے دعوی کی تصدیق کردیں تو قاضی کے نزدیک وہ شخص حق پر سمجھا جاتا ہے ورنہ مدعا علیہ کو حلف دیا جاتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مدعا علیہ قسم کھا کر مدعی کے دعوی کا انکار کرے تو اس کو سچا سمجھا جاتا ہے۔ اور جہاں تک قسم کا تعلق ہے تو قسم سوائے اللہ کے نام کے علاوہ کسی دوسری چیز کی جائز نہیں (بلکہ گناہ ہے) لیکن ہندوؤں کے یہاں ان کے بیوہار شاستر (معاملات کا شاستر) میں لکھا ہے کہ مدعی تین یا چار گواہ پیش کرے اور قابل اعتماد گواہ ایک بھی کافی ہے جب کہ قسم ان کے یہاں مدعی پر ضروری ہے یا حاکم جس کو چاہے قسم دلوائے۔ البتہ ہندوؤں کے یہاں مدعی پر ضروری ہے یا حاکم جس کو چاہے قسم دلوائے۔ البتہ ہندوؤں کے یہاں جو چیز سب سے زیادہ دلچسپ ہے وہ مختلف طریقے پر قسمیں ہیں مثلاً" قسم آٹھ طرح کی ہیں۔

(۱) قسم کھانے والے کو ترازو کے ایک پلڑے میں بٹھا دیتے ہیں اور کچھ منتر پڑھتے ہیں اگر اس کا پلہ اونچا ہوجائے تو اس کو سچا سمجھا جاتا ہے اور نہیں تو جھوٹا یہ قسم برہمنوں کے لیے ہے۔

(۲) سات خط (Lines) زمین پر کھینچیں قسم کھانے والے کو غسل دے کر کچھ منتر پڑھیں سات پتے پیپل کے اس کے ہاتھ پر رکھیں اور ان پر سوت لپیٹیں اس کے بعد لوہا گرم کرکے ان پتوں پر رکھیں اور وہ شخص اسی طرح سے ان دائروں کے اندر قدم رکھتا ہوا چلے جب آخری دائرہ میں پہونچے تو لوہے کو گرا دیا جائے اس عرصہ میں اگر اس کے ہاتھ کو آنچ نہ پہنچے تو اس کو سچا سمجھتے ہیں۔ یہ قسم خاص ہے کھتریوں کے لیے۔

(۳) قسم کھانے والے کو گہرے پانی میں مشرق کی طرف منہ کرا کے کھڑا کریں پھر اس کو غوطہ دیں اور غوطہ دینے کے ساتھ ساتھ ایک آدمی سوا چھ انگل کی کمان میں تیر (پیکان کے بغیر) چلاوے اور ایک شخص تیز قدم اس تیر کو اٹھانے جاوے، تیر کو اٹھا کر لانے تلک اگر وہ غوطہ کھانے والا شخص اپنا دم قائم رکھے تو اس کو سچا سمجھا جائے یہ قسم بیش (ویش) کے لیے ہے۔

(۴) تھوڑا سا زہر ہلاہل گھی میں ملا کر اور اس پر کچھ منتر پڑھ کر قسم کھانے والے کو اس طرح کھلاویں کہ اس کا منہ جنوب کی طرف ہو اور کھلانے والے کا منہ مشرق کی طرف ہو یا شمال کی طرف ہو۔ اگر زہر اتنی مدت تک اثر نہ کرے جتنی دیر میں پانچ سو مرتبہ تالی بجائی جاسکتی ہے تو اس کو سچا سمجھا جائے اور فوراً زہر کے اثرات دفع کرنے کے لیے دوا کھلائی جائے یہ قسم شودر کے لیے خاص ہے کیوں کہ ہندوؤں کے یہاں بے چارے شودروں کی ہر طرح کمبختی ہے، ان کے لیے قسم بھی ایسی رکھی جو ہلاکت خیز ہو۔

(۵) ایک بت کو نہلا کر دھون میں سے تین چلو قسم کھانے والے کو پلاویں اگر چودہ دن سے پہلے اس کو کچھ تکلیف نہ پہنچے تو سمجھئے کہ سچا ہے۔

(۶) ساٹھی کے چانولوں کو رات بھر مٹی کے برتن میں رکھ کر چھوڑیں اور

کچھ منتر پڑھ کر قسم کھانے والے کو اس طرح کھلاویں کہ اس کا منہ مشرق کی طرف ہو پھر اس کا تھوک پیپل کے پتے یا بھوج پتہ پر گراویں اگر تھوک میں خون نکلے یا اس کا منہ پر کسی طرف سوجن نظر آئے یا وہ شخص کانپنے لگے تو جانیں کہ جھوٹا ہے۔

(۷) مٹی یا کانسی کا برتن لیا جائے جو سولہ انگل لمبا اور اسی قدر چوڑا ہو اور چار انگل گہرا ہو۔ اس میں چالیس تولہ گھی یا تلوں کے تیل کو خوب جوش دیں اس میں ایک ماشہ سونا ڈال دیں قسم کھانے والا اگر دو انگلیوں سے اس سونے کو نکال لے اور اس کا ہاتھ نہ جلے تو اس کو سچا جانیں۔

(۸) دھرم یعنی راستی کو صورت چاندی سے اور آدھرم یعنی ناراستی کی صورت لوہے سے بنا کر نئے کوزے میں ڈالیں یا دھرم کی صورت سفید پرچہ یا بھوج پتر پر لکھ کر اور آدھرم کی صورت سیاہ پرچہ پر لکھ کر کوزے میں ڈال دیں اور قسم کھانے والا ان دونوں میں سے ایک کو نکال لے اگر دھرم کی صورت اس کے ہاتھ میں آجاوے تو اس کو سچا جانے۔ یہ آٹھ طرح کی قسمیں ہوئیں ان میں سے آخری چار طرح کی قسمیں ہر قوم کے لیے جائز ہیں۔

باب چہارم

ہندوؤں کے اسلام پر اعتراضات

سب سے پہلے یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ اسلام میں جو بھی تعلیمات ہیں وہ احکام خداوندی ہیں جو حضرت (محمد) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہونچے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کا پیغمبر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جناب پیغمبر علیہ الصلوۃ والتسلیم انتہائی خوش اخلاق اور نیک افعال تھے۔ اللہ تعالی نے ان کو معجزات بھی عطا فرمائے تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بجا لانا فرض ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے تو ہر اعتراض کا یہی جواب کافی ہے کہ ہم وہ کام کرتے ہیں اور اس طرح کرتے ہیں جیسا کہ ہم کو ہمارے مخبر صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے اور خود کرکے دکھلایا ہے۔

اعتراض نمبرا

ہندو مسلمانوں کی اس بات کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے یہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی خدا کے ان احکامات کے تحت ہوتا ہے جو برہما اور دوسرے دیوتاؤں اور کھیشروں (بزرگوں) کی زبان سے معلوم ہوئے ہیں۔ اور جس طرح مسلمانوں کے نبی کے ہاتھ پر معجزے ظاہر ہوئے اسی طرح ہمارے بزرگوں سے بھی خوارق عادات ظاہر ہوئی ہیں جیسے کہ برہما کی خواہش سے اس کے چار منہ ہوگئے اور بشن نے اپنی کرامات سے جلندر دیت کی صورت اختیار کرلی۔ اسی طرح کشن کی

ہزار بیویاں تھیں اور رات کو کشن جی اکیلے ہی ہر ایک کے محل میں ہوتے تھے نیز کشن نے ایک بار پہاڑ کو ہاتھ پر اٹھا لیا تھا۔ اور مہادیو کے غصے کی تیزی سے جلندر دیت پیدا ہوگیا تھا۔ لہٰذا جس طرح معجزات کا ظاہر ہونا مسلمانوں کے پیغمبر صاحب کی صداقت کی دلیل ہے اسی طرح خرق عادت ہمارے بزرگوں کی صداقت کی دلیل ہے اور جس طرح مسلمانوں کے لیے اپنے پیغمبر کا کہنا اصل دین ہے یعنی لازمی ہے اسی طرح ہم کو (ہندوؤں کو) بھی اپنے بزرگوں کا کہنا ماننا ضروری ہے۔ اور ہم (ہندو) جو کام کرتے ہیں ان ہی کے بتلانے کے مطابق کرتے ہیں تو پھر تم (مسلمان) ہم پر کیوں اعتراض کرتے ہو۔

جواب: (مسلمانوں کی طرف سے)

ہمارے (مسلمانوں کے) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معجزات ظاہر ہوئے وہ معتبر روایتوں سے ثابت ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی اور پاکیزہ کرداری بھی اسی طرح ثابت ہے۔ یہی نہیں بلکہ جن اشخاص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش اخلاقی یا پاکیزہ کرداری بیان کی ہے ان کا راست گو (سچا) ہونا بھی ثابت ہے۔ اس غرض کے لیے ہمارے بزرگوں نے ایک فن کی بنیاد ڈالی اس کو "اسماء الرجال" کہتے ہیں۔ اس فن کو استعمال کرنے والے "محدثین" کہلاتے ہیں۔ اس فن کا مقصد یہ معلوم کرنا ہے کہ کون راوی (بیان کرنے والا) سچا ہے کون ضعیف ہے اور کون قطعی جھوٹا ہے۔ کس کا حافظہ قوی تھا کس کا حافظہ کمزور تھا نیز کس کا کردار قابل اعتماد تھا۔ اور کون بسیار گو ناقابل اعتماد تھا۔ یہ فن اس قدر عجیب ہے کہ اس میں ہزارہا افراد کے حالات زندگی نقل کیے گئے ہیں اور سینکڑوں محدثین نے جرح و تعدیل کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ کون سی

روایت صحیح ہے کون سی ضعیف یہ بات مختصر کہی جارہی ہے ورنہ اس سے متعلق ہزار ہا کتابیں موجود ہیں۔ اس جدوجہد کا یہ نتیجہ نکلا کہ اب دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی علیحدہ نظر آتا ہے۔ برخلاف اس کے ہندوؤں کے یہاں اس قسم کی کوئی تحقیق نہیں ہو سکی نہ سچے کی خبر ہے نہ جھوٹے کی اس کے علاوہ دیوتاؤں کے افعال قبیحہ اس قدر واضح ہیں کہ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ دیوتاؤں کے افعال قبیحہ ہی نہیں بلکہ ناممکن العمل ہیں۔ اور اس لیے کسی عنوان بھی قابل توجہ نہیں۔

اگر ہندو یہ کہیں کہ ان کے بڑوں کے افعال قبیحہ جو ان کی پوتھیوں میں لکھے ہیں سچ ہونے کے باوجود ان سے خرق عادات کا ظہور ہوا بلکہ بعض مسلمان فقیر جو بھنگ پیتے ہیں اور شرابی' بے نمازی اور فاسق ہوتے ہیں ان کے ہاتھ سے خرق عادات ظاہر ہوتے ہیں اور مسلمان ان کے خرق عادات کو کرامت کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً ایسے لوگ جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ مسلمانوں کے نزدیک نہ نیک بخت ہیں اور نہ ولی بلکہ کم بخت اور شدید گناہ گار ہیں۔ ان کا خرق عادت ہر گز ہرگز کرامت نہیں بلکہ اس کو "استدراج" کہتے ہیں۔ جس کے لیے تفصیل ضروری ہے جو یہ ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک خرق عادت کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) معجزہ: جو کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر ظاہر ہو جس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہو اور اس کے دعویٰ کی تصدیق کے لیے حق تعالیٰ کے حکم سے ظاہر ہو جیسے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں۔

(۲) ارھاص: ایسے خرق عادات واقعات جو پیغمبر ہونے سے قبل اس

کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے ہوں جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے قبل پتھر اور درخت نے سلام کیا۔

(۳) کرامت: ایسے خرق عادات واقعات جو کسی ولی کے ہاتھ سے ظاہر ہوں۔

(۴) معونت: ایسے خرق عادات واقعات جو کسی عام نیک و پرہیز گار مسلمان کے ہاتھ سے ظاہر ہوں۔

(۵) استدراج: ایسے خرق عادات واقعات جو کسی مسلمان بدعتی' فاسق' بے نمازی شرابی وغیرہ یا کافر کے ہاتھ سے ظاہر ہوں۔

(٦) اھانت اور خذلان: جو کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر ظاہر ہوں جس نے جھوٹا دعوی پیغمبر ہونے کا کیا ہو۔ جس طرح مسیلمہ کذاب نے ملک یمامہ میں کیا تھا۔

مسیلمہ کذاب کا بیان:

مسیلمہ کذاب کا بیان اس زمانہ میں زیادہ ضروری ہے کیوں کہ آج کل پیغمبری کے جھوٹے دعوی ہوتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسیلمہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا کہ زمین آدھی ہماری ہے اور آدھی تمہاری لیکن تم قریشی لوگ ظالم ہو کہ ساری زمین یعنی تمام نواح عرب وغیرہ اپنے قبضہ میں کر رکھی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ایک عالی شان فرمان لکھوایا اس فرمان کا حاصل مطلب یہ تھا کہ یہ خط ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام' زمین نہ میری ہے نہ تیری بلکہ اللہ کی ہے تو نے یمامہ کے لوگوں کو تباہ کردیا۔ اللہ تجھ کو تباہ

کردے۔ کہتے ہیں کہ مسیلمہ نے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرکے وہ پانی کنویں میں ڈالا تو اس کنویں کا پانی زیادہ ہوگیا اور میٹھا ہوگیا۔

مسیلمہ نے یہ سن کر خود بھی ایسا ہی کیا مگر اس کنویں کا پانی ہی غائب ہوگیا اور جو کچھ رہا وہ کھاری ہوگیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بیمار لوگوں کے حق میں دعا کرتے ہیں تو وہ اچھے ہوجاتے ہیں مسیلمہ نے بھی ایک لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیرا مگر وہ گنجا ہوگیا۔ اس نے ایک اور لڑکے کے حلق میں انگلی ڈالی مگر اس کی زبان ٹوٹ گئی اور ایک مرتبہ اپنے وضو کا پانی ایک باغ میں چھڑک دیا پھر کبھی اس باغ میں گھاس نہ اگی۔ اسی طرح کے اور واقعات ہیں۔ مختصرا" اس کے خرق عادات اس کے دعوی کے برخلاف ظاہر ہوا کرتے تھے جس سے وہ وہ مردود ہوتا اور ذلیل ہوجاتا۔ مسیلمہ کذاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی لڑائی میں مارا گیا۔

الحاصل:

ان سب خرق عادات سے چار قسمیں یعنی معجزہ، ارہاص، کرامت اور معونت تو فائدہ دینے والی ہیں اور باقی دو قسمیں یعنی استدراج اور اہانت جس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں اس کے حق میں مفید نہیں ہوتیں بلکہ سراسر مضر ہوتی ہیں۔

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ نتیجہ واضح ہے کہ ہندوؤں کے ہاں جن امور کو معجزات کہا جاتا ہے وہ سراسر لغو اور بے بنیاد ہیں اور ان کے دیوتاؤں کے افعال ذمیمہ اس قدر کھلے ہوئے ہیں کہ کوئی بھی صاحب عقل انسان ان کے قریب قیاس سمجھ ہی نہیں سکتا۔

اعتراض نمبر۲: (ہندوؤں کی جانب سے)

یہ کیسی بے شرمی کی بات ہے کہ مسلمان اپنے چچا کی بیٹی سے جو بہن ہوتی ہے اس سے نکاح کرلیتے ہیں۔

جواب: اگر دیکھا جائے تو چچا کی بیٹی اور ماموں کی بیٹی دونوں بہنیں ہوتی ہیں کیوں کہ پہلے باپ کے بھائی کی بیٹی ہوتی ہے تو دوسری ماں کے بھائی کی۔ لیکن ہندوؤں میں ماموں کی بیٹی سے نکاح کرنا تو جائز ہے۔ جب کہ چچا کی بیٹی سے درست نہیں۔ یہ کیسی عجیب بات ہے۔ اس بات کو سننے کے بعد بعض ہندوؤں کا بیان ہوتا ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کہ ان کے یہاں ماموں کی بیٹی سے نکاح کرنا درست ہے۔ ہندوؤں کا یہ جواب ناواقفیت پر مبنی ہے۔ کیوں کہ شاستروں کے مطابق بیٹی کو دینے کے لیے بھانجے سے زیادہ کوئی اور مستحق نہیں اور بعض شاستروں میں تو یہاں تک لکھا ہے۔

दक्षिणा मातुली कन्याउन्नरे मानक्षमाजन।
यथा जमें कि मिमा नक्षि स वयोदोषा निंदके

اس تحریر کے ہوتے ہوئے پنڈت عشق لال کینتھلی (اس زمانہ کا ہندو مناظر) نے کہا تھا کہ ماموں کی بیٹی تو اپنی قوم سے خارج ہوتی ہے جب کہ چچا کی بیٹی اپنی قوم میں داخل ہے۔

جواب: چچا کی بیٹی کا باپ کی قوم میں سے ہونا اور ماموں کی بیٹی کا ماں کی قوم میں سے ہونا ایک ہی بات ہے یعنی قرابت ثابت ہے اور اس کا بہن ہونا ہر دلیل سے ہے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ تمہارے قول کے مطابق تمہارے برہما نے اپنی بیٹی سارستی جو اسی قوم میں سے تھی بیاہ کے بغیر جماع کا قصد کیا اور اس کو

اپنی جورو بنایا اور پھر اپنے بیٹے سے بیاہ دیا کیا یہ بے شرمی کی بات نہیں۔ یہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی باتیں بے شرمی کی ہیں۔

(۱) تمہارا (ہندوؤں کا) پیشوا اور شاستروں کا مصنف بیاس تمہارے ہی بقول پراسر رکھ کے مچھودری سے زنا کے نتیجہ میں پیدا ہوا۔

(۲) دروپدی جو کشن جی کی بھگتنی تھی اس کے تمہارے ہی بقول پانچ شوہر تھے۔ اس بارے میں تمہارا کہنا یہ ہے کہ یہ پانچوں خاوند اپنی باری سے پہلے دروپدی کو آگ میں جلا کر پھر زندہ کرلیتے تھے۔ یہ کیسی دلچسپ بات ہے جلنے کے بعد بھی روح تو وہی رہتی تھی خالی جسم کا جل جانا اور پھر وہی جسم پیدا ہو جانا کسی قسم کا فرق پیدا نہیں کرتا۔

(۳) کنتی جو راجہ پانڈ کی بیوی تھی بتلایا جاتا ہے کہ اس سے کئی دیوتاؤں نے زنا کیا اور اس طرح زنا کے نتیجہ میں پانچوں پانڈے پیدا ہوئے جو ولد الزنا ہوئے۔

(۴) بیاس جو ہندوؤں کا پیشوا ہے اس نے اپنی بھابیوں سے زنا کیا۔

(۵) تمہارا (ہندوؤں) ہی کا کہنا ہے کہ اندر جو بہشت کا راجہ ہے اس نے چندرماں دیوتا کی رفاقت سے اہلیا (گوتم کو بیوی) سے زنا کیا لہٰذا گوتم کی بد دعا سے اس کے بدن پر ایک ہزار فرج ظاہر ہوگئیں۔

(۶) ہندوؤں کے ہی بقول رام چندر کی بیوی سیتا کو راون دیت پکڑ کر لے گیا۔ پھر جب وہ رام چندر کے گھر میں آئی تو رام چندر نے غیرت سے اس کو جنگل میں نکال دیا پھر لاکر اپنے گھر میں رکھا ان سب بیانات کے باوجود ہندو ان عورتوں میں سے کچھ کو کنواری (معصوم) سمجھتے ہیں۔

(۷) ہندوؤں میں تمام مرد اور عورتیں مہا دیو کے لنگ کو پوجتے ہیں۔

(۸) ہندوؤں میں یہ مشہور ہے کہ برہما اور بشن مہادیو کے آلت کو ناپنے لگے۔

(۹) بام مارگی ہندو تو فرج کی پوجا کرتے ہیں۔

(۱۰) تمہارے (ہندوؤں کے) بقول مہا دیو پر نیند کی حالت میں شہوت غالب ہوئی اور اس کالنگ کھڑا ہوا۔ پاربتی نے یہ سوچ کر کہ اس کی شہوت ضائع نہ ہوجائے اس کے لنگ کو اپنی فرج میں داخل کرلیا اور اس پر بیٹھ گئی۔ لنگ زیادہ ہونے لگا یہاں تک کہ آسمان تک پہونچا مگر پاربتی بھی اس پر بیٹھی رہی جب دیوتاؤں کے مقام پر پہنچا تو پاربتی کو شرم آئی۔

(۱۱) تمہارے بقول مہا دیوجی برہمنوں کی عورتوں میں اپنے لنگ کو ننگا کرکے جا کھڑے ہوئے۔ ایسی ہی متعدد شرم ناک باتیں ہیں کہاں تک بیان کی جائیں حیرت ہے کہ سمجھدار افراد (ہندو) بھی ان (خرافات) کو صحیح قبول کرتے ہیں اور اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔

اعتراض نمبر۳ (ہندوؤں کی طرف سے)

مسلمان بڑے گندے ہیں کہ پاخانہ سے نکل کر ہاتھ پاؤں مٹی سے مل کر نہیں دھوتے اور نہ کلی کرتے ہیں نہ برتن کو مانجھتے ہیں۔

جواب: مسلمان جس طرح نجاست کو صاف کرتے ہیں وہ ہندوؤں کو تو نصیب نہیں۔ اولا" نجاست کو مٹی کے ڈھیلوں سے صاف کرتے ہیں پھر پانی استعمال کرتے ہیں تاکہ نجاست کا مطلق اثر باقی نہ رہے۔ ہاتھ پیر تو اس وقت دھوئیں جب نجاست ہاتھ یا پیر کو لگے اور اسی طرح برتن کو کیوں دھوئیں جب اس کو نجاست لگی ہی نہیں۔

اعتراض نمبر۴:

مسلمان اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھالیتے ہیں اور ایک دوسرے کا جھوٹا کھانا کھالیتے ہیں اور جھوٹا پانی پی لیتے ہیں۔

جواب: آدمی کا منہ ناپاک نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو اس سے اللہ پاک کا نام لینا بھی درست نہ ہوتا۔ اور جب منہ پاک ہے تو ایک دوسرے سے بچنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہندو آدمی کو جو اشرف المخلوقات ہے اس کو تو ناپاک (پلید) سمجھتے ہیں۔ (لیکن گھوڑے کا منہ اور گائے کے گوبر اور پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں) مولوی فضل امام صاحب (مرحوم) نے اس بارے میں بڑا اچھا جواب دیا کہ مسلمان ایسا باہمی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں دیکھو دس گائیں ایک ساتھ گھاس کھالیتی ہیں مگر کتے دو بھی ایک ساتھ نہیں کھاتے یہی بات شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے۔ خود ہندوؤں کے شاستروں میں لکھا ہے کہ جگن ناتھ میں برہمن' کھتری' ویش اور شودر سب مل کر کھا سکتے ہیں۔

اعتراض نمبر۵:

مسلمانوں کے دین میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی قاطع الاشجار (درخت کاٹنے والا) ذابح البقر (گائے کا ذبح کرنے والا) اور دائم الخمر (ہمیشہ شراب کا پینے والا) کو اللہ کبھی نہیں بخشے گا۔ لیکن پھر بھی مسلمان گائے کو ذبح کرتے ہیں۔

جواب: ان میں سے پہلی دونوں باتیں جھوٹ پر مبنی ہیں البتہ شراب کا پینا اسلام میں حرام ہے لیکن کوئی یہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ شراب کا عادی کبھی بخشا نہیں جائے گا کیوں کہ کوئی گناہ ہو اور جب گناہگار اس سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو معاف کردیتا ہے بلکہ اللہ اپنی رحمت سے بدون توبہ کے بھی

بخش سکتا ہے۔ دنیا میں انسان اللہ کا نائب ہے اور اللہ نے (بہ حیثیت خالق کے) اپنے نائب کو منجملہ اور باتوں کے گائے کو ذبح کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ کام اللہ کے نام پر کیا جاتا ہے۔ کسی دیوی یا دیوتا کے نام پر نہیں۔ دوسرے گائے کو ذبح کرکے کھانا تو ہندوؤں کو اس قدر ناگوار ہے لیکن اسی گائے کے چمڑے کو استعمال کرتے ہیں۔ تیسرے ہندوؤں کی کتاب منو سمرتی میں لکھا ہے کہ جب برہمن کا بیٹا کاشی (بنارس) سے علم حاصل کرکے آوے تو اس کا باپ اس کا استقبال کرے اور گائے ذبح کرکے اس کی گرما گرم کھال بیٹے کے بدن پر رکھے۔ ہندوؤں کے یہاں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ گائے کا ذبح کرنا اور کھانا کار ثواب ہے یہاں تک کہ اگر کوئی گائے کو چوری سے ذبح کرکے کھالے اور اس کے ساتھ تھوڑا سا جھوٹ بھی بولنا پڑے تو بھی اس کی نجات ہوجاوے گی۔ اس کی تصدیق مسیہ پوران سے ہوتی ہے جس میں لکھا ہے کہ کوتک کے سات بیٹے تھے اس کے مرنے کے بعد قحط پڑا جب ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ رہا تو وہ گرگ رشی کے پاس چلے گئے۔ اس نے ان کو اپنی گائے چرانے کے لیے جنگل میں بھیج دی۔ جنگل میں جاکر مارے بھوک کے اس گائے کو ذبح کرکے دیوتاؤں پر چڑھا کر کھا گئے۔ شام کو آکر گائے کے مالک سے کہنے لگے کہ تمہاری گائے کو شیر نے کھالیا۔ چنانچہ اس نیکی کے سبب ان کی پرم گت (نجات) ہوگئی۔ اب غور کیجئے جس دین میں دوسرے کے مال کو اس طرح کھایا جاتا ہے اور جھوٹ بولنا گناہ نہ ہو کیا وہ دین نجات کا سبب ہو سکتا ہے؟ جہاں تک گائے کی قربانی کا تعلق ہے تو اس کا ذکر رگ وید میں آیا ہے۔

اعتراض نمبر۶:

گائے ہندوؤں کو تو دودھ دیتی ہے تو کیا مسلمانوں کو موت (پیشاب) دیتی ہے جو وہ اس کی تعظیم نہیں کرتے۔

جواب: گائے مسلمانوں کو دودھ بھی اور گوشت بھی مگر موت تو وہ ہندوؤں کو دیتی ہے جس کا پینا ان کے یہاں جائز ہی نہیں کار ثواب ہے۔

اعتراض نمبر ۷:

ہندو سے مسلمان ہوجاتے ہیں مگر مسلمانوں میں سے کوئی ہندو نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھی چیز بگڑ کر خراب ہوجاتی ہے مگر بری چیز اچھی نہیں ہوتی جیسے لذیذ غذائیں گندگی بن جاتی ہیں مگر غلاظت اناج نہیں بنتی۔

جواب: ہندوؤں کا یہ کہنا غلط ہے کہ بری چیز اچھی نہیں بن سکتی خود ہندوؤں کے یہاں بیان ہوا ہے کہ سدھنا قصائی اور گنگا کنجنی راجہ نل پہلوان اور گوپی چندر بھرتری راجہ یہ سب لوگ پرمیشور کے بھگت ہوئے اور بڑے اچھے ہوگئے۔ اسی طرح کافر (جو برا ہے) کلمہ پڑھنے سے مسلمان یعنی اچھا ہو جاتا ہے۔ اور سب گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

اعتراض نمبر ۸:

مسلمان ہر قوم کے لوگوں کو اپنے میں شامل کرلیتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی کم ذات (چمار چوہڑا) کیوں نہ ہو۔

جواب: مسلمانوں کا دین یعنی اسلام سمندر کی طرح ہے جس میں تمام دنیا کے ندی نالے آکر مل جاتے ہیں اور ایک ہوجاتے ہیں اور پاک ہوجاتے ہیں۔ لیکن جب کسی حوض کا پانی خود ہی گندہ ہو تو وہ دوسری چیزیں جو اس میں شامل

ہوں گی وہ کس طرح گندگی سے پاک ہوں گی اس کے علاوہ گندگی دو قسم کی ہوتی ہے ایک گندہ ہونا جسم کا' دوسرے گندہ ہونا روح کا' جسم پلید ہوتا ہے ان چیزوں سے جو آنکھوں سے گندی نظر آتی ہیں جب کہ روح پلید ہوتی ہے برے اعتقادات سے مثلاً" اللہ کے علاوہ کسی اور کو دنیا کا مالک حاکم اور واجب الوجود اور غیب دان سمجھنا اور اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا' پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں کی تعلیمات سے بے بہرہ رہنا وغیرہ وغیرہ نیز وہ کام جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیے ہیں اور نہ ان کا حکم دیا ہے ان کو مستحسن اور دین کے کام قرار دینا برے اخلاق اختیار کرنا مثلاً" حسد' کینہ' اور باہمی رنجش رکھنا' مال و دولت سے محبت کرنا' ناہوں پر دلیر ہونا وغیرہ۔

واضح رہے کہ بدن پر لگی ہوئی گندگی تو پانی سے دھل کر صاف ہوجاتی ہے لیکن روحانی ناپاکی بڑی مشکل سے دور ہوتی ہے بالخصوص کفر کی ناپاکی یہ سب تسلیم کریں گے کہ جب تک روح کی ناپاکی دور نہ ہوگی بدن کی صفائی بے کار ہے۔ اور جب روح پاک ہوگی تو کیسا چمار' کیسا چوڑا' کیسا برہمن' کیسا شودر سب برابر ہوجاتے ہیں۔ اس لیے اسلام میں جو شخص داخل ہوتا ہے اس کو سب سے پہلے یہ تلقین کی جاتی ہے کہ

(۱) اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی روا نہیں

(۲) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں ان کی متابعت ہر کسی پر فرض ہے۔ پھر اس کو تفصیلی طور پر ایمان سکھلایا جاتا ہے اور کفریات سے توبہ کرائی جاتی ہے۔ پھر اس کو غسل دینا ضروری (مستحب) ہے۔ جب کہ ہندو چوہڑے اور چماروں کو بدن کی ناپاکی کی بناء پر برا سمجھتے ہیں اور حیرت ہے کہ روح کی ناپاکی جو سب سے بری ناپاکی ہے اسکی طرف توجہ نہیں دیتے۔ یہ

ہندوؤں کی نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔

اعتراض نمبر۹:

ختنہ کے متعلق ہندوؤں نے کہا کہ مسلمان جو ختنہ کرتے ہیں تو اگر یہ کام اتنا ہی ضروری ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو ختنہ کیا ہوا پیدا کرتا۔

جواب: مسلمانوں کو تو اللہ کی پسند ہونے کا علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے معلوم ہوا اور اگر اللہ کو یہ کام پسند نہ ہوتا تو اپنے رسولؐ کی زبان سے نہ کہلواتا اور اللہ کے رسول ﷺ وہی کہتا ہے جو اللہ کی مرضی ہوتی ہے یعنی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ لیکن جہاں تک ہندوؤں کا تعلق ہے تو وہ تو زندگی ہی کو ناپسند کرتے ہیں ان میں کوئی جیتی جاگتی عورت کو آگ میں جلا دیتا ہے' کوئی کاشی (بنارس) میں جاکر آرہ کے ذریعہ خود کو چرواکر مرجاتا ہے کوئی پہاڑوں کو نکل جاتا ہے اور برف میں گل سڑ جانے کو پسند کرتا ہے اور ایسی موت کو کارثواب سمجھتا ہے۔ یہ کام اب تو کم ہوگئے لیکن عورت کو جلا دینے کی رسم (ستی) باوجود ملک کے قانون کے موجود ہے۔ کیوں کہ تمھارے (ہندوؤں) کے دین کے متوالے اس سے باز نہیں آئے جب کہ اسلام میں کسی بھی ذریعہ سے ہو خودکشی حرام ہے۔ اس کے علاوہ ہندو اگر کوئی چارپائی پر مرجاوے یا عورت بچہ کی ولادت کے دوران مرجاوے یا کوئی پانی میں ڈوب کر یا آگ میں جل کر حادثاتی طور پر مرجاتا ہے تو اس کو حرام موت سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں مرنے والے کا کوئی قصور نہیں جب کہ ایسی تمام اموات کو اسلام میں شہادت (ناقص) کا درجہ دیا جاتا ہے۔ آخر میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہندوؤں کے یہاں ڈاڑھی منڈانا اچھا سمجھا

جاتا ہے تو اگر یہ کام اللہ کو پسند ہوتا تو وہ تم کو (ہندوؤں کو) ڈاڑھی کے بغیر پیدا کرتا۔ اسلام میں تو نبی کا کیا ہوا کام سنت ہے اور اس کا اتباع (اس جیسا کام کرنا) ضروری ہے۔ لہٰذا مسلمان ڈاڑھی رکھتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق موئے زہار (زیرین ناف) کا مونڈنا سنت ہے۔

اعتراض نمبر۱۰

مسلمان جاندار کو ذبح کرکے کھالیتے ہیں۔ اتنا نہیں سمجھتے کہ جیسا اپنا جی ہے ویسا ہی ان جانداروں کا ہے۔

جواب: اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ انسان کے لیے ہے اس میں جاندار بھی شامل ہیں لہٰذا اس نے (اللہ) نے جن جانوروں کو ذبح کرکے کھانے کی اجازت دی ہے مسلمان ان کو ذبح کرکے کھاتے ہیں اور جن سے منع کیا ہے ان کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ یہ اجازت اس ہستی کی طرف سے ہے جس نے جانوروں کو بھی پیدا کیا ہے اور انسان کو بھی۔

اس کے علاوہ ہندوؤں کے دھرم شاستر میں لکھا ہے کہ جو جانور کھانے میں آتے ہیں اور جو لوگ انہیں کھاتے ہیں دونوں کو برہما نے پیدا کیا ہے۔ لہٰذا اگر دھرم شاستر میں بتائے ہوئے طریقہ پر ان کو کھایا جائے تو کچھ گناہ نہیں۔ نیز دیوتاؤں اور مرحوم (مرنے والے) بزرگوں کے نام پر گوشت چڑھا کر کھانا پاپ نہیں بتلایا گیا۔ اسی طرح برہمنوں کو گرگٹ، چھپکلی، مگرمچھ، خرگوش اور گوہ، کچھوا رہو مچھلی کھانا درست ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس جواب کے بعد ہندو یہ کہیں کہ یہ پچھلے زمانے کی بات ہے۔ اب ایسا نہیں ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں اور حقیقت کے خلاف ہے چونکہ اب صرف بیشنو لوگ (بشن کو پوجنے والے) تو گوشت کھانا

مطلق حرام سمجھتے ہیں لیکن شیو لوگ (شب کے پوجنے والے) دیوی کے تھان پر بکری اور بھینسے قربان کرتے ہیں۔ شاستروں میں اور بھی قربانیاں مذکور ہیں جن کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

دین اسلام کی خوبیاں

دین اسلام میں جتنی خوبیاں ہیں ان کا بیان کرنا بہت مشکل اور وقت طلب کام ہے اس احساس کے ساتھ میں اپنی استعداد کے اعتبار سے صرف چند خوبیوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

پہلی خوبی: توحید

یعنی کسی کو اللہ کی ذات اور صفات اور افعال میں شریک نہ کرنا۔ یونان کے فلسفی اور حکماء ہند بلکہ ہر صاحب عقل انسان توحید کو اچھا جانتا ہے۔ یہ توحید اسلام میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ اللہ کے سوا کسی اور کو کسی بھی قسم کا سجدہ حرام ہوگیا۔ بلاؤں اور آفات سے محفوظ رہنے اور حاجتوں کی بر آری کے لیے سوائے اللہ تعالی کے کسی اور سے رجوع کرنا منع ہوگیا۔ تصاویر بنانا' قبر کی نقل بنانا' جھوٹی قبر بنانا' اور اس کی زیارت کرنا یہ سب کام بت پرستی میں شمار کرکے حرام کردیئے گئے ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا بھی ناجائز قرار دیا گیا۔

دوسری خوبی: نبی کریمؐ کی سنت کا اتباع کرنا:

قریب قریب ہر دین میں خرابیوں کی بنیاد بدعات کے اختیار کرنے سے پڑی ہے۔ اس خدشہ کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی بارہا تاکید

سے فرمایا کہ میرے اور میرے اصحاب کے قول و فعل سے مطلق تجاوز نہ کرنا (نہ گھٹانا بڑھانا) یہ بھی فرمایا کہ حق تعالیٰ میری امت کے لیے ہر سو برس کی ابتداء میں ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس دین کو بدعتوں سے صاف کر کے تازہ کرے گا۔ چنانچہ ہر صدی کے شروع میں ایسے شخص ظاہر ہوتے رہے جن کے سبب دین اسلام تازہ ہوتا رہا اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔[ے]

تیسری خوبی: اعتقاد کی درستگی:

جس کا بیان اس کتاب کے پہلے باب میں ہوا ہے۔

چوتھی خوبی:

اسلام میں بدنی اور مالی عبادات ایسی ہیں کہ جس سے دل و جان کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ ان عبادات میں سے نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ تمام مخلوقات نماز ہی میں رہتی ہے یعنی اکثر فرشتے ذکر، حمد، تسبیح و تقدیس وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں۔ درخت قیام میں، پہاڑ قعدہ میں، چار پائے رکوع میں اور حشرات و الارض سجدہ میں۔ حق تعالیٰ نے ان سب کی نماز جمع کر کے مسلمانوں کو عنایت کر دی۔ کیوں کہ سب افعال نماز میں موجود ہیں۔

پانچویں خوبی:

معاملات، رعیت داری، حقوق والدین و زوجین، حقوق ہمسایہ مسافر یتیم، قیدی، مسکین وغیرہ، آداب طعام، آداب لباس، آداب نکاح وغیرہ اسلامی تعلیمات میں اس تفصیل سے بیان ہوئے ہیں کہ انسانی زندگی سے متعلق جس کسی مسئلہ کی

احتیاج ہو وہ مسئلہ دین کی کتابوں میں موجود ہوتا ہے کہ حتی کہ پیشاب پاخانہ کرنے کے صحیح طریقے بھی بتلائے گئے ہیں اس وجہ سے اس دین حق کو زندگی کے لیے ایک مکمل و جامع ضابطہ حیات تسلیم کیا گیا ہے۔

حکایت عجیبہ:

اکبر آباد (آگرہ) میں ایک انگریز نے ایک مسلمان سے پوچھا کہ دین اسلام کے حق ہونے کی دلیل کیا ہے۔ ان بزرگ نے رسول اللہ کے معجزات اور چند اور دلیلیں بیان کیں۔ وہ انگریز یہ سب کچھ سنتا رہا اور پھر اس نے کہا کہ ان دلائل کے علاوہ دین اسلام کے حق ہونے کی ایک اور دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارا جو قانون عدالت مقرر ہوا تو کئی سو قانون دانوں نے مختلف اطراف سے جمع ہو کر یہ قانون اپنی عقل کے زور سے مقرر کیا۔ ہمارا ملک یونان سے قریب ہے اور اس ملک کے عقل مندوں کی عقل تیز ہوتی ہے پھر بھی کئی سو برس آپس کے مشورے سے یہ قانون مقرر کیا گیا لیکن اس کا حال یہ ہے کہ ہر چار پانچ برس میں اس میں تغیر آجاتا ہے لیکن اسلامی شریعت[۲] ایک شخص کی زبان سے بدون مشورہ و اصلاح صرف تیئس[۳] برس کی مدت میں مقرر ہوگئے۔ اس وقت سے اب تک اس میں کچھ فتور اور تفاوت نہیں آیا۔ لہٰذا میرا (اس انگریز کا) یہ خیال ہے کہ یہ کام وحی کی مدد کے بغیر نہیں ہو[۴] سکتا۔ یہ بات سنکر ان بزرگ نے اس انگریز سے کہا کہ جب یہ بات ہے تو تم مسلمان کیوں نہیں ہوجاتے۔ انگریز نے جواب دیا کہ اگر میں مسلمان ہوجاؤں تو پھر یہ پانچ سو ماہوار تنخواہ کون دے گا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ انگریز مسلمان ہوگیا اور اس کی تنخواہ بھی بحال رہی۔

چھٹی خوبی:

علم اخلاق، تصوف اور تزکیہ نفس جس طرح اسلامی تعلیمات میں بیان ہوا ہے۔ اس انداز سے کسی اور دین میں بیان نہیں ہوا۔ چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں، احیاء العلوم والدین اور کیمیائے سعادت اس بارے میں معروف و مشہور ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مضامین قرآن پاک اور حدیث سے نکلے ہیں۔

ساتویں خوبی:

اللہ کا کلام جس صحت کے ساتھ اس دین (اسلام) میں محفوظ ہے کسی اور دین میں نہیں۔

آٹھویں خوبی:

علماء، اولیاء و صلحاء جتنے اس دین اسلام میں ہوئے ہیں کسی اور دین میں نہیں۔

نویں خوبی :

ایسی کوئی بات جو عقل کے خلاف ہو اس دین میں نہیں۔ اور جو اعتراضات دوسرے دین والوں نے کئے ہیں ان کے شافی جواب دیئے گئے ہیں۔

دسویں خوبی :

حضرت محمد ﷺ کا جامع جمیع خصائل حسنہ ہونا اور ہر طرح کے معجزات کا

ظہور حضرت کے ہاتھ پر ہونا اور اللہ تعالیٰ کا سب پیغمبروں کی خوبیوں اور کمالات کو حضرت محمد ﷺ کی ذات بابرکت میں جمع کردینا۔

گیارہوں خوبی :

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت' اصحاب اور دین کے دیگر خواص نے انتہائی سادہ زندگی گذاری۔ بادشاہی چھوڑ کر درویشی اختیار کی۔ اہل بیت پر جس طرح دنیاوی تکالیف گذرتی تھیں ان کے بیان سے جی بھر آتا ہے۔ آپ ﷺ کے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چادر میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کسی شہر کے امیر ہونے کے باوجود جنگل سے لکڑیاں کندھے پر لاتے تھے۔ اس طرح کے سینکڑوں واقعات و حالات ہیں۔

بارہویں خوبی :

ہر سمجھدار آدمی جانتا ہے کہ جماعت میں بڑے فائدے ہیں۔ آدمی ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے سے اپنا دکھ درد بیان کرتے ہیں اور اس طرح ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اس واسطے حق تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز باجماعت فرض کردی تاکہ ہمسایہ اور محلہ دار ایک دوسرے سے مل سکیں۔ پھر آٹھویں دن یعنی جمعہ کو تمام شہر کے افراد اکٹھے ہوتے ہیں اور سال میں دوبار عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے مواقع پر وسیع علاقہ کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور پوری زندگی میں ایک بار حج کے لئے مکہ معظمہ میں جاکر اطراف عالم کے مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں۔

تیرہویں خوبی :

خواتین کے لیے پردہ کا حکم جو صرف اس دین میں مخصوص طریقہ سے دیا گیا ہے۔ اور جو معاشرہ کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے۔

چودہویں خوبی :

نشہ کی چیزوں کا حرام ہونا' نشہ کی چیزوں کے جو اثرات انسانی زندگی اور معاشرہ پر پڑتے ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ ان کی ممانعت انتہائی ضروری ہے۔

پندرہویں خوبی :

دین اسلام کی ترقی بغیر دنیاوی لالچ کے جاری ہے جب کہ دوسرے دین والے خصوصاً عیسائی ہر طرح کے لالچ دیتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ اسلام برابر ترقی کررہا ہے اور اس کی حقانیت ہر سمجھدار آدمی کے دل میں گھر کرتی جارہی ہے۔

(خوبیاں بیان کرنے کے بعد مصنف نے ان بزرگوں کے نام دیے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ اس زمانہ میں مسلمان ہوئے۔ اللہ پاک ان سب حضرات کی مغفرت فرمائے۔ یہ سب حضرات راہ حق کے شہ سوار ہیں۔ ان کا حوصلہ اور عزم قابل ستائش ہے کہ ہر طرح کی دشواریوں کے باوجود انہوں نے دین اسلام قبول کیا اور اس طرح اپنی نجات اخروی کا سامان کیا۔

متعلقہ نمبر ۳ :

"ظفر مبین" کے مصنف نے لکھا ہے کہ

"مسٹر جان ڈیون بورڈ (John Devon Board) نے اعتراف کیا ہے کہ یہ

بات آپ ﷺ کے اوصاف باطنی کی روشن دلیل ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لائے وہ یا تو آپ کے دوستوں میں سے تھے یا ان کا تعلق آپ ﷺ ہی کے خاندان سے تھا یعنی یہ وہ لوگ تھے جو آپ ﷺ کی عادات سے پوری طرح واقف تھے۔ (معاذاللہ) اگر آپ ﷺ فریبی ہوتے تو یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے اور ان پر یہ فریب ظاہر ہوجاتا۔ درحقیقت یہ بات کبھی ثابت نہیں ہوئی کہ جناب محمد ﷺ نے اپنی نبوت کے دعویٰ کے لئے یا شریعت کو رواج دینے کے لئے کوئی مکر یا حیلہ یا کوئی جھوٹا معجزہ دکھلایا ہو۔ اسلام آپ ص ص کی حیات میں ہی تمام عرب میں پھیل گیا اور بت پرستی کی بیخ و بن باقی نہ رہی۔ ایسی کامیابی آپ ﷺ کی شجاعت اور جنگ کی وجہ سے حاصل نہ ہوئی تھی بلکہ اس کی دو وجہیں تھیں۔ اولا" آپ ﷺ نے مذہب کو مہذب اور درست کیا ممالک کو مغلوب اور فتح کیا۔ اس طریقہ کو جو چاہیں سمجھیں لیکن حق تو یہ ہے کہ ان طریقوں کی نسبت جو اس زمانہ میں عرب میں جاری تھے یہ طریقہ بہت ہی ظاہر اور پاک بلکہ خود طہارت اور پاکیزگی ہے مکہ کی فتح کے بعد آپؐ جملہ ارکان و احکام حج بجالائے اور حجر اسود کے قریب کھڑے ہوکر بلند آواز سے اللہ کا نام لیا اور بتوں کو اکھاڑ ڈالا۔ اسلام آپ ﷺ کی حیات ہی میں تمام عرب میں قائم ہوگیا اور بت پرستی کی جڑ تک باقی نہ رہی آپ ﷺ کے تمام خلفاء نے بھی اس تلوار کو نیام میں نہیں رکھا رکھا۔ جب تک کہ اس کو ایک وسیع سلطنت کی شکل نہ دے دی جس میں ایشیاء' یورپ اور افریقہ کے براعظم شامل تھے۔ اس اسلام نے حضرت عمرؓ' حضرت خالدؓ اور دیگر خلفاء کے جھنڈے کے نیچے فتح پر فتح حاصل کی۔ یہاں تک کہ فارس' فلسطین' شام اور دیگر جملہ آور اسلام کے مطیع و فرماں بردار ہوگئے بارہ سال کے عرصہ میں ان لوگوں نے تیس ہزار شہر' قصبے اپنے مطیع کر لیے۔ ہزارہا مندر اور گرجا

گھر برباد کردیئے اور چودہ سو مساجد اپنے بھائیوں کے لئے تعمیر کیں اور ان ملکوں پر بس نہ کی جب تک کہ حبشہ کے باشندوں کو مغلوب نہ کرلیا اور تمام ممالک افریقہ اسکندریہ سے تنجیر (TANGIER) تک بلکہ ہسپانیہ (SPAIN) تک کو اپنی سلطنت میں شامل نہ کرلیا۔"

کرنل ٹامس نے اس اولوالعزم پیغمبر کاحال بڑی بے تکلف اور انصاف سے لکھا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس کو بھی بیان کیاجائے۔ اس مورخ نے لکھا ہے اس صحرا کے دانشمند باشندے کی آنکھیں سیاہ اور پر نور تھیں۔ دل کشادہ اور خلیق تھا۔ اس میں حرص اور طمع نہ تھی، وہ متین اور اولوالعزم تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو ہمیشہ سرگرم اور مستعد رہتے تھے اور جن کو خود حق تعالی نے صداقت کے لیے پیدا کیا ہے۔ لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ مصنوعات اور مسموعات پر عمل کرتے اور ان پر قناعت کرتے ہیں لیکن وہ شخص یعنی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خرد تھے اور اس کا نفس ہم سے بڑا راز تھا جو اس کی ذات میں عیاں تھا۔ وہ شخص سرکشوں کے عز و جلال کا مظہر تھا۔ ایسا صدق و صفا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ اللہ سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رکھتا ہے۔ ایسے شخص کا کلام ایک صدا ہے جو خود اللہ کے دل سے نکلتی ہے لوگ اس کو توجہ سے سنتے ہیں اور ان پر واجب ہے کہ دل کے کانوں سے سنیں اور کسی اور کی بات کو نہ سنیں کیونکہ باقی اور جتنی باتیں ہیں سب مثل ہوا (خواہش نفس) کے ہیں۔ ہمیشہ سے ہزاروں خیالات دوران حج اور سفر اس شخص (آنخضرتؐ) کے دل میں آیا کرتے تھے مثلاً" میں کیا ہوں؟ یہ غیر محدود کائنات جس میں میں رہتا ہوں کیا ہے؟ حیات اور موت کیا ہیں؟ مجھے کیا یقین کرنا چاہیئے اور کیا کرنا چاہیئے؟ کوہ حرا اور کوہ سینا کے سیاہ پتھروں نے اور وحشت ناک تنہائیوں نے اس کے سوالات کا جواب نہ دیا اور نہ اس شخص کو افلاک نے جواب

دیا جو اپنے نیلگو اور نورانی ستاروں کے ساتھ گردش کر رہے تھے بلکہ اس شخص (آنحضرت ؐ) کا دل اور وحی الٰہی اس کو جواب دیتے تھے۔

مصنف لکھتا ہے کہ ایک خانہ نشین شخص محمد (ﷺ) نے ایسا کیا کہ اسے اس کے خاندان نے پیغمبر جان لیا۔ ایک غریب شخص محمد (ﷺ) نے اپنے ملک کے مفلس ' وحشی' بھوکے اور ننگے قبائل کو معقول اور مضبوط کردیا اور ان کو ساری دنیا سے مختلف افعال اور اطوار اختیار کرنے کی ہدایت کی۔ تیس برس سے بھی کم عرصہ میں اس مذہب کے لوگوں نے سلطان روم کو شکست دے کر ایران کے بادشاہوں کو مغلوب کرلیا۔ شام' عراق اور مصر کو فتح کرلیا اور بحر ظلمات (اٹلانٹک یا اوقیانوس) سے لے کر بحر اخضر (کیپین لیک) اور دریائے جیحوں تک کے علاقے فتح کر لیے اور بارہ سو سال تک ان کی حکومت سوائے ہسپانیہ (Spain) کے کسی اور ملک سے نہیں گئی بلکہ ان لوگوں کا مذہب براعظم ایشیا کے شمالی ممالک' وسط افریقہ اور بحر اوقیانوس۔ اٹلانٹک کے کنارے پر قائم ہے اور پھیلتا ہی جاتا ہے۔

محمد ﷺ ایسے اولو العزم پیغمبر تھے کہ ان کی عقل کی سرگرمی نے ایسے مذہب کی بنیاد ڈالی کہ اس نے زرتشت کے ماننے والوں کو ایسا مغلوب کیا کہ ان میں سے صرف چند خاندان ادھر ادھر باقی رہ گئے۔ انھوں نے ہندوستان پر حملہ کیا اور قدیم ہندو مذہب اور اس کے ساتھ ساتھ بدھ مذہب کو جو دور دور تک پھیلا ہوا تھا زیر کر لیا اور دریائے گنگا کے اس پار دھکیل دیا۔ اس مذہب (اسلام) کے لوگوں نے ہندوستان کے بہت سے قدیم صوبے عیسائیوں کے قبضہ سے نکال لیے اور اس ملک کا تمام مشرقی علاقہ نیز افریقہ 'روم و مصر سے آبنائے جبرالٹر تک کے ممالک زیر کر لیے۔ مغربی یورپ پر حملہ کیا ہسپانیہ کے بہت سے علاقہ فتح کرلیے اور ساحل سمندر سے ٹور (Tours) تک بڑھ گئے یہاں تک کہ سلطنت روم (Empire

(Roman) کے پایہ تخت میں ہلچل مچادی اور آخر کار فتح مندی کے ساتھ قسطنطنیہ جو جدید روم کا دار الخلافہ تھا۔ میں اپنی حکومت قائم کردی۔

مصنف لکھتا ہے کہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے ایک نبی کی حیثیت سے یہ بشارت دی تھی کہ آخر زمانہ میں ایک ایسا نبی ہوگا جو ہم سے بھی افضل و اولیٰ ہوگا اور حضرت مسیح کے شاگرد نے بھی وعدہ کیا ہے کہ فار قلیط، یعنی تسلی دہندہ آئے گا یہ دونوں پیش گوئیاں بلا شک و شبہ اشرف الانبیاء خاتم النبیین یعنی آنحضرت ﷺ کے بارے میں ہیں اور آپ ہی کی ذات میں ان کی تکمیل ہوئی کہ آنحضرتؐ بڑے موحد تھے۔ آپ نے بتوں اور آدمیوں اور سیارات اور ثوابت کی پرستش کی ممانعت فرمائی۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کا اتفاق ہے اور جس میں کوئی ایسی حقیقت نہیں جس کو زبردستی مان لینا پڑے جب کہ وہ سمجھ میں نہ آئے آنحضرتؐ مشرق میں پیدا ہوئے اور اپنے مذہب کو قائم رکھا اور بت پرستی کو ملک ایشیاء اور افریقہ و مصر سے بالکل ختم کردیا چنانچہ ان ملکوں میں اب تک اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت ہو رہی ہے۔ لاکھوں آدمیوں کے دلوں میں اسی عرب کے نبی کی ظاہری اور باطنی برکتوں نے جگہ کرلی اور ہماری نیک حیتی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کو قبول کرلیں کہ یہ معتقدین دل سے آپ کے قائل تھے اور اس پر ان کو یقین کامل تھا کہ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اور آپ یقیناً" سچے نبی ہیں۔ مشرکوں کو لازمی طور پر یہ معلوم ہوا ہوگا کہ آپؐ کے مذہب کے عمدہ قواعد و قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ آپؐ کا مذہب زرتشت کے مذہب سے زیادہ صاف اور حضرت موسیٰ کے مذہب سے زیادہ پاک معلوم ہوتا تھا آنحضرتؐ کے مذہب کی صداقت اس بات سے اور بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ اس مذہب کو جاری ہوئے ایک

طویل عرصہ ہوگیا مگر اس میں اور مذاہب کی طرح مخلوق کی پرستش شروع نہیں ہوئی اور اہل اسلام نے اپنے وہم و قیاس کی متابعت نہیں کی وہ اللہ تعالی کی پرستش پر قائم رہے ہیں۔ ان کے عقیدے کی بنیاد یہ چند الفاظ ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ ”میں اللہ اور اس کے نبی کا یقین کرتا ہوں۔“ آپؐ کی عمر کے ہر ایک کام سے یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ آپ میں بلند نظری (غرور) کا عیب ہرگز نہ تھا اور جب ہم اس امر پر غور کریں کہ آپ نے باوجود اس بات کے کہ اسلام آپؐ کی زندگی ہی میں خوب پھیل گیا تھا اور آپؐ کو حکومت بھی حاصل ہوگئی تھی لیکن آپؐ نے اس سے ہرگز اس سے کوئی ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا اور دنیا سے پردہ پوشی تک اسی طرح سیدھی سادی وضع رکھی جیسی کہ پہلے سے تھی۔ یہ بات ہمارے اس قول کی تائید کرتی ہے کہ آنحضرتؐ مغرور نہ تھے یہ بات بھی یقینی ہے کہ بت پرستی کا ختم کرنا اور ایک ایسی قوم میں جو حد درجہ کی بت پرست تھی اللہ تعالی وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی بنیاد ڈالنا ایسا کام تھا جس کے لیے اللہ تعالی ہی نے آپؐ کو مقرر کیا تھا۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ آنحضرتؐ نے عرب میں اللہ تعالی واحد مطلق کی عبادت قائم کی اور اس ملک سے بت پرستی ایسی ختم ہوئی کہ وہ ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا اب تک پھر کبھی ظاہر نہیں ہوئی۔ کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ جس شخص نے بت پرستی جیسے ناپسندیدہ فعل کو جس میں اس کے ہم وطن یعنی اہل عرب مدت سے گرفتار تھے ختم کرکے اللہ تعالی کی عبادت قائم کرکے دیرپا اصلاحات کیں۔ مثلاً” دختر کشی بند کرائی، نشہ آور چیزوں کے استعمال سے منع کیا، قمار بازی سے روکا۔ کثرت ازدواج کو کنٹرول کیا۔

مختصراً” ایسے عظیم مصلح کو ہم کیسے فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس کی یہ سب کارروائی مکر پر مبنی تھی۔ نہیں ایسا نہیں تھا اور نہ ایسا کہا جاسکتا

ہے۔ بلا شک و شبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیر و خوبی‘ نیک نیتی اور ایمانداری کے علاوہ کسی اور سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ اپنی کارروائی پر ابتدائے نزول وحی سے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی آخر دم تک جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آپ ﷺ نے شدت مرض میں پائی مستعد نہیں رہ سکتے تھے۔ جو لوگ ہر وقت ان کے پاس رہتے تھے اور جو ان سے بہت ربط و ضبط رکھتے تھے ان کو کبھی ریاکاری کا شبہ نہیں ہوا اور کبھی انھوں نے اپنے نیک برتاؤ سے تجاوز نہیں کیا۔ بے شک ایک نیک اور صادق شخص جس کو اپنے خالق پر بھروسہ ہوا اور جو ایمان اور رسم و رواج میں بہت بری اصلاح کرے حقیقت میں صاف صاف اللہ کا ایک آلۂ کار ہوتا ہے اور اس کو پیغمبر کہہ سکتے ہیں اور اس کے پیغمبر ہونے پر کیوں یقین نہ کیا جائے جس کو اللہ نے اس کی قوم اور اس کے ملک میں اللہ کی وحدانیت اور تعظیم سکھلانے کے لئے اور ان کی حالت کے مناسب ان کو ملکی اور اخلاقی امور میں نصیحت کرنے کے لئے بھیجا تھا جو راست بازی اور نیک کرداری کی تلقین کرتا تھا۔

ایڈورڈ گبن (EDWAD GIBBON) رقم طراز ہے کہ: محمد ﷺ کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک و صاف ہے۔ قرآن پاک اللہ کی وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہے۔ مکہ کے پیغمبر ﷺ نے بتوں کی‘ انسانوں کی‘ ستاروں کی‘ اور سیاروں کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہو کر غروب ہو جائے وہ حادث ہے اور جو حادث ہوتی ہے وہ فانی ہوتی ہے۔ جو زوال کے قابل ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے۔ اس نے اپنی معقول سرگرمی سے کائنات کے بانی کو ایک ایسا وجود تسلیم کیا ہے جس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہا ہے نہ وہ کسی شکل میں محدود ہے نہ کسی مکان میں اور نہ کوئی اس کا ثانی موجود ہے۔ جس سے اس کو تشبیہ دی

جاسکے۔ وہ ہمارے نہایت خفیہ ارادوں پر بھی آگاہ رہتا ہے۔ وہ بغیر کسی اسباب کے بھی موجود ہے۔ اخلاق اور عمل کا کمال جو اس کو حاصل ہے وہ اس کو اپنی ہی ذات سے ہے۔ ان بڑے بڑے حقائق کو پیغمبر نے عام کیا اور اس کے ماننے والوں نے اس کو نہایت مستحکم طور سے قبول کیا اور قرآن پاک کے مفسروں نے معقولیت کے ذریعہ سے بہت درستی کے ساتھ ان پر بحث کی۔ مسلمانوں کے مذکورہ بالا عقیدے کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایسا عقیدہ ہے جو ہمارے موجودہ ادراک اور قوائے عقلی سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ جب ہم نے اس نامعلوم چیز کو یعنی خدا کو زمان مکان اور حرکت اور مادہ اور حس اور تفکر کے اوصاف سے مبرا کردیا تو پھر ہمارے خیال کرنے اور سمجھنے کے لئے کیا چیز باقی رہی۔ وہ اول یعنی ذات باری تعالی جس کی بنا عقل اور وحی پر ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت سے استحکام کو پہنچی۔ چنانچہ اس کے معتقد ہندوستان سے لے کر مراکو تک موحد کے لقب سے ممتاز ہیں اور بتوں کو ممنوع سمجھنے سے بت پرستی کا خطرہ مٹا دیا گیا ہے۔

مسٹرٹامس کارلائل (THOMAS CARLYLE) لکھتے ہیں کہ ہم لوگ یعنی عیسائیوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ محمد ﷺ (نعوذباللہ) ایک بڑا پرفن اور فطرتی شخص اور گویا جھوٹ کے اوتار تھے اور ان کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا تودہ ہے یہ سب باتیں لوگوں کی نزدیک غلط ٹھیرتی جاتی ہیں۔ اور جو جو جھوٹ باتیں کوتاہ اندیش اور مذہبی جوش رکھنے والے آدمیوں (عیسائیوں) نے اس انسان (یعنی محمد ﷺ) کی نسبت قائم کی تھیں اب وہ الزامات قطعاً" ہماری روسیاہی کے باعث ہیں چنانچہ ایک بات یہ مشہور ہے کہ پاکوک (DV: POCOCK) نے جب کردینی صاحب (It ENRY STOBB) کی۔ (RISE AND PROGRESS OF MAHONMETANIM) کے

مطابق GROTIUS سے پوچھا کہ تم نے جو یہ قصہ لکھا ہے کہ محمد ﷺ نے ایک کبوتر کو تعلیم کیا تھا کہ وہ ان کے کان میں سے میل نکالا کرتا تھا اور مشہور کیا تھا کہ وہ فرشتہ ہے جو ان کے پاس وحی لایا کرتا ہے تو اس قصہ کی کیا سند ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ اس قصہ کی کوئی سند نہیں اور کوئی ثبوت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وقت آگیا ہے کہ ایسے ایسے قصوں کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ جو باتیں اس انسان (یعنی محمد ﷺ) نے اپنی زبان سے نکالیں بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے دل بمنزلِ ہدایت کے قائم ہیں۔ ان اٹھارہ کروڑ آدمیوں کو بھی اسی طرح خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس وقت جتنے آدمی محمد ﷺ کے کلام پر اعتقاد رکھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کسی کلام پر اس زمانہ کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔ پھر کیا ہم یہ خیال کرسکتے ہیں کہ جس کلام پر اللہ تعالی کی اس قدر مخلوق زندگی بسر کرگئی اور اس پر مرگئی کیا وہ ایک ایسا کھیل ہے جیسا کہ ایک بازی گر کا ہوتا ہے؟ میں اپنے نزدیک ہرگز ایسا خیال نہیں کرسکتا بلکہ میں بہ نسبت اور چیزوں کے اس پر جلد یقین کرتا ہوں اگر جھوٹی اور فریب کی باتیں دنیا میں اس قدر زوردار رواج پکڑ جائیں تو پھر اس دنیا کی نسبت کوئی کیا سمجھے گا۔ اس قسم کے خیالات جو بہت پھیلے ہوئے ہیں بہت ہی افسوس کے قابل ہیں۔ اگر ہمیں خدا کی سچی مخلوق کا علم کچھ حاصل کرنا منظور ہوتو ہم کو ایسی باتوں پر ہرگز یقین نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ باتیں ایسے زمانہ میں پھیلی تھیں جب کہ توہمات کو بہت دخل تھا اور انھیں کے سبب سے خیال تھا کہ آدمی کی روحیں غمگین خرابی میں پڑی ہوئی ہیں جو ان کی ہلاکت کا سبب ہے۔ میرے نزدیک اس خیال سے ایک جھوٹے آدمی نے ایک مذہب قائم کیا اور کوئی اس سے زیادہ اور ناخدا پرست خیال دنیا میں نہیں پھیلا۔

بھلا یہ کب ہوسکتا ہے کہ ایک جھوٹا آدمی چونہ' اینٹ اور مسالہ کی حقیقت

کو بیچ جانے اور پختہ مکان بنالے اور پختہ مکان کس لئے ہو گا بلکہ خاک کا ایک ڈھیر ہو گا۔ بارہ سو برس تک اس کو کب قیام ہو سکتا ہے اور اٹھارہ کروڑ آدمی اس پر کب رہ سکتے ہیں بلکہ اب تک وہ مکان کبھی کا سر کے بل گر پڑا ہوتا۔ ضروری ہے کہ ایک آدمی اپنے طریقوں کو قانون قدرت کے سامانوں کی حقیقت سمجھے اور اس پر عمل کرلے ورنہ قدرت سے اس کو یہ جواب ملے گا کہ نہیں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جوجو قوانین اور قاعدے خاص ہیں وہ خاص ہی رہتے ہیں عام نہیں ہوجاتے۔

افسوس ہے کہ کاک دیا جیسا شخص (یہ نام دراصل GROTIUS ہونا چاہئے) اور ایسے ہی بہت سے دنیا کے شریر اور وہ لوگ کہ چند روز کے لئے اپنی فطرت سے کامیاب ہوجاتے ہیں مگر ان کی کامیابی ایک جعلی ہنڈی کی مانند ہوتی ہے۔ جن کو وہ اپنے نالائق ہاتھوں سے جاری کرتے ہیں اور خود الگ تھلگ رہتے ہیں اوروں کو ان کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہے مگر قدرت آگ کے شعلوں اور فرانسیسی ہنگاموں اور اسی قسم کی غضبناک چیزوں سے ظاہر کردیتی ہے کہ جعلی ہنڈیاں جعلی ہی ہوتی ہیں۔

جارج سیل (GEORGE SALE) نے بھی اپنے ترجمہ قرآن میں اس شخص (جناب محمد ﷺ) کی تکذیب بہت سرگرمی سے کی تھی۔ اور لالہ اندرمن کی طرح اسلام کی مذمت کی تھی۔ چنانچہ وہ بھی لکھتا ہے کہ میں اس سے متفق نہیں بلاشک و شبہہ جناب محمد ﷺ اپنے دل میں بخوبی یقین رکھتے تھے کہ خدا واحد ہے جو ان سب کا بڑا مسئلہ تھا جس کو پھیلانے میں انھوں نے پوری توجہ دی۔

دیکھئے یہ سب اقوال اسلام کے مخالفین کے ہیں۔ جن سے دین اسلام کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔

حواشی

۱۔ چنانچہ تیرھویں صدی ہجری میں حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تجدید دین کے لئے اہم کام کیا۔

۲۔ انگریزی قانون میں صرف معاملات ہیں جبکہ شریعت زندگی کے سب شعبوں پر محیط ہے۔

۳۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کی عمر ہونے پر مبعوث ہوئے اور تریسٹھ سال کی عمر ہوئی۔

۴۔ اسی باب کے آخر میں ملاحظہ کیجئے۔

ختم شد